UNIVERSAL
LIBRARY
OU-234384
UNIVERSAL
LIBRARY

23434

26

انّه لقول فصل وما هو بالهزل

بحسن توفیق خداوند عالم وطفیل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

باحقاق مذہب اہل سنت وابطال عقائد اہل تشیع بمقدمہ باغ فدک اول جزو حصہ دوم

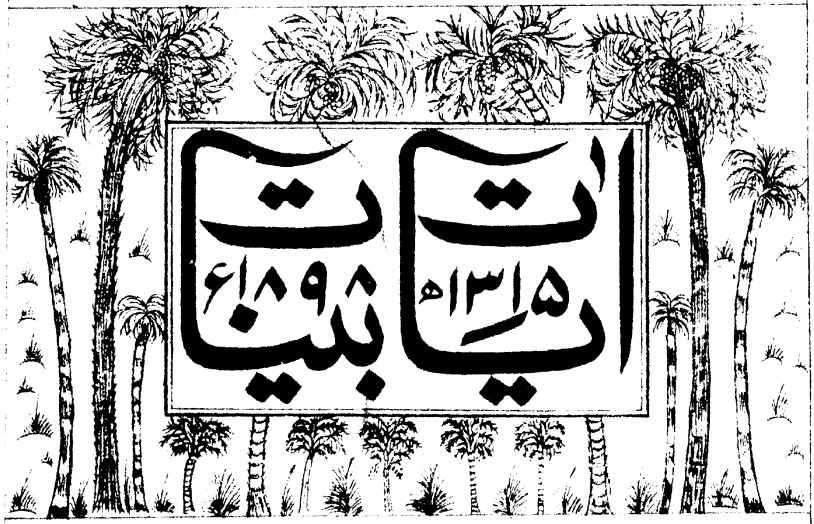

حسب اصول مقررہ اہل حدیث فریقین تصنیف لطیف وتالیف منیف جناب

نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خانصاحب بہادر عم فیضہ

مطبع مصطفائی واقع لکھنؤ میں تیار ہوا ۱۳۱۵ھ

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

بحسن توفیقات حضرت مجیب الدعوات در بین چهل سال مرات بعد طبع جلد اول و جزء اول جلد ثانی از کتاب هدایت آیات مسمی

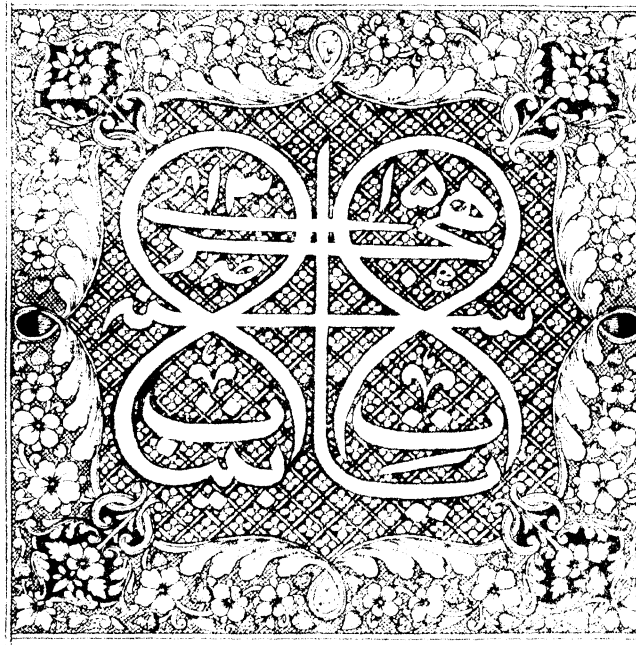

باتمام رسید نام حقیر مسمی محمد عبد الواجد خلف محمد عبد الواحد خان بن محمد مصطفی خان غفر لهم المنان

در مطبع مصطفائی محمد خان طبع پذیرفت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث فدک

اگرچہ بعد بیان کرنے فضائل صحابۂ کرام کے اور خدا کی شہادت اور رسول کی گواہی اور انامون کے اقوال سے اوسے پایۂ ثبوت پر پہونچا دینے کے مطاعن کا ذکر کرنا اور اوسکی تردید پر متوجہ ہونا غیر ضروری ہے۔ مگر اس خیال سے کہ حضرات شیعہ نے اوسکے متعلق ہماری دنیون اور اقوال کو سنداً پیش کیا ہے۔ اور عوام کو اپنی کتابون کا نام سنکر اور اپنے ہمانکی روایتین دیکھکر خلجان پیدا ہوتا ہے اور شک و شبہ کرنے لگتے ہین۔ اس لئے ہمارے علماء کرام نے اسے ضروری خیال کیا ہے کہ اون مطاعن کی تردید کیجاے۔ اور مغالطہ اور دھوکے کا وہ لباس جو اس قسم کے اقوال اور روایتون کو پہنایا گیا ہے دور کردیا جاے۔ اور اصلی حقیقت اونکی بتا دیجاے۔ ہم بھی تقلیداً للعلماء الکرام مطاعن صحابہ کے بحث کرتے ہین۔ اور چونکہ ان مطاعن مین فدک اور قرطاس کی بہت شہرت ہے اس لئے سب سے اول انھین دو ضروری بحثون کو ہم لکھتے ہین۔ مگر قبل اسکے کہ اصل بحث کیطرف متوجہ ہوان چند مقدمات کا لکھنا ضروری اور مفید سمجھتے ہین اور وہ یہ ہین وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

پہلا مقدمہ

کوئی نبی اور کوئی امام اور کوئی بزرگ کسی مذہب مین بلکہ کوئی نامور آدمی کسی قوم مین ایسا نہین ہوا جسپر معاندین نے اعتراض نکئے ہون اور اوسکی نیک باتون اور عمدہ کامون کو عداوت کی نظر سے دیکھکر برا نہ جانا ہو۔ اور اونکے دوستون کے دلون مین شبہہ پیدا کرنے کے لئے اونکی بعض غلطیون اور لغزشون کو نہایت آب وتاب سے بیان کرکے اونسے اون کی بدنیتی سے منسوب نکیا ہو۔ یہودیون کو دیکھو کہ وہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ التحیۃ والسلام پر کیسے طعنے کرتے ہین۔ اونکی ولادت کی نسبت اپنی ناپاک زبانون سے کیا کچھ کہتے ہین اونکے معجزات کو کس طرح سحر وافسون سے منسوب کرتے ہین۔ اور اونکے حواریون کو کیسا مکار جاہل دغاباز جانتے ہین۔ عیسائیونکو دیکھو کہ وہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات پر عیاری اور طمع دنیاوی کی کیسی تہمتین لگاتے ہین۔ اور آپسے متمم مکارم اخلاق کی نسبت کیسی زبان درازی کرتے ہین۔ یہانتک کہ عیاذاً باللہ ایسے ہادی اور دنیا کے رہنما کو گمراہ کنندہ عالم سمجھتے ہین۔ خوارج دنواصب پر خیال کرو۔ کہ وہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو کیسا برا جانتے ہین۔ جناب امیر المومنین اور حضرت سیدۃ النساء اور حضرات حسنین علیہم السلام کو جو کہ آنحضرت صلعم کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اور خدا اور اوسکے محبوب کے پیارے۔ انھین کو معاذ اللہ کافر کہتے ہین۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ اور اونسے عداوت رکھنے اور اونپر تبرا کرنیکو ذریعہ نجات خیال کرتے ہین۔ یہانتک کہ ان اشقیا مین سے بعض نے ابن ملجم ملعون کی شان مین جو اشقی الاولین والآخرین تھا قصیدے لکھے۔ اور جناب امیر کے شہید کرنے کو افضل ترین عبادت جانا جیسا کہ عمران بن حطان جو خوارج کا سردار اور اونکا بڑا شاعر تھا ابن ملجم کی نسبت کہتا ہے۔

یاضربۃ تقی ما اراد بھا الا	لیبلغ من ذی العرش رضوانا
انی لاذکرہ حینا فاحسبہ	اوفی البریۃ عند اللہ میزانا

یعنی کیا اچھی ضرب ہے ایک مرد متقی (ابن ملجم) کی جس سے کوئی غرض اوسکی سوائے اسکے نہ تھی کہ صاحب عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے۔ مین جب اوسے یاد کرتا ہون تو ساری خلق سے اوسکے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک بھاری پاتا ہون۔ غرضکہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ دشمن ہنر کو عیب سمجھتا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد	عیب نماید ہنرش در نظر

یہی حال حضرات شیعہ کا ہے۔ تعصب اور تقلیدی خیالات سے انصاف اور غور کا مادہ گویا اونسے سلب ہوگیا ہے۔ اور زبانی محبت اہل بیت کے غلو سے اونکے قدم جادۂ اعتدال سے نکل گئے ہین۔ وہ کوئی خوبی اور کوئی صفت صحابہ کی نہین دیکھتے۔ اونکی اچھی بات بھی اونکو بُری معلوم ہوتی ہے۔ اور اونکے ہنر بھی اونھین عیب نظر آتے ہین۔

اگر کوئی تعجب کرے کہ باوجود آیات و احادیث و اقوال ائمہ کے کیونکر ایک فرقہ مسلمانونکا صحابہ کے فضائل کا منکر ہوا۔ اوسے چاہئے کہ یہود و نصاریٰ نواصب و خوارج کے حال پر نظر کرے۔ کیا وجہ ہے کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف توریت مین دیکھتے تھے۔ اور آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور آپ کو ایسا پہچانتے تھے کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ مگر جب آپ نے نبوت کا دعوی کیا تو دشمن بن گئے۔ اور آپ کی صفات کے چھپانے۔ اور آپ کی نسبت غلط الزام لگانے مین کوئی دقیقہ عداوت کا باقی نرکھا۔ اور کیا سبب ہے کہ مسیحی باآنکہ انجیل مین جناب سرور کائنات علیہ التحیات والصلوات کی بشارت تفصیلی دیکھتے۔ اور یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے سن چکے تھے۔

اور رات دن اپنی کتاب مین اوسے پڑھتے تھے - مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا - تو اون بشارتون کو چھپانے - اور انجیل کی اون آیات کی جن مین آپ کا نام اور خبر تھی غلط تاویلین کرنے لگے - اور اپنے نبی کے قول سے بھی پھر گئے - اور کیا باعث ہے اس کا کہ خوارج باوجود جاننے اس بات کے کہ اہل بیت کرام پیغمبر کی جان و جگر ہین - قران اور حدیثین اون کی فضیلتون سے بھری ہوئی ہین - اونکے دشمن ہوگئے - اور اونکو جو بہترین خلق خدا تھے نعوذ باللہ سب سے برا جاننے لگے - یہانتک کہ اونپر کفر و فسق کے الزام لگانے سے بھی باز نہ رہے - پس جو سبب ان گمراہ فرقون کی گمراہی کا ہے وہی سبب حضرات امامیہ کا صحابہ کرام سے عداوت رکھنے اور اونپر عیب لگانیکا ہے -

اذا لم یکن للمرء عین صحیحۃ	فلا غرو ان مرت علیہ الصبح مسفر

دوسرا مقدمہ

وہ باتین جو حقوق اہل بیت کے غصب کرنے کی نسبت امامیہ بیان کرتے ہین اگر صحیح سمجھی جائین تو اونسے تمام مہاجرین و انصار اور کل صحابہ نبوی کا اسلام اور ایمان اور اخلاق بلکہ انسانی صفات سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے - کیونکہ اگر وہ تعین کردہ باتین سچ ہون تو پھر کسی عقل سے بازرکھنے اور اس بات کے اظہار پر ظلم کرنے مین اونکے شریک و معین نہوتے - یا وجود دوستہ اعانت آل رسول سے چشم پوشی نکرتے - تو وہ شخص اور اسکے ساتھی کیونکر ایسی جرات کرسکتے تھے - اور اونھین اپنے ظلم و ستم مین کسطرح کامیابی حاصل ہوسکتی تھی - بلکہ تمام مہاجرین و انصار اور صحابہ کرام کو اسلام سے اور ایمان و اخلاق سے بے بہرہ سمجھنا - گویا منشاے مقصود حضرات امامیہ کا ہے - مگر اون خوفناک نتیجون پر غور نہین کرتے جو اس بات کے

ماننے سے پیدا ہوتے ہین - بلکہ اوسے صرف صحابہ کی ذات تک محدود سمجھکر اوسکے دعوی کرنے
مین کچھ پس و پیش نہین فرماتے - مگر وہ شخص جسکو خدا نے تھوڑی سی بھی سمجھ دی ہے - اور
جسکے قوائے عقلی تعصب اور تقلید کے بوجھ مین دب نہین گئے - ضرور اون خوفناک نتیجون
کے خیال سے ڈریگا - اور اسلام پر اوسکا نہایت ہی بُرا اثر دیکھکر الامان الامان پکارے گا -
اس لئے کہ قرآن کے کلام الٰہی اور حضرت صلعم کے مؤید من اللہ ہونے کا بڑا ثبوت جو کچھ
دیا جاتا ہے اور جسے زندہ معجزہ کہتے ہین - وہ صرف یہ ہے کہ قرآن نے لوگون کے دلون پر
بہت بڑا روحانی اثر کیا - اور آنحضرت صلعم کی ہدایت سے عرب کی حالت مین ایک عظیم تبدیلی
پیدا ہوگئی - قرآن مجید مین لوگون کے دلونکی تسخیر اور روحانی اور اخلاقی تعلیم کی وہ قوت
تھی جس نے حیرت انگیز ربانی کرشمے دکھاے - اور دائم الاثر حقانی نتیجے پیدا کیے - اور اس سے
یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس کلام کے ایسے عظیم الشان اور قوی اور قائم نتیجے ہون وہ بلاشبہہ
خدا کا کلام ہے - اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات کی نسبت یہی دعوی کیا جاتا ہے
کہ آپ ایسے زمانے مین پیدا ہوے - جبکہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتے کی حالت مین
تھی - اور آپ ایسے ملک مین مبعوث ہوے جہان اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا - اور ایسی
قوم کی اصلاح آپ کے ذمے کی گئی - جو سواے اوہام اور فاسد عقیدون اور باطل
خیالات اور غلط رایون اور وحشیانہ اعمال اور بداخلاقی اور نفاق اور جنگ جوئی کے
کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے - مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے اونپر
ایسی عجیب و غریب تاثیر کی کہ اوس سے اونکی تمام ظاہری و باطنی حالتین بدل گئین -
برسون کے بھٹکے ہوے خدا کی راہ پر چل نکلے - اور مدتون کے سوے ہوے غفلت
کی نیند سے چونک پڑے - جو مشرک تھے وہ موحد ہوگئے - جو کافر تھے وہ ایمان لے آئے -

جو بت پرست تھے وہ بت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے لگے۔ جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ عصبیت کا اونمین نام نرہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتین جاتی رہین۔ دماغ غرور و نخوت سے خالی ہوگئے۔ اور اونکے دل صبر و توکل۔ حلم و بردباری۔ زہد و پرہیزگاری۔ اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ آپکی تعلیم اور ہدایت نے ایک ایسا گروہ خدا پرست۔ پاک طبیعت۔ راستباز۔ نیک دل۔ لوگون کا قایم کردیا جنکی کوششون سے شرک و بت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نمای عرب مین گونج رہی تھی بند ہوگئی۔ اور اوسکے بدلے ایک بے چون و بے چگون۔ بے شبہ و بے نمون خدا کی منادی پھر گئی۔ بتون نے عدم کا راستہ لیا۔ بتخانون کا نشان مٹ گیا۔ آتشکدے ٹھنڈے پڑ گئے۔ تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہوگیا۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ اور اس سے اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ آپ حقیقت مین سچے رسول اور خدا ہی کیطرف سے مؤید تھے۔ ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ ایسا انقلاب عظیم عرب کی روحانی اور اخلاقی حالت مین پیدا کردیتا اور ایسے جنگ جو ستم پیشہ لوگون کو جو بات بات پر لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ اُخوت کے ایک رشتہ مین باندھ دیتا۔ اور اونکی پشتینی عداوتون اور کینون سے اونکے دلون کو ایسا صاف کردیتا کہ اوس کا کچھ اثر باقی نرہتا۔ بلکہ دنیا مین اونکو اخلاق اور انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔

قرآن مجید کے اس حیرت انگیز نتیجے اور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی ہدایت کے ایسی عجیب و غریب تاثیر کو دیکھکر منکرین بھی اس بات کے معترف ہین کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت سے خارج تھی۔ چنانچہ کوئی اونمین سے کہتا ہے کہ وہ پیام جو آپ لائے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا جسکا مخرج وہی ہستی تھی جسکی تعلیم کبھی کسی نے نہین پائی۔ کوئی لکھتا ہے کہ "قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کردیا ہو"۔ متعصب سے متعصب عیسائیونمین سے

سخت سا سخت متعصب یہ اقرار کرتا ہے کہ دین مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت کے وقت تک کبھی حیات روحانی ایسی برانگیختہ نہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی۔ مگر یہ دائم الاثر تاثیر قرآن کی اور یہ غیر زوال پذیر اثر آنحضرت صلعم کی صحبت و ہدایت کا اوسی وقت تک مانا جا سکتا ہے جبکہ ہمارے عقائد کے موافق صحابۂ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار سب سے اول ایمان لانیوالے۔ اسلام مین پکے۔ اخلاق مین انسانیت کا نمونہ۔ پاک دلی اور نیک نیتی اور راستبازی مین کامل مانے جائین۔ مگر شیعون کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عجیب و غریب انقلاب جو آپ کی صحبت اور ہدایت سے صحابہ کی حالت مین ہوا تھا عارضی تھا۔ اور وہ اثر جو قرآن کی تعلیم نے اونپر کیا تھا نا پائدار تھا۔ وہ دل جو وحی و الہام کی برکت سے پاک ہوگئے تھے جلد ارتداد کے لوث سے ملوث ہوگئے۔ اور وہ لوگ جو شمع نبوت کے پروانہ تھے اسلام اور ایمان کو جلد خیرباد کہ بیٹھے۔ وہ خدائی روشنی جسنے سیکڑون دل روشن کردیے تھے جلد بجھ گئی۔ وہ حجاب نفاق و کفر کا جو اونکے دل سے اوٹھ گیا تھا پھر اونکے دلون پہ پڑگیا۔ اور مشکوۃ نبوت کی وہ شعاعین جو مہاجرین و انصار کے دماغ پہ پڑین تھین جلد زائل ہوگئین۔ اور وہ خدائی آواز جو یاران نبوی نے دل کے کانون سے سنی تھی جلد بند ہوگئی۔ ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ وہ عظیم اور حیرت انگیز نتیجے جو خدا کے کلام کے بیان کیے جاتے ہین۔ اور وہ عجیب تاثیر آپ کی وعظ و ہدایت کی جسکی دنیا مین دھوم ہے کیونکر صحیح سمجھی جاسکی۔ اور اسلام کی وہ خوبی جس کا غلغلہ زمین سے آسمان تک پہونچا کہان باقی رہیگی۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ۝

شیعون کے اس خیال کے مطابق اگر خدا کے کلام کو دیکھین تو معاذاللہ وہ جھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جنکے محامد و صفات اوس مین بیان کیے گئے ہین وہ بدترین خلائق پائے جاتے ہین

کہان ہے ایسا سخت متعصب جو یہ اقرار کرسکے کہ دین مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت کے وقت تک کبھی حیات روحانی ایسی برانگیختہ نہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی۔ مگر یہ دائم الاثر تاثیر قرآن کی اور یہ غیر زوال پذیر اثر آنحضرت صلعم کی صحبت و ہدایت کا اوسی وقت تک مانا جا سکتا ہے جبکہ ہمارے عقائد کے موافق صحابۂ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار سب سے اول ایمان لانیوالے۔ اسلام مین پکے۔ اخلاق مین انسانیت کا نمونہ۔ پاک دلی اور نیک نیتی اور راستبازی مین کامل مانے جائین۔ مگر شیعون کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عجیب و غریب انقلاب جو آپ کی صحبت اور ہدایت سے صحابہ کی حالت مین ہوا تھا عارضی تھا۔ اور وہ اثر جو قرآن کی تعلیم نے اونپر کیا تھا نا پائدار تھا۔ وہ دل جو وحی و الہام کی برکت سے پاک ہوگئے تھے جلد ارتداد کے لوث سے ملوث ہوگئے۔ اور وہ لوگ جو شمع نبوت کے پروانہ تھے اسلام اور ایمان کو جلد خیرباد کہ بیٹھے۔ وہ خدائی روشنی جسنے سیکڑون دل روشن کردیے تھے جلد بجھ گئی۔ وہ حجاب نفاق و کفر کا جو اونکے دل سے اوٹھ گیا تھا پھر اونکے دلون پہ پڑگیا۔ اور مشکوۃ نبوت کی وہ شعاعین جو مہاجرین و انصار کے دماغ پہ پڑین تھین جلد زائل ہوگئین۔ اور وہ خدائی آواز جو یاران نبوی نے دل کے کانون سے سنی تھی جلد بند ہوگئی۔ ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ وہ عظیم اور حیرت انگیز نتیجے جو خدا کے کلام کے بیان کیے جاتے ہین۔ اور وہ عجیب تاثیر آپ کی وعظ و ہدایت کی جسکی دنیا مین دھوم ہے کیونکر صحیح سمجھی جاسکی۔ اور اسلام کی وہ خوبی جس کا غلغلہ زمین سے آسمان تک پہونچا کہان باقی رہیگی۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ۝

شیعون کے اس خیال کے مطابق اگر خدا کے کلام کو دیکھین تو معاذاللہ وہ جھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جنکے محامد و صفات اوس مین بیان کیے گئے ہین وہ بدترین خلائق پائے جاتے ہین

کہان ہے ایسا سخت متعصب جو یہ اقرار کرسکے کہ دین مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت کے وقت تک کبھی حیات روحانی ایسی برانگیختہ نہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی۔ مگر یہ دائم الاثر تاثیر قرآن کی اور یہ غیر زوال پذیر اثر آنحضرت صلعم کی صحبت و ہدایت کا اوسی وقت تک مانا جا سکتا ہے جبکہ ہمارے عقائد کے موافق صحابۂ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار سب سے اول ایمان لانیوالے۔ اسلام مین پکے۔ اخلاق مین انسانیت کا نمونہ۔ پاک دلی اور نیک نیتی اور راستبازی مین کامل مانے جائین۔ مگر شیعون کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عجیب و غریب انقلاب جو آپ کی صحبت اور ہدایت سے صحابہ کی حالت مین ہوا تھا عارضی تھا۔ اور وہ اثر جو قرآن کی تعلیم نے اونپر کیا تھا نا پائدار تھا۔ وہ دل جو وحی و الہام کی برکت سے پاک ہوگئے تھے جلد ارتداد کے لوث سے ملوث ہوگئے۔ اور وہ لوگ جو شمع نبوت کے پروانہ تھے اسلام اور ایمان کو جلد خیرباد کہ بیٹھے۔ وہ خدائی روشنی جسنے سیکڑون دل روشن کردیے تھے جلد بجھ گئی۔ وہ حجاب نفاق و کفر کا جو اونکے دل سے اوٹھ گیا تھا پھر اونکے دلون پہ پڑگیا۔ اور مشکوۃ نبوت کی وہ شعاعین جو مہاجرین و انصار کے دماغ پہ پڑین تھین جلد زائل ہوگئین۔ اور وہ خدائی آواز جو یاران نبوی نے دل کے کانون سے سنی تھی جلد بند ہوگئی۔ ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ وہ عظیم اور حیرت انگیز نتیجے جو خدا کے کلام کے بیان کیے جاتے ہین۔ اور وہ عجیب تاثیر آپ کی وعظ و ہدایت کی جسکی دنیا مین دھوم ہے کیونکر صحیح سمجھی جاسکی۔ اور اسلام کی وہ خوبی جس کا غلغلہ زمین سے آسمان تک پہونچا کہان باقی رہیگی۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ۝

شیعون کے اس خیال کے مطابق اگر خدا کے کلام کو دیکھین تو معاذاللہ وہ جھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جنکے محامد و صفات اوس مین بیان کیے گئے ہین وہ بدترین خلائق پائے جاتے ہین

جب ہم خدا کے کلام پر نظر کرتے ہین تو وے اوس خیال کے مطابق پاتے ہین جو صحابہ کرام کی نسبت ہمارا ہے - اور انھین خوبیون سے اونکو متصف پاتے ہین جنکا ہم اونکی نسبت اعتقاد رکھتے ہین - ہم دیکھتے ہین کہ کہین خدا اونکے ایمان اور عبادت کی نسبت فرماتا ہے - مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ کہین اونکی شان مین کہتا ہے سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ج کہین اونکی نسبت اپنی رضامندی ان لفظون سے ظاہر کرتا ہے - وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط کہین اون کے مصائب اور تکلیف پر صلہ دینے کی بشارت اس طرح سناتا ہے - فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ج کہین اونکے ایمان کی تصدیق فرماکر اونکو مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ ان لفظون سے فرماتا ہے - وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ط لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ کہین اونکی فضیلت تمام انبیا کی امتون پر ان لفظون سے ظاہر فرماتا ہے - كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ط کہین اونکے مصائب اور تکلیف پر اونھین خلافت کا وعدہ دیکر یون تسلی فرماتا ہے - وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ کہین اونکی قلت سے کثرت پر پہونچنے کی ان دل خوش کن لفظون سے تمثیل دیتا ہے كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط کہین اونکی کثرت پر

یدخلون فی دین اللہ افواجا اور اونکے غلبہ و نصرت پر وانتابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما فرماکر دنیا مین اسلام کی خوبی اور استحکام کا اشتہار دیتا ہے۔ لیکن اگر شیعون کے عقیدے سچ ہین اور اونکے خیالات صحابہ کرام کی نسبت صحیح ہین تو ان آیتونکی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور اگر یہ صرف اہل بیت کی شان مین سمجھی جاتین۔ یا اونکی نسبت جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انتقال کرگئے تھے۔ یا اونکی شان مین جو حسب زعم شیعہ چھپن برس تک مرتد رہکر پھر امیرالمومنین کے شریک ہوگئے تھے۔ تو اوس سے خدا کے کلام مین گویا تحریف معنوی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا ویبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن موضعہ فیاحسرۃ علیھم لم لا یتفکرون فی ھذہ الآیات الیس فیھم رجل رشید اور اگر ہم آیات قرآنی اور مذہبی خیالات سے درگذر کرین اور صرف انسانی عقل کو کام مین لائین تو شیعون کے عقیدے کے موافق مذہب اسلام سب مذہبون سے زیادہ کمزور۔ اور اوسکے بانی کے وعظ و ہدایت کا اثر دیگر مذاہب کے پیشواؤن کی بہ نسبت زیادہ ضعیف معلوم ہو۔ کیونکہ جب ہم اس بات کو مانین کہ وہ لوگ جنھون نے بلا واسطہ قرآن سنا اور جبرئیل کا آنا دیکھا۔ اور آپکی صحبت کا فیض حاصل کیا۔ اور سب سے اول ایمان لائے۔ اور آپکے بعد بھی ساری عمر اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ مین صرف کرتے رہے۔ وہ سب کے سب الا قلیلا منھم اپنے پیشوا کے انتقال فرماتے ہی بدترین افعال کیطرف جھک پڑے۔ اور دیانت و صداقت کے وہ اخلاق جو ہر جس سے اون کے دل مزین اور مرین ہوگئے تھے۔ اونکے سینون سے یک لخت جاتے رہے۔ تو سوا اسکے کیا نتیجہ اس سے ہم نکال سکتے ہین کہ مذہب اسلام جو بہترین مذہب کہا جاتا ہے۔ سب مذہبون مین ذلیل۔ اور امت محمدی جو سب امتون مین افضل سمجھی جاتی ہے۔ دیگر امتون سے بدتر ہے۔ اس لیے کہ جب ہم دوسرے مذہبون پر

نظر کرتے ہین یہان تک کہ بدھ اور ہنود اور جین اور پارسی فرقہ کے ابتدائی معتقدین کے حالات سنتے ہین تو ہم کسی مذہب مین یہ نہین دیکھتے کہ ان مذاہب کے ابتدائی معتقدین نے اپنے پیشواؤن کی ہدایت اور نصیحت کو اس قدر جلد بھلا دیا ہو۔ اور اونکے احکام سے ایسی سرتابی کی ہو جیسے کہ اسلام کے ابتدائی ماننے والون کی نسبت حضرات شیعہ بیان کرتے ہین۔ جب ہم مشرکین اور کفار کے مذہب مین یہ مثال نہین پاتے۔ اور اونکے طبقۂ اولی کو اپنے رہنما کے بتائے ہوے رستہ سے ایسا بھٹکتا اور گمراہی کے قعر مین ایسا گرتا ہوا نہین دیکھتے۔ اور شیعون کے قول کے موافق اس قسم کی ضلالت اور بداخلاقی اور بداعمالی کو اسلام ہی کے پہلے طبقہ مین پاتے ہین۔ تو سوا اسکے کیا چارہ ہے کہ اونکے اصول کے موافق مذہب اسلام کو قدرت کے اس عام قاعدے سے بھی مستثنی سمجھین۔ اور اوسکے بانی کے وعظ و ہدایت کو ایسا کمزور و ضعیف مانین کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانون مین سے سوائے تین چار کے کسی پر وہ اپنا اثر قایم نہ رکھ سکا اور نہ بجز چند عزیزون اور دو چار اغیار کے کسیکو ابتدا اور رجعت الی الکفر سے روک سکا۔ اور یہ وہ باتین ہین کہ مسلمان تو ایک طرف مخالفین اسلام بھی غلط سمجھتے ہین۔ اونکو بھی صحابہ کے حالات نے اس کہنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ اونکو نہ صرف پکا مومن سمجھین بلکہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب و حوارین پر بھی فضیلت دین۔

اگر کوی شخص اون تحریرون کو دیکھے جو منکرین نبوت نے باوجود انکار نبوت کے اسلام کی نسبت اور صحابۂ کرام کی متعلق کی ہین تو بے اختیار اوسکے دل سے یہی آواز نکلے گی کہ اون مسلمانون سے جو صحابہ کو مرتد و کافر و منافق سمجھتے ہین وہی زیادہ منصف اور سمجھدار ہین جو صحابہ کی نسبت غیر متعصبانہ راے ظاہر کرتے ہین۔ دیکھو سر ولیم میور ایسے متعصب عیسائی کیا لکھتے ہین۔ اور واقعات نے اونکو کس چیز کی تحریر پر مجبور کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب لیف آف محمد۔ کی جلد دوم مین لکھتے ہین۔ کہ "ہجرت سے تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت مین بے جان پڑا تھا۔ مگر اون تیرہ برسون مین کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا

فضیلت صحابہ بشہادت سر ولیم میور و دیگر مخالفین

کہ سیکڑون آدمیونکی جماعت نے بت پرستی چھوڑکر خداے واحد کی پرستش اختیار کی۔ اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی آسمانی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہوگئے۔ اوسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت دعا مانگتے۔ اوسکی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے۔ اور حسنات و خیرات اور پاکدامنی اور انصاف کرنے مین بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب اونمین شب و روز اوسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا۔ اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنی حوایج کا بھی خبرگیران ہے۔ ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ مین ہر ایک امر متعلقہ زندگانی مین۔ اور اپنی خلوت و جلوت کے ہر ایک حادثے اور تغیر مین۔ اوسیکے ید قدرت کو دیکھتے تھے۔ اور اس سے بڑھکر اس نئی روحانی حالت کو جسمین خوشحال اور محمد کنان رہتے تھے۔ خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے۔ اور اپنے کو ربانی اہل شہ کے کفر کو خدا کے تقدیر کیے ہوے خذلان کی نشانی جانتے تھے۔ محمد کو جو اونکی ساری امیدون کے ماخذ تھے اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے۔ اور اونکی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے۔ جو اونکے رتبہ عالی کے لائق تھی۔ ایسے تھوڑے ہی زمانہ مین کہ اس عجیب تاثیر سے دو حصون مین منقسم ہوگیا تھا۔ جو بلا لحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے۔ مسلمانون نے مصیبتون کو تحمل و شکیبائی سے برداشت کیا۔ اور گو ایسا کرنا اونکی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کے بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہین۔ ایکسو مرد اور عورتون نے اپنا گھر بار چھوڑا۔ لیکن ایمان عزیز سے اپنا مونہہ نہ موڑا۔ اور جب تک کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہوے حبش کو ہجرت کرگئے۔ پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ اونمین نبی ہی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو اونکی نظر مین تمام روے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑکر مدینہ کو ہجرت کرآئے۔ اور یہان بھی اوسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ مین ایک برادری واسطے اُن لوگون کے جو نبی اور مسلمانون کی حمایت مین جان دینے کو مستعد ہوگئے تیار کردی۔

ایک دوسرا عیسائی فاضل گاڈفری ہیگنس اپنی کتاب موسوم بہ - اپالوجی فرام محمد - مین لکھتا ہے کہ باوجودیکہ محمد اور عیسیٰ کی ابتدائی سوانح عمری مین ایسے حالات ہین جنمین عجیب مشابہت پائی جاتی ہے - لیکن بہت سے ایسے ہین جنمین بالکل اختلاف ہے - مثلاً عیسیٰ کے اول بارہ مریدون کو نابیت یافتہ و کم رتبہ مانا گیا ہے - بخلاف محمد کے اول مریدون کے کہ بجز اوسکے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے - اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام ہوے تو اوس زمانہ مین جو کچھ اونھون نے کام کئے اونسے ثابت ہوتا ہے کہ اونمین اول درجہ کی لیاقتین تھین - اور غالبًا ایسے نہ تھے کہ آسانی دھوکہ کھا جاتے - عیسیٰ کے اول مریدونکی کم رتبگی کو موشیم صاحب دین عیسائی کی خوبی سمجھتے ہین - مگر سچ پوچھو تو مین مجبوری مقر ہون کہ اگر لاک اور نیوٹن جیسے اشخاص مذہب عیسوی کے اول محققین مین سے ہوتے تو مجکو بھی اطمینان کامل ویسا ہی ہوتا -

پس اس سے ثابت ہے کہ ایک ہی سے مختلف شخصون کو کیسی مختلف معلوم ہوتی ہے -

بڑے مشہور مورخ گبن نے بیان کیا ہے کہ پہلے چارون خلیفون کے اطوار یکسان صاف اور ضرب المثل تھے - اونکی سرگرمی و دلدہی اخلاص کے ساتھ تھی - اور ثروت و اختیار پاکر بھی اونھون نے اپنی عمرین ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی مین صرف کین پس یہی لوگ محمد کے ابتدائی جلسہ کے شریک تھے جو پیشتر اس سے کہ اونسے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اوسکے جانبدار ہوگئے - یعنی ایسے وقت مین کہ وہ ہدف آزار ہوا اور جان بچاکر اپنے ملک سے چلا گیا - اونکے اول ہی اول تبدیل مذہب کرنے سے اونکی سچائی ثابت ہوتی ہے - اور دنیا کی سلطنتون کے فتح کرنے سے اونکی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے "

اُس صورت مین کوئی یقین کرسکتا ہے ؟ کہ ایسے شخصون نے ایذائین سہین اور اپنے ملک سے جلاوطنی گوارا کی اور اس سرگرمی سے اوسکے پابند ہوے - اور یہ سب امور ایک ایسے

شخص کی خاطر ہوے ہون جسمین ہر طرحکی برائیان ہون! واوس سلسلہ فریب اور سخت عیاری کے لئے ہون جو اونکی تربیت کے بھی خلاف ہو۔ اور اونکی ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی مخالف ہو۔ سر یقین نہین ہوسکتا یہ خارج از حیطۂ امکان ہے۔"

"عیسائی اس بات کو یاد رکھین تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے اس درجہ نشۂ دینی اوسکے پیرون مین پیدا کیا کہ جسکو عیسی کے ابتدائی پیرون مین تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اوسکا مذہب اوس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی مین نہین چنانچہ نصف صدی سے کم مین اسلام بہت سے عالیشان اور سرسبز سلطنتون پر غالب آگیا جب عیسی کو سولی پر لیگئے تو اوس کے پیرو بھاگ گئے۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے مین چھوڑ کر چلدیے۔ اگر بالفرض اوسکے حفاظت کرنیکی اونکو ممانعت تھی تو اوسکی تشفی کے لیے تو موجود رہتے۔ اور صبر سے اوسکے اور اپنے ایذا رسانون کو دھمکاتے۔ برعکس اوسکے محمد کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے اور اوس کے بچاؤ مین اپنی جانین خطرے مین ڈالکر کل دشمنون پر اوسکو غالب کردیا۔"

انتہی قولہ

کیسی حالت بدل جائے اور کس قدر اصلاح مذہبی حالات مین حضرات امامیہ کے ہوجائے اگر وہ اس بات کو یاد رکھین جسکے یاد رکھنے کی نصیحت یہ عیسائی مورخ اپنے بھائی عیسائیون کو کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب حضرت عیسیٰ کے حواریون سے زیادہ دل کے قوی۔ اور ایمان مین زیادہ پکے۔ اور اخلاص مین زیادہ ثابت۔ اور اپنے نبی کی حفاظت مین جان کے قربان کرنے والے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ ان تاریخی واقعات کو جسے منکرین اسلام تک مانتے ہین نہین مانتے۔ اور اسلام کے اون نتائج سے جس سے اوسکی عظمت اور صداقت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے انکار کرتے ہین۔

سر ولیم میور پھر اپنی کتاب لیف آف محمد مین جہان اونھون نے حضرت عیسیٰ کے حواریین اور مہاجرین و انصار کے حالات کا مقابلہ کیا ہے لکھتے ہین کہ "جس زمانے تک مقابلہ کرنا ممکن ہے اوس مین

تکلیفات کی برداشت کرنے اور دنیاوی لالچون کے قبول نکرنے مین دونو (حضرت مسیح اور آنحضرت) برابر ہین۔ لیکن محمد کے تیرہ برس کے موعظہ نے بمقابلہ کل زمانۂ زندگی مسیح کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر مین لوگون کی نظر مین بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسیح کے تمام پیرو خوف کی آہٹ معلوم ہوتے ہی بھاگ گئے۔ اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے اون بانسو آدمیون کے دل پر جنھون نے اونکو دیکھا تھا خواہ کیسا ہی گہرا اثر پیدا کیا ہو۔ مگر ظاہر مین اوسکا کچھ نتیجہ دکھائی نہین دیا۔ اونمین سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہین چھوڑا۔ اور نہ سیکڑون نے مسلمانون کیطرح بالاتفاق مہاجرت اختیار کی۔ اور نہ ویسا پرجوش ارادہ ہی کسی سے ظاہر ہوا۔ جیساکہ ایک غیر شہر (یثرب) کے نومسلمون نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے بچانے مین کیا۔"

یہ چند روایتین کہ اوپر ہمنے نقل کین وہ عام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کی نسبت تھین۔ اب ہم بالتفصیل اوس رائے کو بیان کرتے ہین جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کی نسبت سر ولیم میور نے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ کی نسبت وہ اپنی کتاب موسوم بہ ارلی خلافت مین یہ لکھتے ہین۔

"آخری دم تک ابوبکر کے دل و دماغ کی صفائی اور طاقت کا مطلع مکدر نہو نے پایا۔ جیساکہ ہم ذکر کر چکے ہین۔ انھون نے اپنی زندگی کے آخری دن باریابی دی۔ اور معاملات کی نازک صورت کو جانچکر عمر کو حکم فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے ایک دستہ فوج تیار کرکے جانب عراق روانہ کرین۔ بیماری کی حالت مین زندگی کی بے ثباتی اور ناپائداری نسبت کے متعلق ان اشعار کا مضمون اونکی زبان پر جاری رہا۔ (یہ ترجمہ سر ولیم میور کی کتاب سے انگریزی اشعار کا نظم مین کیا گیا ہے)

کون ایسا ہے یہان جو حشمت و مال متاع		اپنے وارث کو نہین جانا ہے چھوڑا انجام کار	
ایکدن اوس شخص کا بھی مال اڑا جائیگا		جسنے ہوکر بے خبر کی ہے بہت سی لوٹ مار	
لوٹکر آجاے گا اکدن سفر سے بالضرور		گر مسافر نے سفر کو ہی کیا ہے اختیار	

موت کے رستہ سے لیکن کوئی ممکن نہیں	سخت جان فرسا ہے اور ہیبت بھرا یہ رگذار

ایک شخص نے جو آپ کے بستر مرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کے کچھ اشعار مناسب حال پڑھے۔ آپ ناراض ہوے اور فرمانے لگے کہ ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ آخری کام جو اونھون نے کیا وہ یہ تھا کہ عمر کو اپنے پاس بلایا اور اونھین ایک طول طویل نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ یہ میری آخری وصیت ہے کہ درشتی اور سختی کو نرمی اور لینت کے ساتھ ملائے رکھنا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُنپر غشی کا عالم طاری ہونے لگا۔ اور نزع کے وقت کو قریب پہونچتا دیکھکر ان الفاظ کو زبان پر لاکر جان بحق تسلیم ہوے۔ یا اللہ اسیا کر کہ میں بچا مؤمن مرون۔ یا اللہ مجھے اُن لوگون کے گروہ مین اوٹھا جنکو تو نے برکت بخشی ہے۔

ابوبکر نے دو برس اور تین مہینے عہد حکومت کے بعد ۲۲۔ اگست ۶۳۴ء کو رحلت فرمائی۔ آپ کی خواہش کے بموجب غسل میت اونھین اونکی بی بی اسما اور آپکے بیٹے عبدالرحمن نے دیا۔ تکفین آپکی اونھین کپڑون مین ہوئی جو وفات کے وقت وہ پہنے ہوے تھے۔ کیونکہ اونھون نے فرمایا تھا کہ نئے کپڑے زندون کے لیے موزون ہین اور پرانے کپڑے جسم بے جان کے لیے جسے کرمونکا طعمہ ہونا ہے۔ جن اصحاب نے رسول اکرم کے جنازے کو کندھا دیا تھا وہی ابوبکر کے جنازہ بردار ہوے۔ اونھین اوسی مزار مین دفن کیا جسمین رسول اللہ آرام فرما تھے خلیفہ مغفور کا سر اپنے آقا کے بازو کے برابر تکیہ زن تھا۔ عمر نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جنازہ کو بہت دور جانا نہین تھا۔ صرف مسجد نبوی کا صحن طے کرنا تھا۔ کیونکہ ابوبکر نے اوسی مکان مین انتقال فرمایا جو رسول اللہ نے انکے رہنے کے لیے اپنے مکان کے سامنے تجویز فرمایا تھا۔ اور جہان سے مسجد نبوی کے کشادہ صحن پر نگاہ پڑتی تھی۔ ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانیکا اکثر حصہ اسی مکان مین بسر کیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد چھ مہینے تو البتہ پہلے کیطرح زیادہ تر مسجد مین

انکا قیام رہا جو مدینے کے نواح مین واقع ہے۔ یہان پر انکا مسکن ایک سادہ سا مکان تھا جو کھجور کے تختون سے پٹا تھا۔ اس مکان مین وہ اپنی بی بی حبیبہ کے اعزہ واقارب کے ساتھ رہتے تھے۔ حبیبہ سے انکی شادی اوسوقت ہوئی جبکہ وہ مدینے مین تشریف لائے تھے۔ انکی وفات پر انکی یہ بی بی حمل سے تھین اور کچھ تھوڑے عرصہ بعد انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

ہر صبح ابوبکر سوار ہوکر یا پیادہ پا مسجد نبوی کیطرف جہان رسول اللہ اپنی حین حیات مین فرمان روا رہے تشریف لیجاتے تھے تاکہ امور مملکت کو انجام دین۔ اور انکی غیر حاضری مین عمر انکے قائم مقام ہوتے تھے۔ ہان جمعہ کے دن جبکہ کوئی خطبہ یا وعظ کہنا ہوتا تھا تو وہ دوپہر تک گھر مین رہتے تھے۔ اس دن وہ اپنے سر اور داڑھی کو خضاب لگاتے تھے۔ اور لباس کے پہننے مین ذرا زیادہ احتیاط اور صفائی کو مدنظر رکھتے تھے۔ اس سیدھے سادے مکان مین اپنے اوائل عمر کی سادگی اور روکھی پھیکی طرز زندگی کو مرعی رکھا۔ گھر کی بکریون کے لیے چارہ آپ خود لاتے تھے۔ اور اونکا دودھ آپ خود دوہتے تھے۔ اول اول تو آپنے اپنی خانگی اخراجات کے کفالت کے لئے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا مگر جب آپکو معلوم ہوا کہ ایسا کرنے سے انتظام سلطنت مین فرق آتا ہے۔ آپ نے اور سب کاموں کو چھوڑ دیا اور اپنے گھر کے خرچ کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ کی رقم قبول کرنا منظور فرمالیا۔

چونکہ سنح مسجد نبوی سے بہت فاصلے پر واقع تھا اور مسجد نبوی مین رسول اللہ کے زمانہ سے سلطنت کے امور طے ہوتے چلے آتے تھے اس لیے آپ نے یہان نقل مکان کرلیا۔ اور ساتھ ہی بیت المال کو بھی یہین لے آئے۔ اسلام کا بیت المال اون دنون مین نہایت سادہ سا ہوتا تھا۔ نہ تو اوسکے لئے پہرہ اور چوکیدار کی ضرورت ہوتی تھی۔ نہ حساب کے دقت کی احتیاج۔ خراج کی آمدنی غربا مین تقسیم کردیجاتی تھی یا سامان جنگ اور اسلحہ پر صرف

ہوتی تھی مال غنیمت اور سونا چاندی خواہ وہ گانون سے آتا خواہ اور کہین سے آتے ہی یا آنیکے بعد دوسری صبحکو تقسیم کردیا جاتا۔ اس تقسیم مین سب کا حصہ برابر ہوتا تھا۔ نومسلم اور دیرینہ مسلم ذکور و اناث غلام و احرار سب مساوی حصہ کے مستحق تھے۔ بیت المال اسلام پر ہر مومن عرب کا ایک سا دعوی ہوتا تھا۔ جب کوئی یہ کہتا کہ اسلام پہلے قبول کرنیکے باعث مجھے ترجیح حاصل ہے اور اسلئے مجھے زیادہ حصہ ملنا چاہیے تو ابوبکر فرماتے کہ یہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ ہی اون لوگون کو جنھون نے ترجیح حاصل کی ہے دوسری دنیا مین نیک اجر عطا فرمائے گا۔ یہ انعام واکرام محض موجودہ زندگی سے علاقہ رکھتے ہین۔ آپکی وفات پر عمر نے بیت المال کو کھلوایا تو معلوم ہوا کہ صرف ایک دینار باقی ہے جو شاید باتفاق تھیلیون مین سے گر پڑا تھا۔ یہ دیکھکر سب کے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ اور اونھون نے آپ کے لئے دعاء مغفرت مانگی اور برکت بھیجی۔ آپ نے بیت المال مین سے جو کچھ بطور وظیفہ لیا تھا اُسے بھی آپکی کانشینس نے روا نہ رکھا۔ لہذا وفات کے وقت آپ نے حکم صادر فرمایا کہ بعض حصص اراضی جو میری ملکیت سے ہین فروخت کیجائین اور جو قیمت وصول ہو اوسمین سے بقدر اوس رقم کے جو مین نے بیت المال مین سے لیا ہے بیت المال مین واپس داخل کردیا جاے۔

ابوبکر کی طبیعت نہایت ہی حلیم اور نرم واقع ہوئی تھی۔ عمر کا قول تھا کہ ایسا اور کوئی شخص نہین جسپر لوگ اپنی جان اس شوق سے نثار کردینگے جیسی ابوبکر پر۔ آپ یہانتک نرم دل تھے کہ لوگون نے آپ کو "ٹھنڈی سانس بھرنے والا" کا خطاب دے رکھا تھا۔ باستثناء ایک دفعہ کے جبکہ آپنے ایک مفسد قزاق کو آگ مین جلوادیا اور جسکا آپ کو ہمیشہ افسوس رہا اور کوئی بے رحمی آپ سے کبھی ظہور مین نہین آئی۔

ابوبکر کی زندگی دربار مین بھی اسی سادگی اور قناعت کے رنگ مین رنگی ہوئی تھی جیسے حضرت محمد کی۔ آپ کے دربار پر یہ مصرع صادق آتا تھا ع گیرد ار حاجب در بان درین درگاہ نیست†

تزک و احتشام اور عظمت و شان جو درباروں کے ساتھ لازمی طور پر وابستہ ہوا کرتے ہیں انکے دربار میں نام کو نہ تھے۔ امور مملکت کے طے کرنے میں وہ نہایت مستعد اور سرگرم تھے۔ وہ اکثر راتوں کو اکیلے نکل جایا کرتے تاکہ محتاجوں اور ستم رسیدوں کی حاجت برآری اور شنوائی کریں۔ اور عمر نے ایکدفعہ انھیں ایک اندھی غریب بیوہ کا پرسان حال پایا جسکی حاجت برآری کے لئے خود تشریف لائے تھے۔ محکمۂ عدالت عمر کے سپرد کیا گیا۔ مگر روایت ہے کہ سال بھر کے عرصے میں مشکل سے دو مدعی بھی مقدمہ کے لئے نہیں آئے۔ ریاست کی مہر پر الفاظ نعم القادر اللہ کندہ تھے۔ خط و کتابت کا کام علی کے سپرد تھا۔ اور ابوبکر زید (رسول اللہ کے میر منشی اور جامع قرآن) اور عثمان سے یا کسی اور اہل قلم سے جو وقت پر پاس ہوتا مدد لیا کرتے تھے۔ اعلیٰ عہدوں اور اعلیٰ فوجی خدمتوں کے لئے اپنے نائبوں کے انتخاب میں آپ نے کبھی طرفداری یا رعایت کو مدنظر نہیں رکھا۔ اور چال چلن کے اندازہ لگانے میں انکی رائے ہمیشہ سلیم اور صائب ہوتی تھی۔

ابوبکر میں عزیمت اور استقلال کی کچھ کمی نہیں ہوتی تھی۔ اسامہ کے زیر کمان فوج روانہ کرنا اور مشرک قوموں کے برخلاف مدینے کو محفوظ رکھنا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ آپ تن تنہا تھے اور چاروں طرف گویا ایک کالی گھٹا چھا رہی تھی اوس جرأت اور عزم کا شاہد ہے جو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے اور بغاوت کے فرو کرنے میں بنسبت کسی بات کے زیادہ کارآمد ثابت ہوا ابوبکر کی قوت کا راز وہ ایمان راسخ تھا جو آپ حضرت محمد پر لائے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خلیفۂ خدا مت کہو میں رسول خدا کا خلیفہ ہوں۔ آپ کو ہمیشہ یہی سوال مدنظر رہتا تھا کہ حضرت محمد کا کیا حکم تھا؟ یا اسوقت وہ ہوتے تو کیا کرتے؟ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت وہ سرمو تجاوز نہ فرماتے تھے۔ اور اسطرح پر آپ نے شرک اور بت پرستی کو پامال کر دیا۔ اور اسلام کی بنیاد استوار قایم فرمائی۔ آپ کا عہد مختصر تھا مگر رسول اللہ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ

۱۲ اسلام کی تاریخ قانون

ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیئے۔ چونکہ ابوبکر کے دل مین رسول اکرم کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول اکرم کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے لہذا مین نے آپ کی حیات وصفات کے تذکرہ کے لیے کچھ جگہ زیادہ وقف کی ہے۔ اگر حضرت محمد کو ابتدا سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدتمند نہ بنا سکتے۔ جو نہ صرف دانا اور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی پسند بھی تھا۔ ابوبکر کو نفسانی عظمت و شوکت کا کبھی خیال نہین آیا۔ انھین شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور وہ بالکل خود مختار تھے مگر وہ اس طاقت و اقتدار کو صرف اسلام کی بہتری اور کافۂ انام کے فائدہ پہونچانے مین عمل مین لایا کئے۔ انکی ہوشمندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھائین۔ اور وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسیکو دھوکا نہ دے سکتے تھے۔" انتہی قولہ

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت سر ولیم میور یہ لکھتے ہین۔

"۲۶ ذی الحجہ ۲۳ سنہ ہجری کو عمر نے ساڑھے دس سال کی عہد حکومت کے بعد انتقال فرمایا۔ رسول اللہ کے بعد سلطنت اسلام مین سب سے بڑے شخص عمر تھے۔ کیونکہ یہ انھین کی دانائی و استقلال کا ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصے مین شام مصر اور فارس کے علاقے جنپر اوس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے تسخیر ہوگئے۔ ابوبکر نے مشرک اقوام کو مغلوب تو کر لیا تھا لیکن اونکے عہد مین افواج اسلام صرف شام کی سرحد تک ہی پہونچین تھین۔ عمر جب مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت انکے قبضہ مین صرف عرب تھا مگر جب آپنے انتقال فرمایا تو آپ ایک بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے جو فارس۔ مصر۔ شام۔ بانٹائن اپنے سلطنت کے بعض نہایت ہی زرخیز اور دلکشا صوبون پر مشتمل تھی۔ مگر باوجود ایسے عظیم الشان سلطنت کے فرمان روا ہونیکے آپ کو کبھی اپنی فراست اور قوت فیصلہ کی متانت کے میزان مین پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہین ہوئی۔ آپ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب سے اپنے آپ کو ملقب نہین کیا۔ دور دراز

صوبون سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چارون طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہان ہین حالانکہ شاہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس مین اونکے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔

عمر کی سوانح عمری کا نقشہ کھینچنے کے لیے صرف چند خطوط کی ضرورت ہے۔ سادگی اور پابندی فرائض انکے اصول کے اعلی ارکان تھے۔ اپنی اہم خدمت کے بجالانے مین کسیکی رعایت نرکھنا اور سرگرمی سے کام لینا آپ کا خاصہ ہوگیا تھا۔ اور اوس بڑی جوابدہی کا بار آپ کو ایسا گران معلوم ہوتا تھا کہ بسا اوقات آپ فرماتے کہ ع کاشکے مادر نزادے مرمرا + اے کاش بجاے اسکے مین گھانس کا تنکا ہوتا۔ آپ کا مزاج ناصبور اور جلد مشتعل ہوجانے والا تھا۔ اور ایام جوانی مین بلکہ رسول اللہ کی زندگی کے آخری حصہ مین بھی آپ انتقام کے سخت مؤید اور حامی خیال کیے جاتے تھے۔ تلوار کو نیام سے نکالنے کے لیے آپ ہر وقت طیار رہتے تھے۔ اور آپ ہی نے جنگ بدر کے خاتمے پر یہ صلاح دی تھی کہ تمام قیدیون کو تہ تیغ کیا جاے۔ لیکن عمر اور رتبہ نے انکے مزاج کی تندی اور درشتی کو مبدل بہ حلم کردیا تھا۔ عدل اور انصاف انمین بحد کمال تھا۔ اور سواے اُس سلوک کے جو آپ نے غیر فیاضانہ اشتعالات کے ساتھ خالد سے کیا اور وہ بھی اس لئے کہ آپ کو خالد کی وہ نامعقول حرکت جو اوس سے ایک مغلوب دشمن سے بدسلوکی کرنے مین سرزد ہوئی نہایت قابل نفرین معلوم ہوئی اور کسی ایسے فعل کا آپ سے ظہور مین آنے کا پتا نہین چلتا جس سے بے انصافی یا ظلم مترشح ہو۔

فوج کے سردارون اور گورنرون کا انتخاب آپنے بلاروورعایت کیا۔ اور مغیرہ اور عمار کو چھوڑکر باقی سب کا تقرر نہایت مناسب اور موزون ہوا۔ سلطنت کی متفرق قومین اور جماعتین جو مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد تھین آپکی قوت اور دیانت پر کامل بھروسہ رکھتی تھین۔ اور آپ کے تنومند بازو نے قانون کے قواعد کو جاری اور سلطنت کو نہایت عمدگی سے سنبھالے رکھا۔

بصرہ اور کوفہ کی مخاصمت آئین مقامات کے گورنرون کے تغیر و تبدل مین البتہ آپ کی کچھ کمزوری

ظاہر ہوتی ہے لیکن پھر بھی بدوؤں اور قریش کی متضاد دعاوی پر آپ نے ایک دباؤ ڈالے رکھا۔ اور انھوں نے اسلام میں آپ کی حین حیات میں کبھی فتنہ برپا کرنیکی جرأت نکی۔ صحابہ میں سے جو زیادہ ممتاز تھے انھیں آپ اپنے پاس مدینے میں رکھتے تھے۔ جسکی وجہ کچھ تو بلاشبہہ یہ تھی کہ صلاح ومشورہ سے آپ کو تقویت دیں اور کچھ اسلئے (جیسا کہ آپ کا قول تھا) کہ میں نہیں چاہتا کہ انکو اپنے سے کم رتبہ دیکر انکی شان وعزت میں فرق لاؤں۔

ہاتھ میں تازیانہ لیکر آپ مدینے کی گلیوں اور بازاروں میں پھرا کرتے۔ اور جو قصوروار ہوتا اوسے وہیں سزا دیتے یہ بات ضرب المثل ہوگئی تھی کہ عمر کا تازیانہ دوسرے کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر باایں ہمہ آپ نہایت نرم دل تھے۔ اور بے تعداد واقعات آپکے حلم اور مہربانی کے مذکور ہیں۔ مثلاً بیواؤں اور یتیموں کی حاجت براری کرنا۔ ایک مثال ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قحط کے سال میں عرب میں سفر کر رہے تھے۔ آپ کا گذر ایک غریب نادار عورت پر ہوا۔ جو بچوں کو لئے چولھے کے پاس بیٹھی تھی اور بچے بھوک کے مارے بلبلا رہے تھے۔ چولھے پر ایک خالی ہنڈیا بچوں کی تسلی کے لیے بیچاری عورت نے چڑھا رکھی تھی۔ عمر نے جب یہ دیکھا تو آپ بھاگتے ہوئے دوسرے گانون میں گئے گوشت اور روٹی لائے گوشت خود ہنڈیا میں چڑھایا اور خوب سا کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا اور انھیں ہنستا کھیلتا چھوڑ کر تب آگے روانہ ہوئے۔" انتہی قولہ

مجھے امید ہے کہ ناظرین حق پسند ان تحریروں کو دیکھکر تسلیم کرینگے کہ واقعات نے عیسائیوں تک کو اسلام کی تعریف اور صحابہ کرام کے مکارم اخلاق اور محامد اوصاف کے ظاہر کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ خود اسلام کے مدعی ان واقعات سے انکار کریں اور عموماً صحابہ کرام کو اسلام اور اخلاص سے بے بہرہ بتائیں افسوس انسان کیسا ہی دانشمند اور عالم ہو مگر مذہبی تعصب اور آبائی تقلید اوسکو سچی بات کے قبول کرنے اور کم سے کم اوسکے اقرار کرنے سے ہمیشہ مانع ہوتی ہے۔ آفتاب کو دیکھتے ہیں کہ روشن ہے مگر اوسکا اقرار

نہین کرتے۔ آنکھون پر کچھ ایسا پردہ پڑجاتا ہے کہ اوسے دیکھتے ہی نہین۔ بعینہ یہی حال حضرات امامیہ کا ہے کہ صحابہ کا اسلام اور اونکا اخلاص آفتاب نیمروز کیطرح روشن ہے۔ قرآن آواز بلند اوسکا اشتہار دے رہا ہے۔ اسلام کے دشمن تک اوسکی تصدیق کر رہے ہین۔ مگر وہ ہین کہ اپنے تعصب اور ضد پر قائم ہین۔ اور ایک لاکھ چودہ ہزار اصحاب نبوی کے مرتد اور منافق کہنے مین سرگرم بلکہ اوسپر نازان ہین۔

کیا اسلام کی بنیاد صرف اس بات سے مضبوط اور مستحکم مانی جاسکتی ہے کہ تیئیس برس کی مدت مین جو کوشش رسول خدا صلعم نے ایمان اور اخلاق کی تعلیم پر فرمائی۔ اور جس خدائی قوت اور آسمانی مدد سے آپنے لوگون کو ہدایت کی اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپنے اپنی وفات کے بعد قریب سوا لاکھ آدمیون کے اسلام کے نام لینے والے چھوڑے مگر اونمین چند غربیون کے سوائے چار آدمیون سے زیادہ کوئی سچا مسلمان اور دل سے مومن اور دل سے خدا اور رسول کا ماننے والا اور اونکے حکمون پر چلنے والا نہ تھا۔ باقی نہ صرف منافق اور ایمان سے بے بہرہ تھے بلکہ ایسے ظالم۔ سفاک۔ سنگدل۔ بے رحم تھے کہ آپکے وفات فرماتے ہی سب نے اپنی سردار کے گھر کو لوٹنا شروع کیا جسکے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی تھی۔ اور اوسکی اولاد پر ظلم و ستم کرنے لگے جن سے محبت رکھنا اور جنکی اطاعت کرنے کا اونھون نے بارہا اقرار اور دعوی کیا تھا۔ اور ظلم بھی ایسے کئے کہ کبھی چشم فلک نے نہ دیکھے تھے۔ اس قسم کے خیالات سے جو خود مسلمانون کا ایک فرقہ رکھتا ہے منکرین نبوت کو اس بات کے کہنے کا موقع ملیگا کہ رسالت کا مقصود صرف دنیاوی سلطنت کا قائم کرنا تھا اور لوٹ مار کی طمع اور امارت اور ریاست کی حرص نے ایک گروہ خود غرض بدنفس طماع اور حریصون کا اوسکے بانی کے اردگرد جمع کردیا تھا۔ اون ہزارون آدمیون کے دلون پر جو رات دن پیغمبر خدا صلعم کی صحبت مین رہتے تھے نہ قرآن کی تعلیم کا کچھ اثر ہوا تھا۔ نہ خدا کے رسول کے وعظ و نصیحت نے اونپر کچھ تاثیر کی تھی۔ نہ بانی اسلام اور اسلام کے ماننے والون مین کوئی رشتہ اخلاص و اطاعت اور ایمان اور محبت کا جیسا کہ کسی سچے پیغمبر اور اوسکے ایمان لانیوالون مین ہوتا ہے قائم تھا۔ بلکہ دونون

اپنے اغراض کے حاصل کرنے مین سرگرم اور مستعد تھے اور دو مختلف اور متناقض قوتین اپنے اپنے مقاصد کے پورا کرنے مین کام کرتی تھین - سردار تو یہ چاہتا تھا کہ جو سلطنت اور ریاست اوسکی قوت بازو سے قائم ہو وہ اوسکے گھر مین رہے کسی دوسرے کا اوسپر تسلط نہونے پاوے اور اوسکے ساتھی اس فکر مین تھے کہ اونکی محنت اور کوشش کا صلہ خود اونکو حاصل ہو اور ریاست کی مسند پر اپنے سردار کے بعد خود قابض ہون -

میرا یہ کہنا حقیقت مین نہ مبالغہ [redacted] شیعون کے عقائد پر بیجا الزام لگانا بلکہ اون واقعات اور حالات سے جنکو حضرات امامیہ سچ سمجھتے اور جن پر اونکے مذہب کی بنیاد قائم ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے - اونکے خیال کے موافق سوا اسکے اور کیا بات معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو بعثت کے روز سے وفات کے وقت تک یہ تھی کہ جناب امیر اونکے بعد خلیفہ ہون اور الی یوم القیام نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن دینی اور دنیاوی سلطنت پر اونھین کے خاندان کا قبضہ رہے چنانچہ شیعون کے اعتقاد کے موافق اس آرزو کو آپنے طرح طرح سے ظاہر کیا اور اسکے لئے کوئی دقیقہ سعی اور کوشش کا اوٹھا نہ رکھا - کوئی موقع خلوت مین اور جلوت مین سفر مین اور حضر مین صلح مین اور جنگ مین صحت مین اور بیماری مین - ایسا نہین چھوڑا جس مین اپنی یہ خواہش اشارۃ یا صراحۃ ظاہر نفرمائی ہو - اور خدا کے احکام اور اوسکے پیام اسکے متعلق نہ سنائے ہون - اور اس حکم کے ماننے والون کے فضائل اور اونکے لئے انواع واقسام کے ثواب - اور اوس سے عدول کرنے والونکے معائب اور اونکے واسطے طرح طرح کے عذاب بیان نکئے ہون - یہانتک کہ آخری کوشش آپکی وہ تھی جو خم غدیر مین ظاہر فرمائی کہ ایک لاکھ آدمیون کے مجمع مین اوسکا اعلان صاف صاف لفظون مین فرمادیا - اور جناب امیر کی امامت اور خلافت کا اشتہار دیکر سب سے اقرار لیا - اور اپنے سامنے اپنی جانشینی کو ہر طرح سے قوی اور مستحکم کردیا - چنانچہ اسپر مبارک سلامت کی آوازین بھی چارون طرف سے بلند ہوگئین اور خوشی کے شادیانے بھی بج گئے - مگر اللہ رے بغض ونفاق اور اتفاق صحابہ کا کہ تین چار آدمیون کے سوا ایک نے بھی

اوس کا خیال نرکھا - اور کسی نے بھی امیرالمومنین کی خلافت اور امامت کا جو اس نص و مشورے قائم کی گئی تھی اقرار نکیا - بلکہ آپکی آنکھ بند ہوتے ہی سب کے سب اوس عہدے پھر گئے - اور اوسپر غضب یہ ہے کہ اصل واقعہ کے واقع ہونے سے بھی ناواقفیت جتانے لگے - سب نے کچھ ایسا اتفاق کرلیا کہ گویا وہ مہتم بالشان واقعہ واقع ہی نہوا تھا - اور خم غدیر مین علی رؤس الاشہاد برسر منبر آپ نے اپنی جانشینی کا اعلان فرمایا ہی نہ تھا - اوس تمام واقعہ کی یادگار مین اگر کسیکی زبان پر کچھ باقی رہا تو صرف آپ کا یہ ارشاد کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اور اوس تمام تقریر مین اگر کسی نے اقرار کیا تو صرف آپ کے اس قول کا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اس کا مقصد اور ماحصل بیان کیا تو صرف یہ کہ اونسے محبت رکھنا اور اونکی خاطر داری کرنا چاہیے مگر اسپر بھی عمل نکیا - اور بجاے محبت کے کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگے - اور پرانے کینے اور گشتینی رنج کے بدلے لینے لگے - اور رسول خدا کی وصیت کو بھلا دیا - اور قرآن کو پس پشت ڈالدیا - اور جو عہد کئے تھے اونھین توڑ دیا - اور اسطرح سے وہ دین سے خارج اور اسلام سے باہر ہوگئے -

ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ایسی حالت مین رسالت اور شریعت پر کیا اطمینان رہے گا - اس لئے کہ یہی لوگ جنکے اخلاق اور خصائل ایسے برے تھے وہی اسلام کے ارکان تھے - اونھین کے سلسلہ سے ہمکو قرآن پہونچا - اونھین کے ذریعہ سے رسول خدا صلعم کے حالات ہمکو معلوم ہوے - اور اونھین کے وسیلہ سے وحی کا آنا اور جبرئیل ع کا نازل ہونا اور پیغمبر خدا صلعم کا ملکوتی صفات سے متصف ہونا ثابت ہوا - تو کیا تعجب ہے کہ ایسے بد دین اور بد اخلاق - ستم پیشہ - سفاک - ناخدا ترس - بدعہد - بد باطن - بد طینت - اور طماع اور حریص لوگون نے باہم سازش کرکے دنیا کمانے اور خلق خدا لوٹنے کے لئے کسیکو سردار بنالیا ہو - اور لوگون کو دھوکا دینے کے لیے اوسکے جھوٹے حالات مشہور کردیے ہون - اور اوسکے نام سے جھوٹے احکام جاری کیے اور جھوٹے قواعد و ضوابط بنائے ہون - اور لوگون کو

دام مین پھنسانے کے لئے اوسکی رسالت ونبوت کو شہرت دیدی ہو- اور قرآن کو چند لائق فصیح و بلیغ لوگون سے لکھوا کر اوسکی طرف منسوب کر دیا ہو کیونکہ جس گروہ کا یہ چال ہو کہ بداخلاقی کے علاوہ سازش مین بھی ایسے پکے ہون کہ جو بات عمر بھر اونکا شیوہ رہی بیان کرتا رہا- اور جسکے لئے ہمیشہ قرآن کا نازل ہونا بیان فرماتا رہا- اور جسکی تاکید سرّاً وجہراً ہمیشہ اونکا پیشوا کرتا رہا ہو- اور اپنی وفات سے چند روز پہلے اوسکا اعلان ستر ہزار یا ایک لاکھ چودہ ہزار آدمیون کے سامنے اس طور پر کر دیا ہو کہ زمین و آسمان- ملک و فلک- شجر و حجر- جن و انسان سب نے سنا ہو- اور نہایت فصیح و بلیغ اور پرزور اور پرجوش خطبے مین آخری حجت پوری کرنیکے لئے جانشینی کا مسئلہ پورے طور پر کر دیا ہو- اور سبکے سامنے خم غدیر مین اپنے جانشین کے خلافت کی بیعت بھی لے لی ہو- اور خدا نے آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کی مہر بھی خلافت کی سند پر کر دی ہو- باوجود اسکے ایسے متواتر اور غیر پوشیدہ رہنے والی باتکو اونھون نے چھپا ڈالا- اور اوسپر عمل کرنا بیک طرف اوسکے ہونے اور اوس واقعہ کے وقوع مین آنے ہی سے انکار کر دیا- اور ایسی امامت کی نسبت جو نہایت شد و مد کے ساتھ قائم کی گئی تھی نص جلی بلکہ نص خفی سے بھی منکر ہو گئے- تو ایسے لوگون سے جنکی سازش خلاف انسانی فطرت کے ہو اور جو ایسی متواتر اور مشہور بات کو جو ستر ہزار آدمیون کے سامنے ہوئی ہو پوشیدہ رکھ سکتے ہون کیا بعید ہے کہ اونھون نے رسالت کے نام سے ایک جھوٹا کارخانہ کھڑا کیا ہو- اور بے بنیاد باتونکو مشہور کر کے کسیکو رسول اور نبی بنالیا ہو- اور اگر ہم تسلیم بھی کرین کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اونسے بیزار تھے اور اونکے احکام و شریعت کے جاری کرنیوالے اونکے اہل بیت اور چند خاص لوگ تھے تو ایسے لوگ اتنے کم تھے کہ اونکی تعداد عشرات کے درجہ سے بھی زیادہ نہین تھی اور اونکے ذریعہ سے جو کچھ لوگون کو معلوم ہوا وہ نہایت قلیل گروہ پر محدود رہا- تمام دنیا مین جو اسلام پھیلا- اور جو حقیقت اسلام کی اور بانی اسلام کی لوگون کو معلوم ہوئی وہ اونھین لوگون کے ذریعہ سے جو مہاجرین و انصار اور اصحاب نبی کہلاتے تھے

ہم مین پورا یقین کامل کو دین مختار اور پورا آگاہی ہے

اور جسکا اونکی یہ کیفیت تھی کہ جو چاہتے وہ ظاہر کرتے۔ اور جو چاہتے وہ جاری کرتے۔ اور انمین سے چند لوگون کا رعب اب ایسا تھا کہ باقی تمام لوگ اونکی اطاعت کرتے یا اونکے دھوکے مین آجاتے تھے تو بسطرح اونسے یہ ہو سکا کہ اونھون نے بسبب حسد یا عداوت کے امیر المومنین کے امامت کی نص جلی کو چھپا ڈالا اور حقوق اہل بیت کے غصب کرنیکے لئے جھوٹی حدیثین بنا کر لوگون کو اپنا ساتھی کر لیا یہ بھی اونسے ہو سکتا تھا کہ شریعت کو بدل دیا ہو۔ اور جو کچھ پیغمبر نے فرمایا ہو اوسکے خلاف شہرت دی ہو۔ قرآن مین کمی و زیادتی کر دی ہو۔ نمازین بڑھا یا گھٹا دی ہون۔ حج و زکوۃ کے اصلی احکام چھپا کر اپنی مرضی کے موافق اور بنا دیے ہون۔ اور اگر یہ باتین جائز سمجھی جائین۔ اور کیونکر نہ جائز سمجھی جائین اسلئے کہ جن باتون کو ہم بالفرض والتسلیم بیان کرتے ہین شیعون کے عقائد مین داخل ہین۔ تو انجام اسکا سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شرع پر سے بالکل بھروسہ اوٹھ جائیگا اور اسلام کی کوئی بات بھی قابل وثوق اور یقین کے باقی نہ رہے گی۔

اگر حضرات شیعہ صحابہ کو بداخلاق اور مرتد سمجھکر اس نتیجہ پر راضی ہین تو خیر وہ جانین اور اونکا خدا مگر اسلام پر اعتقاد رکھنے والے کے بدن پر تو صرف اس خیال سے لرزہ آتا اور الحذر الحذر پکارتا۔ اور اسلام کے ساتھ ان خیالات کا جمع ہونا ناممکن سمجھتا ہے۔

تیسرا مقدمہ

فدک کے غصب کرنے اور جناب سیدۃ النساءؑ پر ظلم و ستم کرنے کی وہ روایتین صحیح مانی جائین جو اس باب مین حضرات امامیہ بیان فرماتے ہین تو اوس سے حضرت امیر المومنینؑ پر اور تمام بنی ہاشم پر بے حجابت اور عصبیت اور غیرت جمیت مین ضرب المثل تھے سخت الزام آتا ہے۔ اور اونکے مقابلہ بلکہ مقاتلہ کرنے اور نہایت عاجزی اور بیکسی سے تمام باتون کی برداشت کرنے پر حیرت ہوتی ہے اسلئے کہ جو ظلم و ستم حضرت سیدہ پر کئے گئے وہ کچھ معمولی نہ تھے۔ نہ اوسپر صبر و تحمل کرنا۔ شرعاً و عقلاً و اخلاقاً و عرفاً قابل ستایش تھا

بلکہ تا بہ امکان اوسکا روکنا اور مقابلہ کرنا واجبات مین سے تھا۔ اگر صرف فدک غصب کرلیا جاتا یا مال کو وہ پھین لیتے تو اوسپر صبر ہوسکتا تھا۔ مگر جبکہ حضرت سیدہ کو جسمانی ایذائین پہونچائین۔ انھین طمانچے لگائے۔ اور لاتین ماریں۔ اور محسن کو شہید کیا۔ اور بعد سیدہ کی وفات کے ام کلثوم کو غصب کیا۔ تو یہ وہ باتین ہین جنپر سکوت کرنا ہرگز جائز نہین ہوسکتا۔ اسکا جواب حضرات امامیہ چند طرح سے دیتے ہین۔ ایک یہ کہ جو کچھ آپنے عمل کیا اوسپر آپ مجبور تھے اس لئے کہ خدا کا یہی حکم تھا۔ اور آپ کو خدا کیطرف سے اسی بات کی وصیت تھی۔ اور وصیت بھی ایسی شدید اور سخت کہ آپ اوس سے انحراف نہین کرسکتے تھے۔ اسلئے کہ اصول کافی کلینی مین صریح روایت موجود ہے کہ جبرئیل ع خدا کیطرف سے ایک لکھا ہوا نامہ جسپر مہرین تھین اور جسکے ساتھ ملائکہ مقربین تھے آنحضرت صلعم کے پاس لائے اور کہا کہ اے محمد سب آدمیون کو باہر کردو اور سوائے تمھارے اور تمھارے وصی علی بن ابی طالب کے کوئی نرہے تاکہ وہ فرمان الٰہی ہم سے لین اور آپ کا وصی ہمین گواہ کرے۔ کہ آپنے وہ نامہ اونکو دیدیا اور وہ ضامن ہون کہ جو کچھ اوسمین لکھا ہوا ہے اوسپر عمل کرینگے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے سب لوگونکو باہر کردیا سوائے علی بن ابی طالب کے۔ اور حضرت فاطمہ پردے مین بیٹھی ہوئی تھین جب گھر اغیار سے خالی ہوگیا اوسوقت جبرئیل نے کہا کہ اے محمد آپ کا پروردگار آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ وہ نامہ ہے کہ جسکا شب معراج وغیرہ مین مین نے عہد کیا تھا اور آپ سے شرط کی تھی۔ اور اپنے ملائکہ کو اس بات پر گواہ کیا تھا گو کہ مین گواہی کے لیے کافی تھا۔ یہ الفاظ جبرئیل سے سنکر حضرت خوف الٰہی سے کانپنے لگے اور آپ کے بدن کے اعضا پر لرزہ پڑگیا۔ اور کہا کہ اے جبرئیل میرا خدا تمام نقصون سے سالم ہے۔ اور اوسنے اپنے عہد کو وفا کیا ہے۔ اب آپ وہ نامہ دیجیے۔ جبرئیل نے وہ نامہ آپکو دیا اور کہا کہ امیر المومنین ع کو حوالہ کردو۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوسکے موافق جناب امیر کو دیا اور فرمایا کہ پڑھو۔ حضرت امیر المومنین نے اوسے حرف بحرف پڑھا۔ تب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ خدا کا

عہد ہے اور اوسکی شرط ہے جو مجھ سے لی ہے اور اوسکی امانت ہے جو مجھے دی ہے اور مین نے اوسے
پہونچا دیا - اور جو کچھ امت کی خیر خواہی تھی اوسے عمل مین لایا - اور خدا کی رسالت ادا کی - حضرت امیر نے
بھی اسکی تصدیق کی - اور کہا کہ میرے کان اور آنکھ اور گوشت و خون اسپر گواہ ہین - جبریلؑ نے کہا کہ
مین بھی اون باتون کا گواہ ہون جو تم دونون نے کین - پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یا علی تمنے یہ وصیت
مجھ سے لی اور اوسے سمجھ لیا اور اسکی ضمانت کرتے ہو خدا کے واسطے کہ ایسا ہی کروگے - اور اس عہد پر
پورے پورے طور پر عمل آور رہوگے - حضرت امیر نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان
ہون مین اسکا ضامن ہون اور مین اقرار کرتا ہون کہ اوسپر عمل کرون گا اور خدا مجھے اوسپر عمل کرنیکی
یاری و توفیق دے - پھر رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی مین چاہتا ہون کہ اسپر تمسے گواہی لون کہ
جب قیامت کے دن تم میرے پاس آؤ تو وہ گواہ گواہی دین کہ مین نے تمپر حجت تمام کر دی حضرت
امیر نے فرمایا کہ جبریل و میکائیل ؑ اور یہ ملائکہ مقربین جو اسکے ساتھ آئے ہین اسپر گواہ ہین پھر خدا
نے اونکو گواہ کیا -

اور منجملہ اون باتون کے جن پر جبریلؑ نے خدا کیطرف سے آنحضرت سے شرط لی تھی یہ بھی
کہ اے علی اس بات کو قبول کرتے ہو اور اسپر عمل کروگے کہ جو خدا اور رسول کا دوست ہے اوس سے
دوستی کرنا اور جو اونکا دشمن ہے اوس سے دشمنی کرنا اور جو حق تمھارے چھینے جائین اور تمھارا خمس
غصب کیا جاے اور تمھاری حرمت ضائع کیجاے اون سب پر صبر کروگے اور غصہ نکروگے - جناب امیر
نے کہا ہان یا رسول اللہ پھر حضرت امیر نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جسنے خلائق کو پیدا کیا مین نے
جبریلؑ سے یہ سن لیا جو اونھون نے آپ سے کہا کہ انکو آپ آگاہ کردین کہ انکی حرمت کو برباد کرینگے
حالانکہ انکی حرمت حرمت خدا و رسول ہے - اور انکی ریش مبارک انکے سر کے خون سے رنگین
کرینگے - اور یہ کہکر حضرت امیر نے فرمایا کہ جب مین نے یہ کلمے جبریلؑ سے سنے تو مین بیہوش ہوگیا

اور مونہہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا کہ ہان یا رسول اللہ مین نے اسے قبول کیا اور مین راضی ہوا گو وہ میری حرمت کی ہتک کرین اور آپکی سنت کو معطل۔ اور خدا کی کتاب کو پارہ پارہ۔ اور کعبہ کو خراب۔ اور میری ڈاڑہی سر کے خون سے رنگین کرین۔ ہر حال مین صبر کرون گا اور اوسکے جزا کی امید سوائے پروردگار کے کسی سے نرکھون گا جب تک کہ مظلوم اوسکے پاس آون۔ پھر حضرت رسول خدا نے فاطمہ اور حسنین کو بلایا اور اونکو بھی آگاہ کیا جسطرح پر کہ حضرت امیر کو کیا تھا۔ اونھون نے بھی یہی جواب دیا۔ اسکے بعد وہ وصیت نامے پر بہشت کی مہرون سے مہر کی جسکو آگ نے بجھوایا تھا۔ اور پھر وہ مہر شدہ نامہ حضرت امیر کو سپرد کر دیا حضرت امام موسی بن جعفر جب یہانتک فرما چکے تو راوی نے پوچھا کہ آیا اوس وصیت مین یہ بھی لکھا تھا کہ منافقین خلافت کو غصب کرینگے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہان قسم خدا کی جو کچھ اونھون نے کیا سب اوسمین لکھا تھا کیا تمنے نہین سنا خدا کا یہ کلام اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ پھر رسول خدا نے کہا کہ اے علی و فاطمہ تم سمجھے جو مین نے تمسے کہا اور اوسے قبول کیا اور اوسپر عمل کروگے۔ اون دونون نے کہا بلی وصبرنا علی ماساءنا وغاظنا کہ ہان ہمنے قبول کیا اور صبر کرینگے جو کچھ کہ ہمکو ایذا پہونچے گی اور جو رنج دیا جاے گا۔

ہم اس جواب کو تسلیم کر لیتے اگر ہمکو اس کے خلاف کوئی عمل حضرت امیر المومنین اور جناب سیدہ کا معلوم نہوتا۔ مگر ہم دیکھتے ہین کہ ایک طرف تو حضرات ائمہ نے جناب امیر کے صبر و سکوت اور تحمل و برداشت کے درجے کو اعلی درجے پر پہونچانیکے لئے وصیت نامہ تحریری اور مہری خدا کا پیش کیا۔ اور اس سے گویا اون تمام جاہلانہ اعتراضات کے جواب دیدیے جو شقی ناصبی اپنی بیوقوفی اور جہالت سے کر سکتے تھے کہ حضرت امیر نے باوجود شجاعت اور عصبیت کے ایسے مظالم کو کیون جائز رکھا۔ اور بضعۂ رسول پر ایسی تکلیفین دیکھکر کیون سکوت اختیار کیا۔ اور دوسری طرف بعض مواقع پر

وہ روایتین بیان کی ہین جنسے گو شیر خدا کی حیدری صولت اور غضنفری سطوت اچھی طرح ثابت ہوتی ہے مگر خدا کا مہری دستخطی وصیت نامہ باطل ہوا جاتا ہے۔ اور مثل دیگر روایات کے اس قسم کی روایتون کا تناقض دیکھنے والے کو خلجان مین ڈالتا ہے۔

چنانچہ منجملہ اون روایات کے ایک یہ ہے کہ جب فدک سے ابو بکر صدیق نے حضرت فاطمہ کے کارندے کو موقوف کردیا اور اوسکی جگہ اشجع کو مقرر کیا۔ اس شخص نے رعایا کو ستایا اور وہ حضرت امیر کے پاس فریادی آئے حضرت امیر کو ایسا غصہ آیا کہ معہ چند عزیزون اور ہمراہیون کے وہان گئے اور اوسکو بلاکر قتل کرادیا اور خالد بن ولید سے اوسی موقع پر ایسی گفتگو کی کہ اونکے بدن پر لرزہ آگیا اور اونھون نے منت سماجت کرکے پیچھا چھوڑایا۔ اس موقع پر آپ نے نہ خلیفہ وقت کا خیال کیا نہ خالد سے جنگ ہونے کا اندیشہ فرمایا بلکہ اپنا ہاشمی دبدبہ اور قریشی جوش اور حیدری سطوت اور اسد اللہی ہیبت ایسی دکھائی کہ نہ صرف خالد بلکہ ابو بکر بھی دم بخود ہوگئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ جب علی فجر کی نماز مین مشغول ہون تم اونکو قتل کردینا مگر عین نماز مین سلام پھیرنے سے قبل ابو بکر نے کچھ سوچ سمجھکر خالد کو منع کردیا اور دوسرے موقع پر اس کام کو معمول رکھا اور جب ابو بکر سلام سے فارغ ہوے تو علی نے خالد سے کہا کہ کیا تم اوس کام کو پورا کرتے جو تم سے کہا گیا تھا اونھون نے کہا بلاشک آپ حضرت علی نے اپنی دونون اونگلیون سے ایسا دبایا کہ قریب تھا کہ اونکی آنکھین نکل پڑین مگر شفاعت سے لوگونکی آپ نے اونھین چھوڑ دیا۔ لیکن خالد ایک دوسرا موقع ڈھونڈتے اور چاہتے تھے کہ اگر علی اتفاقاً کہین ملجائین تو اونھین قتل کردین۔ اور آخر اونکو ایسا موقع ملا مگر شیر خدا نے خالد کی جس طرح اور جس طرح اونکو اپنے ارادے کی سزا دی وہ بحار الانوار اور ارشاد القلوب مین منقول ہے چونکہ اغلب قصے

کے نقل کرنیکے ناظرین اسکا لطف نہین اوٹھا سکتے اس لئے ہم اوسے بجنسہ بیان کرتے ہین۔ ملا باقر مجلسی کتاب
الفتن مین لکھتے ہین کہ ابوبکر نے ایک لشکر خالد کے ہمراہ کہمین کو روانہ کیا جب سب لوگ مدینے سے نکلکر باہر آگئے
خالد مسلح تھے اور اونکے آس پاس شجاع لوگ تھے جنکو حکم دیا گیا تھا کہ جو خالد کہمین وہ کرین اتنے مین خالد نے
حضرت علی کو دیکھا کہ اپنی زمین مزروعہ پر سے تنہا بے ہتھیار آرہے ہین۔ جب قریب پہونچے اوسوقت
خالد کے ہاتھ مین ایک لوہے کا گرز تھا۔ اونھون نے گرز اوٹھاکر حضرت علی کے سر پر مارنا چاہا لیکن حضرت
علی نے اونکے ہاتھ سے جھپین کر گردن مین خالد بن ولید کی لپیٹ دیا اور ہار کیطرح پہنا دیا۔ تب خالد ابوبکر
کے پاس لوٹکر آئے لوگون نے ہر چند اوسکے توڑنیکے ذریعے پیدا کئے لیکن نہ ٹوٹ سکا۔ اسکے بعد
بہت سے لوہارون کو بلایا اون سب نے کہا کہ بغیر آگ مین گلانے کے اسکا نکلنا ممکن نہین ہے اور اس سے
اونکے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ جب لوگون نے اونکی یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ حضرت علی ہی اس سے نجات
دیسکتے ہین جیسے اونھون نے انکی گردن مین اسکو ڈالدیا ہے۔ اوخدا نے تو انکے لئے لوہے کو نرم
کردیا ہے جیسے حضرت داؤد کے لئے نرم کردیا تھا۔ تب ابوبکر نے حضرت علی سے سفارش کی اور حضرت
علی نے ہاتھ سے پکڑکر گرز کا ایک ایک ٹکڑا الگ کردیا۔ (بحار الانوار صفحہ ۹۶)

ارشاد القلوب مین جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے۔ روایت ہے کہ ہم ابوبکر
کے پاس اونکے مانہ حکومت مین بیٹھے ہوے تھے اور دن خوب چڑھ گیا تھا دفعتہً خالد بن ولید مخزومی ایک
ایسے لشکر کے ساتھ آئے جسکا غبار بلند تھا اور بکثرت اوس لشکر کے گھوڑے ہن ہنا رہے تھے۔ کہ ایک
جگی کا پاٹ خالد کی گردن مین لپٹا ہوا ہے خالد سامنے آتے ہی اپنے گھوڑے سے اوترکر مسجد کے اندر
آگئے اور ابوبکر کے سامنے آکر کھڑے ہوے لوگون نے اپنی آنکھین اونکی طرف بلند کین کہ اوسکے
دیکھنے سے خوب معلوم ہوا۔ پھر خالد نے کہا اے ابوقحافہ کے بیٹے انصاف کر اس لئے کہ خدا نے تجکو ایسی جگہ
بٹھایا ہے جسکے تو لائق نہین ہے اس جگہ پر تو اسیطرح بلند ہوا ہے جیسے پانی پر مچھلی اوبھر آتی ہے وہ جھجھی

اوبھر لی تھے کہ جب اوسمین چلنے پھرنے کی طاقت نہین رہتی ... اسکے بعد خالد نے طائف سے اپنے لوٹنے کی کیفیت اور حضرت علی کے ملنے کی کیفیت کے بعد یہ بیان کیا کہ حضرت علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پر مارا اور مجکو گھوڑے سے نیچے اوتار لیا اور مجکو گھسیٹتے ہوے لیگئے ... اور حارث بن کلاہ ثقفی کی چکی منگائی اور اوسکا موٹا سا پاٹ اوٹھایا اور میری گردن کھینچکر دونون ہاتھون سے اوس پاٹ کو گردن مین لپیٹ دیا اور وہ ایسا لپٹتا جاتا تھا جیسے گرم کی ہوئی لاکھ - اور سب میرے ہمراہی کھڑے ہوے تھے اونسے کچھ نہو سکا خدا اونکو سزا دے - یہ حضرت علی کو ایسا دیکھتے تھے جیسے اپنے ملک الموت کو - اوسکی قسم جسنے آسمانون کو بغیر ستونون کے بلند کیا کہ قریب سو آدمیون کے بلکہ زیادہ نہایت مضبوط مضبوط عرب لوگ اس پاٹ کے علیحدہ کرنے کے لئے جمع ہوے تھے لیکن اونسے وہ جدا نہو سکا - تب لوگون کے عاجز ہونے سے معلوم ہوا کہ اونسے جادو کیا ہے یا اوسمین فرشتے کی قوت ہے - اسکے بعد ابوبکر نے عمر کو بلایا .... اور پھر قیس بن عبادہ انصاری کو اونسے چکی کے پاٹ جدا کرنیکے لئے بلایا مگر قیس سے بھی جدا نہو سکا .... اور خالد اوسی حالت سے کہ پاٹ اونکی گردن مین پڑا ہوا تھا مدتون تک مدینے مین پھرتے رہے - چند روز کے بعد پھر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علی ابھی سفر سے آئے ہین اونکی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہے اور چہرہ سرخ ہے - یسنکر ابوبکر نے اقرع بن سراقہ باہلی کو اور انشوش بن انیع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علی کو ہمارے پاس مسجد مین بلا لاؤ وہ دونون حضرت علی کے پاس گئے - اور پیام دیا کہ ابوبکر تمکو ایک خاص امر کے لئے بلاتے ہین جسکے سبب سے اونکو رنج ہے وہ چاہتے ہین کہ آپ مسجد نبوی مین اونکے پاس چلین حضرت علی نے اسکا کچھ جواب نہین دیا - اونھون نے کہا کہ آپ اوسکا کچھ جواب نہین دیتے جسکے لئے ہم آئے ہین - حضرت علی نے کہا کہ تمھارا بڑا طریقہ ہے مسافر پہلے اپنے مکان کو جاتا ہے پھر کسی سے ملتا ملاتا ہے - بہرحال وہ دونون حضرت علی کے پاس سے لوٹ آئے اور پھر ابوبکر ایک جماعت کے ساتھ حضرت علی کے مکان پر گئے اونمین خالد بن ولید بھی تھے - اونکو دیکھکر حضرت علی نے کہا کہ اے ابوسلیمان تمھاری گھر مین کیا عمدہ ہا رہے اور پھر اون دونون مین دیر تک گفتگو کدورت آمیز ہوتی رہی - .... تب ابوبکر نے کہا کہ ہم اس لئے نہین

آئے ہیں ہم تمسے کہتے ہیں کہ خالد کی گردن میں سے اس لوہے کو کھول لو اسکے بوجھ سے اُنکو تکلیف ہے اور اُنکے حلق پر اوسکا اثر ہو گیا ہے۔ اور تمنے تو اپنے سینے کی سوزش بجھالی ہے۔ حضرت علی نے کہا کہ اگر میں سینے کی سوزش بجھانا چاہتا تو تلوار میں ہماری کا پورا علاج تھا۔ اور یہ لوہا جو اوسکی گردن میں ہے میں اوسکو جدا نہیں کر سکتا۔ اسکو خالد خود جدا کریں یا تم لوگ اوسکو جدا کر لو۔ بہرحال بریدہ اسلمی اور عامر بن اشیع اور عمار وغیرہ نے التجا میں کیں لیکن کسی کا کہنا حضرت علی نے نہ مانا اور اخیر میں ابوبکر نے کہا کہ خدا کیواسطے اور اپنے بھائی مصطفی رسول اللہ صلعم کیواسطے خالد پر رحم کر کے یہ لوہا علیحدہ کر دو۔ جب اسطرح پر ابوبکر نے درخواست کی تو حضرت علی شرمندہ ہو گئے۔ کیونکہ اونمیں حیا بہت تھی۔ تب خالد کو اپنی طرف کھینچا اور اوس طوق کا ایک ٹکڑا توڑ کر اپنے ہاتھ پر لپیٹتے جاتے تھے وہ موم کیطرح لپٹتا جاتا تھا۔ پہلے ٹکڑے کو اونھوں نے خالد کے سر پر مارا اور پھر دوسرے کو جب اونکے سر پر مارا تو خالد نے کہا یا امیر المومنین حضرت علی نے کہا کہ تو نے ناخوشی سے اس لفظ کو کہا ہے اگر تو اسکو نہ کہتا تو میں تیسرے ٹکڑے کو تیرے نیچے سے نکالتا۔ اور وہ ایسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے یہانتک کہ سب کو کھول دیا۔ سب حاضرین تکبیر اور تہلیل کرنے لگے اور اونکی قوت سے سبکو تعجب ہوا۔

ایک اور موقع پر غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب امیر البرہ قاتل الکفرہ شیر خدا علی مرتضے وصیت کے خلاف اپنے چچا عباس کی حمایت میں اپنی ہاشمی قوت اور قریشی دبدبہ کھایا اور تلوار لیکر قتل و جہاد پر مستعد ہو گئے اور یہ وہ موقع ہے جب حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمر نے نکلوا دیا۔ اسلئے کہ جب جمعہ کی نماز کو وہ جایا کرتے تو اوس پرنالے کے پانی سے اونکے کپڑے خراب ہو جاتے۔ حالانکہ یہ پرنالہ بحکم خدا خاص آنحضرت صلعم نے لگا دیا تھا۔ حضرت عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمر نے اوسے پرنالے کو اوکھڑوا دیا ہے اور یہ بھی کہدیا ہے کہ اگر کوئی پھر اسے لگائیگا تو میں اوسکی گردن مار دونگا۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ پر تکیہ کیے ہوئے بیماری کی حالت میں لرزتے کانپتے

حضرت امیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مین دو آنکھین بر کہتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا صلعم اور دوسری باقی ہے یعنی تم - اور مین نہین گمان کرتا کہ تمھاری زندگی مین مین مصیبت مین پڑون - جناب امیر نے فرمایا کہ آپ آرام سے گھر مین تشریف رکھیے اور دیکھتے رہیے کہ کیا ہوتا ہے - یہ کہکر آپ نے قنبر کو حکم دیا یا قنبر علی بذی الفقار کہ اے قنبر ذوالفقار حاضر کرو - اور آپ ذوالفقار حمائل فرماکر اور چند آدمیون کو اپنے ساتھ لیکر مسجد مین تشریف لائے اور قنبر کو حکم دیا یا قنبر اصعد رد المیزاب الی مکانہ کہ اے قنبر چڑھ جاؤ اور میزاب کو اپنی جگہ پر لگا دو - قنبر نے ایسا ہی کیا اور پھر حضرت علی نے فرمایا وحق صاحب ھذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعتق الامر لہ بذلک ولاصلبنہ فی الشمس حتی یبقہ واکہ قسم کھاتا ہون صاحب قبر و منبر یعنی رسول خدا کی کہ اگر کسی نے اس ناله کو پھر اپنی جگہ سے نکالا تو مین اوسکی اور زیر حکم دینے والیکی گردن مار دون گا اور جلتی ہوی دھوپ مین صلیب پر چڑھا دونگا - یہ خبر عمر کو پہونچی وہ مسجد مین آئے اور دیکھا کہ میزاب پھر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے مگر دیکھکر کچھ نکر سکے اور ڈر کے مارے صرف یہ کہنے لگے کہ خدا نکرے کہ کوئی ابوالحسن کو غصے مین لائے - صبحکے وقت امیر المومنین نے حضرت عباس سے پوچھا - کیف اصبحت یا عم کہ آج کیسی گذری - اونھون نے جواب دیا کہ جب تک تم زندہ ہو مین چین و آرام سے ہون - اسپر جناب امیر نے فرمایا یا عم طب نفسا وقر عینا فواللہ لو خاصمنی اھل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ کہ اے چچا قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین اس میزاب کے معاملے مین مجھ سے جھگڑا کرین تو مین سب کا مقابلہ کرون اور سبکو مار دون آپ بے فکر رہیے - حضرت عباس نے آپکی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا جسکے تم مددگار رہو اوسے کیا غم ہے -

ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جسمین حضرت علی کے مقابلے و مقاتلے کے لئے آمادہ ہونا

بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہوگیا اور حضرت علی نے رات ہی مین آپکو دفن کر دیا اور سکی جھکو ابوبکر و عمر اور کچھ مہاجرین و انصار حضرت علی کے مکان پر آئے تاکہ جنازے کی نماز پڑھین مقداد بن اسود نے کہا کہ فاطمہ کو کل رات ہی مین دفن کر دیا۔ عمر نے ابوبکر کیطرف متوجہ کر کے کہا الم اقل لک انھم سیفعلون ذالک کہ مین نے تم سے نہین کہا تھا کہ یہ ایسا ہی کرینگے۔ عباس نے کہا کہ حضرت فاطمہ کی وصیت یہی تھی کہ تم اونپر نماز نہ پڑھو۔ عمر نے کہا کہ اے بنی ہاشم اپنے پرانے کینے تم نہین چھوڑتے۔ قسم خدا کی اگر ہم چاہین تو قبر سے نکال کر فاطمہ پر نماز پڑھین۔ یہ سنکر اسد اللہ غضب مین آئے اور فرمانے لگے واللہ لو رمت ذلک یا ابن ضحاک لاجعت الیک یمینک لئن سللت سیفی لاعملنہ دون ازھاق نفسک۔ کہ اے پسر ضحاک قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا ارادہ کرو تو پھر تم اپنے آپ کو بناؤ اس لیے کہ اگر مین تلوار نکالون تو جبتک تمھارا خون نہ بہالون پھر اوسے میان مین نکرون۔ عمر یہ سمجھکر کہ ضرور علی اپنی قسم پوری کرینگے چپ رہگئے اور کچھ نہ بولے۔ اور اسی خبر کو دوسرے طور پر لوں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ کو دفن کر دیا تو مہاجرین و انصار بقیع مین گئے وہان جالیس قبرین ایک قسم کی پائین اور انمین حضرت فاطمہ کی قبر پہچانی نجاتی تھی۔ اسمین بعضے کہنے لگے کہ ہم ان سب قبرون کو کھود کر فاطمہ کی نعش باہر نکالین گے اور نماز پڑھین گے۔ جب یہ خبر حضرت علی کو پہونچی تو آپ مثل شیر خشمناک گھر مین سے باہر آئے آپکی آنکھین غصے سے سرخ تھین اور گردن کی رگین پر خون۔ اور وہ زرد جامہ کہ خاص لڑائی کے دن آپ پہنا کرتے تھے پہنے ہوے اور ذوالفقار حمائل کئے ہوے بقیع مین تشریف لاے۔ لوگون نے یہ حالت دیکھکر ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھتے ہو کس جوش اور کس حالت سے علی آرہے ہین۔ اور قسم کھائی ہے کہ اگر کسی نے ایک پتھر کو بھی قبر سے اوٹھایا تو تمام جماعت کو از اوّل تا آخر قتل کر دونگا پھر جب عمر معہ اور لوگون کے آپکے سامنے آئے

تو عمر نے کہا کہ یا ابوالحسن آپکو کیا ہو گیا ہے ہمتو فاطمہ کو قبر سے نکال کر جنازے کی نماز ضرور پڑھین گے۔ آپ نے یہ سنکر عمر کیطرف ہاتھ بڑھایا اور اونکے کپڑے پکڑ کر اونکو ایسی جنبش دی کہ وہ زمین پر گر پڑے اور زمین پر گرا کر آپ نے کہا کہ اے سیاہ لونڈی کے بچے خلافت جو میرا حق تھا تمنے لے لیا اور مین کچھ نہ بولا اس خیال سے کہ لوگ مرتد ہو جائینگے۔ اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھینگے۔ لیکن قسم ہے اوسکی جسکے قبضے مین علی کی جان ہے کہ اگر تمنے فاطمہ کی قبر کو کھودنے کا ارادہ کیا تو زمین کو تم لوگون کے خون سے سیراب کر دونگا۔ اب اگر چاہتے ہو تو اچھا آگے بڑھو اور قبر کو ہاتھ لگاؤ۔ اسپر ابوبکر نے آگے بڑھکر آپ کو قسم دلائی کہ اے ابوالحسن آپ کو رسولخدا اور عرش کے پیدا کرنیوالے کی قسم ہے عمر کو چھوڑ دیجیے۔ ہم کوئی کام ایسا نکرینگے جو آپکے ناگوار خاطر ہو۔ اسپر جناب امیر نے اونکو چھوڑ دیا۔ اور لوگ چلے گئے اور علی اپنے گھر کو تشریف لے آئے۔

یہ روایتین اگرچہ جناب امیرالمومنین کی شجاعت اور ہمت اور غیرت اور حمیت اور اسد اللہی کی شان کے مطابق ہین اور اس سے آپ کا سطوت و جلال بلاشبہہ ثابت ہوتا ہے لیکن اوسکے ساتھ وصیت خدا کا بھیجا ہوا ہبا منثورا ہوا جاتا ہے اور وہ اقرار اور عہد جو جناب امیر نے رسول خدا سے کیا تھا اور جسپر جبریل و میکائیل اور ملائکہ مقربین کی گواہی ہوئی تھی کہ مین صبر کرونگا اگرچہ میری حرمت کو ہتک کرین اور میرا ننگ و ناموس برباد ہو اور خانہ کعبہ خراب کیا جاے باطل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ گو اون موقع پر جہان شرعاً و عقلاً غیظ و غضب ظاہر کرنیکی ضرورت تھی آپنے ایسا تحمل فرمایا جو انسانی طاقت سے باہر ہے مگر دوسرے موقعون پر جو بمقابل اوسکے نہایت ہی خفیف تھے آپ نے ایسی اسد اللہی دکھائی کہ زمین و آسمان مین لرزہ پڑ گیا۔ اور تمام مہاجرین و انصار کانپ اوٹھے۔ اور فقط غیظ و غضب اظہار ہی نہین کیا بلکہ بعض موقع پر ذوالفقار علی کے جوہر دکھانے اور خون کے بہانے سے بھی دریغ نہین فرمایا۔ یہ مختلف حالتین جناب امیر کی جو مختلف روایتون سے شیعون کی پائی جاتی ہین ہماری انسانی سمجھ سے باہر ہین۔ درحقیقت یہ اون اسرار امامت سے ہین جنکو نہ فرشتے سمجھ سکے نہ انبیاء اولوالعزم پھر دوسرے لوگ

کیونکر سمجھ سکتے ہین - ہم تو اگر کچھ سمجھ سکتے ہین تو صرف یہ روایتین محض بے بنیاد ہین اور ہر موقع اور ہر محل کے
مناسب بنالی گئی ہین - اور الف لیلہ کی کہانیون اور امیر حمزہ کی داستانون سے کچھ کم نہین ہین - اور اگر عقل کو
ذرا بھی دخل دیا جاے تو خدا اور اوسکے رسول اور ائمہ کی شان سے یہ تمام باتین نہایت بعید معلوم ہوتی ہین -
اور ہرگز قیاس مین نہین آتا کہ جس خدا نے پیغمبر خدا صلعم کو تبلیغ رسالت کے لئے مامور فرمایا ہو اور جس نے
صیانت اسلام اور حفاظت مسلمین کے لیے سیف و سنان سے کام لینے کا حکم دیا ہو وہ خلیفہ بلافصل اور وصی
رسول اور ابو الائمہ اور اسد اللہ کو تاکید پر تاکید کرے کہ خلفا کی مخالفت نکرنا اور وہ کیسے ہی ظلم و ستم
کرین یہانتک کہ اہل بیت نبوی کی ناموس برباد کرین خانہ کعبہ کو ڈھادین قرآن کو پارہ پارہ کرین مگر جون
نکرنا - اول تو اسلام کے اصول اور خدا کی عام ہدایتون اور رسولخدا کے طرز عمل اور امامت کے مقصود سے
اس وصیت کو کچھ مناسبت معلوم نہین ہوتی - بلکہ یہ وصیت سراسر اوسکے مخالف پائی جاتی ہے - اور بالفرض
اگر یہ وصیت صحیح ہو اور جس شان سے اور جس اہتمام سے وصیت نامہ بھیجا گیا جو کہ تنزیل قرآن سے بھی بڑھکر
ہے یعنی قرآن کی کوئی سورت یا ایک آیت نہ لکھی ہوئی نازل ہوئی نہ مہر شدہ - اور یہ وصیت نامہ اس اہتمام سے
بھیجا گیا کہ جبرئیل پر بھی خدا نے اطمینان نکیا شاید خیال کیا ہو کہ وہ کچھ بدل نہ دین لکھا لکھایا عرش سے
نازل کیا - اور اس لئے کہ کوئی کھول نہ لے اور قرآن کیطرح اوسمین تحریف نکردے اوسپر مہرین بھی جنت
کی لگائی گئین اور ملائکہ مقربین حفاظت کے لئے اوس کے ساتھ کئے گئے اور پیش کرنیکے وقت سوائے
وصی رسول کے تمام لوگ خواہ وہ اہل بیت ہی مین سے ہون ہٹا دیے گئے - اور بجز علی کے کوئی
حاضر نہ رکھا گیا - اور پھر اوسکی تمہید ایسی لفظون سے جبرئیل امین نے شروع کی کہ رسول خدا کانپ اوٹھے اور
ایک ایک جوڑ آپکے بدن کا ہلنے لگا - اور پھر جب علی مرتضی وصی رسول اور شیر خدا نے اوسے
سنا تو مارے دہشت اور خوف کے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہوگئے - اور خداوند تعالی کو اوس وصیت نامے
کی شدت اور سختی اور غیر ممکن التعمیل ہونے پر خود اس قدر خیال تھا کہ فقط رسول خدا کا کہدینا اور جناب امیر کا

اقرار کرلینا کافی نسمجھا بلکہ جبریلؑ و میکائیلؑ و ملائکہ مقربین کی اوسپر شہادت لی اور بغیر شہادت لئے اوس اقرار کے وفا کرنیکے عہد کو کافی نہ خیال کیا۔ جبکہ ایسے اہتمام سے اس وصیت نامے پر عہد لیا گیا اوسکی تعمیل غصب فدک اور غصب خلافت پر محدود رہی۔ اور دیگر مواقع پر اوسکا کچھ بھی خیال نہ رکھا گیا نہ وہ عہد پورا کیا گیا۔ عہد تو ایسا سخت تھا کہ غصہ کرنیکی بھی اجازت نہ تھی۔ اور بڑے سے بڑے واقعات پر چون وچرا کرنیکی ممانعت تھی۔ مگر کس آسانی سے خلاف اوسکے کرنا اور اوس عہد کا توڑنا بیان کیا جاتا ہے کہ خفیف سے خفیف معاملات پر نہ صرف اظہار غیظ و غضب پر جناب امیرؑ نے کفایت فرمائی بلکہ ذوالفقار علی سے بھی کام لیا اور کام لینے کا ڈر دکھایا اور اون عہود و مواثیق کا جن پر ملائکہ عرش بریں کی شہادت تھی کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہی کہ اس قسم کی روایتیں بیان کرنے اور ہر موقع کے لئے ایک داستان گڑھ لینے سے بجز مذہب کی ہنسی کرانے اور خدا اور رسولؐ پر تہمت لگانیکے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تناقض اور اختلاف ان روایتوں کا اس طرح پر اوکا کذب ظاہر کر دیتا ہے کہ دوسرے کو اوسکی تردید اور تکذیب کی وجہ پیش کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر یہ بات بھی خیال میں نہیں آتی کہ اوس وصیت نامہ کا مضمون کلاً یا جزاً کیونکر ظاہر ہوا اور کس طرح راویوں کو معلوم ہوا کہ اوس مہری اور دستخطی وصیت نامے کا یہ مضمون تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ اوسکے مضمون کا افشا کرنا بدعہدی تھا اور اسلیے یہ نہیں مانا جا سکتا کہ ائمہؑ نے کسی سے اوسکا ذکر کیا ہو۔ اسلیے کہ جیسا کہ روایت مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا یہ وصیت خود ایک راز سربستہ تھی اور اوسکے پوشیدہ رکھنے اور کسی پر ظاہر نہونے کے لئے خاص اہتمام خدا کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اول یہ کہ وہ لکھا ہوا تھا اور سوائے خدا کے کوئی دوسرا اوسکا لکھنے والا نہ تھا۔ دوسرے سربمہر تھا اور گو جبریلؑ امین اور ملائکہ مقربین اوسے لائے اور کوئی اندیشہ اوسکے مضمون کے ظاہر ہونے کا نہ تھا جسکے لئے مہر کی ضرورت ہوتی مگر مزید احتیاط سے اوسپر جنت کی مہر لگائی گئی تھی اور پھر جب جبریلؑ امین رسولخدا کے پاس پہونچے تو اسکو ہٹا دیا اور خدا کیطرف سے اول ہی یہ حکم سنایا کہ سوائے علی کے کوئی نہ رہنے پاوے

البتہ حضرت فاطمہ پس پردہ بیٹھی تھین اور اونسے بھی آخر یہ عہد لیا گیا تھا جبکہ ایسی پوشیدہ کارروائی اس وصیت نامے کے متعلق کیگئی تو اس وصیت نامے کا مضمون کسنے فاش کیا اور حضرات امامیہ تک کیونکر پہونچا۔ جناب امیر یا حضرت فاطمہ یا حسنین کی نسبت تو کوئی خیال بھی نہین کرسکتا کہ وہ ایسے سربمہر مکتوم اور وصیت مختوم کو کسی پر ظاہر کرین اور بعد اونکے یہ وصیت نامہ صرف ائمہ کرام کے ہاتھ مین رہا وہ بھی اوسکے اخفا پر ویسے ہی مامور تھے جیسے کہ جناب امیر۔ پھر امام موسی کاظم یا امام جعفر صادق نے کسی شخص سے گو وہ اونکے شیعیان خالص ہی مین سے کیون نہو کسطرح ظاہر کیا اور کیونکر ایسی غیر ممکنی گواہی۔ غرضکہ یہ روایت ایسی لطیف اور دلکش اور دل خوش کن ہے کہ جس پہلو کو اوسکے دیکھئے عجیب تماشا نظر آتا ہے۔ اور جس بات پر نظر کیجئے تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔

جناب امیر نے جس طرح پر اس وصیت نامے پر عمل کیا اوسکا حال تو ناظرین کو معلوم ہوگیا اب سنیے کہ جناب سیدہ نے کہ وہ بھی اوسکے عمل کرنے پر مامور تھین کسطرح پر تعمیل کی۔ اوسکا حال یہ ہے کہ کافی مین عبداللہ بن محمد جعفی نے امام باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ان دونون امامون نے فرمایا کہ جب ہوا جو کچھ ہونیوالا تھا تو حضرت فاطمہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ اے ابن خطاب اللہ اگر مجکو پسند نہوتا کہ بے گناہ بھی مصیبت مین پڑجائینگے تو مین خوب جانتی ہون کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھون گی تو وہ میری دعا ضرور قبول کریگا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس خیال نے کہ بے گناہ بھی عذاب مین مبتلا نہوجائین حضرت فاطمہ نے بددعا نہین کی۔ مگر صبر کے درجہ پر بھی قدم ثابت نہین رکھا اس لئے کہ غیر محرم کا گریبان پکڑ کر کھینچنا شان سے حضرت سیدہ کی نہایت بعید ہے اور اسیوجہ سے ہم اس روایت کو غلط کہسکتے ہین۔

ایک روایت مین اس سے بڑھکر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فریاد کے لیے مرقد مبارک پر پہونچین حضرت امیر نے سلمان سے کہا کہ جاؤ دختر محمد کی خبر لو مین دیکھتا ہون کہ مدینے کی دیوارین ہلنے لگی ہین اور اگر وہ بالون کو کھول اور گریبان کو پھاڑ کر رسول کی قبر پر فریاد کرینگی تو فوراً مدینہ معہ اوسکے رہنے والون کے زمین مین دھنس جائے گا۔ اور ان لوگون کو بالکل مہلت نہ ملے گی پس سلمان

فوراً اونکے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ حضرت امیر نے فرمایا ہے کہ آپ واپس جائین اور صبر کرین اور اس امت پر عذاب کی باعث نہ بنین - فاطمہ نے کہا کہ اگر اونھون نے کہا ہے تو اچھا مین لوٹی جاتی ہون اور صبر کرونگی - اور ایک دوسری روایت مین حضرت امام جعفر صادق سے یہ منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے اپنے سر کے بال کھولنے کا ارادہ کیا تو سلمان کہتے ہین کہ مین اونکے پاس موجود تھا اور بخدا مین نے دیکھا کہ مسجد کی دیوارین جڑ سے اوکھڑ گئین اور اتنی اونچی ہوگئین کہ اونکے نیچے سے آدمی گذر سکتا تھا پس مین اونکے پاس گیا اور کہنے لگا کہ سیدۂ من و خاتون من خدا نے تمھارے والد بزرگوار کو جملہ عالم کے لئے رحمت بنایا تھا تم سبب نزول عذاب مت بنو - اسپر حضرت فاطمہ مسجد سے باہر چلی گئین اور دیوارین اپنی جگہ پر آگئین دیوارون کے بلند ہوجانے اور اپنی جڑ چھوڑ دینے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آنے سے جو خاک اوڑی اوسکی گرد ہماری آنکون مین پہونچی فقط - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ نے اپنی طرف سے نہ صبر فرمایا اور نہ وصیت کا کچھ ذکر کیا اور نہ اوسکی رعایت کی بلکہ یا ترحم الناس یا حضرت علی کے کہنے یا سلمان کے عرض کرنے سے اپنے ارادے سے باز رہین اور لوگونکو ہلاک کرنے اور عذاب نازل کرنے کی دعا نکی - اگر وصیت کی روایت صحیح ہوتی تو جناب سیدہ خود ہی صبر فرماتین اور اس قسم کا ارادہ ہی نکرتین - یا وصیت کی یاد کرکے اس ارادہ سے باز رہتین - نہ کہ دیگر وجوہ سے -

علاوہ برین بعض روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی توصحابہ کا ظلم دیکھکر صبر کرچکے تھے اور محزون اور مظلوم بیٹھے رہتے تھے مگر حضرت فاطمہ اونکے اس سکوت اور خانہ نشینی کو اور اپنے حق طلب فرمانے کو پسند نکرتی تھین اور اسپر غصہ کیا کرتین - یہانتک کہ ایکروز ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت فاطمہ امیر المومنین سے اس بات پر رنج کا اظہار کررہی تھین کہ یکایک مؤذن نے اذان دی اور اشھد ان محمدا رسول اللہ کی آواز سنائی دی تو حضرت علی نے فاطمہ سے کہا ایسرک زوال ھذا النداء من الارض قالت لا قال فانہ لا اقول لک کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتی ہین کہ

یہ نام زبان پر نہ آوے اور یہ ندا سنائی نہ پڑے۔ حضرت فاطمہ نے کہا نہین تب آپ نے فرمایا کہ اسی کا تو مجھے خوف ہے کہ اگر مین اپنے حق کے لئے مقابلہ اور مقاتلہ کرون تو خوف ہے کہ یک بارگی سب آدمی مشرک ہو جاوین۔

اور سب سے بڑھکر وہ میت کی روایت کو جو چیز باطل کرتی ہے وہ جناب امیرالمومنین کا خطبہ شقشقیہ ہے اور یہ وہ خطبہ ہے جسکو امامیہ قرآن مجید کی برابر سمجھتے ہین اور اوسکی صحت مین شبہہ کرنا گویا قرآن مین شبہہ کرنا خیال کرتے ہین۔ اوسمین حضرت امیر فرماتے ہین اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ان ارتئی بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یہرم فیہا الکبیر ویشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتی یلقی ربہ فرایت ان الصبر علی ہاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی جسکا حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر نے خلافت لے لی باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ نظام خلافت کا مدار مجھپر ہے اور تمام علوم اور حکمتین اور تدبیرات اور تصرفات مجھ سے خلق پر ایسے نازل ہوتے ہین جسطرح کسی بلند پہاڑ سے پانی گرتا ہو۔ میرے کمالات کو کوئی پہونچ نہین سکتا۔ اور جب میرے اس درجے کو جانکر خلعت خلافت خود پہن لیا تو مین نے صبر کا جامہ پہنا اور اوسکی طلب سے ہاتھ کھینچا اور اوسکی طرف التفات نکیا کیونکہ مین نے اس معاملے مین خوب فکر کی اور اچھی طرح اسپر غور کیا کہ دو کامون مین سے مجھے ایک کام کرنا چاہیے یا تو کٹے ہوے ہاتھ سے حملہ کرنا یعنی بے معاون وناصر کے اوسسے مقابلہ کرنا یا صبر و شکیبائی اختیار کرکے چپ رہجانا۔ اور صبر بھی اوس تاریکی کی حالت پر جسمین امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہون اور لوگ قعر ضلالت مین مثل اندھون کے گر رہے ہون۔ اور نیز ایسے زمانے تک کہ جسمین جوان بوڈھا اور بچہ جوان ہو جاوے اور مومن رنج ومصیبت اوٹھاتا رہے یہانتک کہ اپنے خدا سے ملے۔ ان دو رایون پر

جب مین نے غور کیا تو مجھے بھی مناسب معلوم ہوا کہ اس شدت وظلمت مین صبر کرنا قرین عقل ہے اس لئے مین نے صبر کیا اور منازعت اور محاربے کو چھوڑا حالانکہ میری آنکھون مین خار کھٹکتا تھا اور یہ حالت دیکھکر میرا عیش منغص تھا۔

ملا فتح اللہ شرح فارسی نہج البلاغت مین فسدلت دونها ثوبا اور اوسکے بعد کے فقرونکے ترجمہ اور شرح مین لکھتے ہین کہ پس فروگذاشتم نزد آن خلافت جامۂ صبر را و دست از طلب آن بازداشتم و در نور دیدم ازان تہی گاہ را و یک جانب شدم یعنی اعراض نمودم ازان و اصلا التفات بجانب او نکردم و در ایستادم بفکر کردن در امر خود و جولان دادن فکر میان آنکہ حملہ آرم بدست بریدہ - این کنایت ست از عدم معاون و ناصر چہ در ملازمت او بیش از دوازدہ کس نبودند - یا صبر نمایم و شکیبائی پیشہ کنم بر ظلمتی کہ متصف بصفت کوری ست - و این کنایت ست از شدت التباس در امور خلافت یعنی یا شکیبائی ورزم بر تاریکی التباس امور خلافت کہ خلق آن مہتدی نمی شوند بجہ دلو اسطۂ آن در وادی ضلالت می افتند مثل کوری کہ آن راہ نبرند و در چاہ ہلاکت افتند - و آن چنان ظلمتی کہ بہ نہایت پیری میرسد مردان بزرگ سال بکمال پیری میرسد دران خورد سال بسبب عدم انتظام امور معاش - و تعب و رنج می کشند دران مومن بکمیت سعی و اجتہاد در حصول حق و دفع فساد و نمی رسد آن تا میرسد بہ پروردگار خود و چون حال برین منوال بود پس دیدم کہ صبر کردن درین شدت ظلمت اقرب ست بعقل و اولی و لایق ست آن بسبب انتظام اسلام بواسطۂ عدم معاون بکثرت معاند پس صبر کردم و ترک منازعت و محاربہ نمودم در حالتیکہ در چشم من خاشاک بود و غبار ازان ایذا می یافتم و تناذی می شدم و در گلو استخوان گرفتہ بود کہ ازان منغص بود عیش من - این ہر دو فقرہ کنایت اند از شدت غصہ و غم و مرارت صبر و الم انتہی بلفظہ۔

و ابن میثم بحرانی وطفقت بین ان اصول کی شرح مین فرماتے ہین بریدا نی جعلت اجیل الفکر الخ یعنی جناب امیر کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کی تدبیر مین مین نے اپنی رائے کو دو نقیضونکے درمیان پایا یا تو یہ کہ جو لوگ میرے سوا امامت کے غاصب ہین اونسے لڑون یا امامت کو چھوڑ دون اور ان

دونون باتون مین بڑا خطرہ دیکھا اس لئے کہ کٹے ہوے ہاتھ سے یعنی بے معاون ومعین کے مقابلہ کرنا جائز نہین کیونکہ اس مین علاوہ اپنے نفس کو ایذا دینے کے نظام مسلمین کو بے فائدہ تشویش مین ڈالنا ہے اور اوسکو چھوڑ دینے مین حق و باطل کی تمیز باقی نہین رہتی۔ اور معاملات کا التباس اور اختلاط مین پڑجانا اور اس کا دیکھنا نہایت تکلیف دہ ہے۔ پھر آپ نے اپنی ترجیح رائے کا اظہار دوسرے امر کے اختیار کرنے یعنی امامت سے صبر کرنے اور اوسکے چھوڑ دینے پر آپنے عقل سے فرمایا کہ امامت پر صبر کرنے کو مین نے زیادہ اچھا خیال کیا اور انتظام اسلام کے لئے زیادہ مناسب جانا تاکہ دین قائم رہے اور اوسکے قواعد قانون مستقیم پر جاری رہین اور ہر ہر خلق کا انتظام جو شارعین کا مقصود ہے بنا رہے اور بے یار و مددگار کے آپ کا لڑنا امامت کے قائم رہنے کے لئے مفید نہ تھا کیونکہ اگر لڑائی ہوتی تو اس سے مسلمانون کے امور پراگندہ ہو جاتے اور اونکی ایک بات بنی نہ رہتی اور اونمین فتنہ و فساد بڑھتا اسلیے کہ اسلام کی محبت اکثر لوگون کے دلون مین راسخ نہوئی تھی اور ابھی حلاوت اسلام سے وہ واقف نہوے تھے اور منافق اور اعدا اور مشرکین اپنی نہایت قوت کے ساتھ اقطار عالم اور مسلمانون مین موجود تھے تو با وجود ان حالات کے ملاحظہ کرنیکے امامت کے لئے لڑائی اور منازعت پر جسارت کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا اور صبر کرنا اور امامت کے لئے نہ لڑنا اگرچہ اسمین بھی آپکی رائے کے موافق دین کا خلل اور اپنے مقصود کے برخلاف تھا اسلئے کہ اگر آپ امامت پر قائم ہوتے تو انتظام قوام دین پوری طرح پر ہوتا مگر یہ خلل بہ نسبت اوس خلل کے جو امامت کے لئے لڑائی کرنے اور آپکی طلب امامت مین ہوتا کم ہے کیونکہ بعض برائی دوسری برائی سے آسان ہوتی ہے فقط ان الفاظ سے جو جناب امیر نے اس خطبہ مین فرمائے وصیت کی روایت کی پوری پوری تردید ہوتی ہے۔ اسلیے کہ آپ نے مقابلہ اور مقاتلہ سے اسلئے ہاتھ نہین اوٹھایا کہ اوسکے کرنیکی وصیت تھی اور نہ اس معاملے مین خلافت کے آپ کے لئے خدا کیطرف سے کوئی ہدایت تھی کیونکہ اس خطبہ مین آپ صاف صاف فرماتے ہین کہ مین نے دونو پہلو پر نظر کی اور دونو مین خرابیان پائین مگر ترک منازعت کو زیادہ آسان پایا اور مقابلے مین اسلام کی خرابی دیکھی اور اسلئے آسان تر خرابی

یعنی ترک منازعت کو اختیار کیا۔ پس یہ فیصلہ آپ نے صرف اپنی راے سے کیا اور جسطرح ایک دانشمند اور دوراندیش نیک طینت خیرخواہ خلق اور بے نفس و بے غرض آدمی معاملات کے ہر ایک جانب اور ہر ایک پہلو کو دیکھکر اہون اور اسہل چیز کو اختیار کرتا ہے۔ آپ نے بھی ترک مخالفت کو اختیار کیا اگر خدا کا حکم ہوتا اور آپ کے لئے کوئی خاص وصیت خدا کیطرف سے ہوتی تو پھر راے اور قیاس کو دخل دینے کی نہ ضرورت تھی اور نہ دخل دینا جائز تھا کیونکہ خدا کے حکم اور وصیت مین راے اور قیاس کا کیا کام ہے پس اس خطبے سے جسکو حضرات امامیہ معتبرین کلام جناب امیر کا سمجھتے ہین اور جسکے کسی ایک لفظ اور ایک حرف مین شک نہین رکھتے وصیت نامیکی روایت غلط ہونے مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آپکی خلافت ہونے سے انتظام دین زیادہ مستحکم ہوتا مگر دوسرون کے خلیفہ ہوجانے سے بھی انتظام اسلام کا قائم رہا اور لوگ مسلمانی پر ثابت قدم رہے اور منافقین اور اعدا اور مشرکین کی قوت کا اثر اسلام پر نہ پڑنے پایا۔

دوسری وجہ جناب امیر کے مقابلہ اور مقاتلہ نکرنے اور ہر طرح کے ظلم و ستم سہنے کی یہ بیان کیجاتی ہے کہ آپ کے اعوان و انصار نہ تھے۔ اور گو کوئی شخص کیسا ہی شجاع اور دلیر اور باہمت اور باغیرت ہو مگر اوسکا ساتھ دینے والے اور اوسکی اعانت و مدد کرنیوالے لوگ نہون تو اوس سے کچھ نہین ہوسکتا۔ اگر جناب امیر کے ساتھ دینے والے اہل بدر کی تعداد کی برابر بھی ہوتے تو آپ بلاشبہہ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے۔ اور وجہ معاون و انصار کے نہونیکی یہ ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اور سارے اصحاب پیغمبر خدا صلعم کے وفات پاتے ہی مرتد ہوگئے تھے۔ بحار الانوار مین رجال الکشی سے بروایت سدیر امام باقرؑ سے یہ روایت لکھی ہے کہ تمام آدمی بعد نبی کے مرتد ہوگئے الا تین شخص اور وہ مقداد بن اسود اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی تھے۔ ان تین مین عمار بن یاسر کا نام نہین ہے مگر ایک اور روایت مین خیر کو انکا نام بھی مرتدین سے خارج کیا گیا ہے۔ ابوبکر حضرمی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بجز تین شخصون سلمان ابوذر و مقداد کے سب مرتد ہوگئے تھے۔ مین نے کہا کہ عمار کا کیا حال ہوا تھا

اونھون نے جواب دیا کہ پہلے اونھون نے حق سے عدول کیا تھا لیکن پھر حق کیطرف رجوع کر گئے۔ بعد اسکے امام نے فرمایا کہ اگر تو ایسا شخص چاہتا ہے کہ جسنے بالکل شک نکیا ہو اور اوسکے دل مین کوی وسوسہ نہ آیا ہو تو صرف مقداد مین اور سلمان کے دل مین عارضی طور پر یہ بات آتی تھی کہ حضرت علی کے پاس اسم اعظم ہے اگر وہ اوسکو اپنی زبان سے نکالین تو سب مخالف زمین مین دھنس جائین اور یہ بات بھی ٹھیک تھی۔ پھر اسی روایت مین آگے چلکر یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد ابو ساسان انصاری اور ابو عمرہ اور شبیرہ تین آدمیون نے حضرت علی کیطرف رجوع کی غرضکہ جن لوگون نے حضرت امیرالمومنین کا حق پہچانا وہ سات آدمی تھے۔

(بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۴۶ و ۴۷) عبدالملک بن اعین سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے امام جعفر صادق سے صحابہ کے ارتداد کے متعلق سوال کرنا شروع کیا اور برابر سوال کرتا رہا یہانتک کہ مین نے آپ سے کہا کہ اس صورت مین تو سبھی ہلاک ہو گئے امام نے فرمایا ہان بخدا اے ابن اعین سب ہلاک ہو گئے۔ مین نے کہا کہ کیا جو شرق کے رہنے والے تھے وہ بھی اور جو غرب کے رہنے والے تھے وہ بھی ہلاک ہوے۔ آپنے جواب دیا کہ ہان خدا کی قسم سوائے تین کے سب ہلاک ہو گئے۔ لیکن بعد کو ابو ساسان اور عمار اور شبیرہ اور ابو عمرہ آملے تھے اور سب ملکر سات شخص ہو گئے تھے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعد بیعت ابوبکر کے مہاجرین و انصار نے جناب امیر سے بیعت کرنیکی خواہش ظاہر کی مگر ثابت قدم نرہے جیساکہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ بعد اسکے مہاجرین و انصار وغیرہ حضرت علی کے پاس آے اور کہا کہ آپ ہی امیرالمومنین ہین اور خلافت کے مستحق آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہین حضرت علی نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کل سر کے بال منڈوا کر میرے پاس آؤ مگر سوائے سلمان اور مقداد اور ابوذر کے کسی نے بال نہ منڈاے اور پھر دوسری مرتبہ آے اور بیعت کرنیکے لئے آمادگی ظاہر کی پھر حضرت نے وہی فرمایا اور پھر بھی اونھون نے اوسکی تعمیل نکی۔ راوی کہتا ہے کہ مین نے حضرت سے پوچھا کہ کیا عمار اون لوگون مین داخل نہ تھے جنھون نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی تھی فرمایا نہین پھر مین نے کہا کہ عمار بھی مرتدین مین

داخل ہین۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بعد اسکے حضرت علی کیطرف سے لڑے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ گو وہ اوسوقت مرتد ہوگئے تھے مگر پیچھے حضرت علی کے ساتھ دینے اونکی طرف سے لڑنے کے سبب اون کا ایمان قائم رہا۔

اور کافی مین ابو الہیثم بن تیہان سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علی نے مدینے مین لوگون کے سامنے ایک خطبہ پڑھا جسمین بعد حمد کے آنحضرت صلعم کے فضائل بیان کئے اور یہ فرمایا کہ آپ نے اپنی پیغمبری کا کام پورا کیا اور راہنمائی کے راستے مقرر کئے۔ اے لوگو جنکو فریب دیا گیا اور وہ فریب مین آگئے اور فریب دینے والیکے مکر کو پہچان گئے اور جان بوجھکر اوسی پر اڑے رہے اور ہوائے نفس کا اتباع کرتے رہے حق اونکے لئے ظاہر ہوا لیکن وہ اوس سے باز رہے اور کھلا ہوا راستہ اونکے سامنے تھا اور وہ اوس سے پھر گئے۔ اوس ذات کی قسم جسنے دانے کو اوگایا اور بچے کو پیدا کیا اگر تم علم کو معدن علم سے حاصل کرتے اور شیرین پانی پیتے اور نیکی کی توقع سے نیکی کا ذخیرہ کرتے اور صاف صاف راستے اختیار کرتے اور کھلے ہوے حق کے راستے پر چلتے تو صاف صاف راستے تمپر کھل جاتے اور تمھارے سامنے نشانیان ظاہر ہوجاتین اور اسلام تمھاری نظر مین روشن ہوجاتا۔ خوشی اور مزے سے تم کھاتے اور کوئی شخص تم مین سے تنگ حال نہوتا۔ اور کوئی مسلمان اور وہ شخص جس سے عہد کیا گیا ہوتا ستم رسیدہ نہوتا لیکن تم لوگ ظلم کے راستے پر چلے اس واسطے باوجود فراخی کے دنیا تمپر تاریک ہوگئی اور علم کے دروازے تمھارے سامنے سے بند ہوگئے۔ تمنے اپنی خواہشون سے گفتگو مین کین اور اپنے دین مین مختلف ہوگئے۔ اور بغیر علم کے دین الٰہی مین فتوی دیے اور کج طبع لوگون کا تمنے اتباع کیا اونھون نے تمکو گمراہ کردیا اور تم نے اماموں کا ساتھ چھوڑا اونھون نے تمھارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم عنقریب اپنی بوئی ہوی چیزون کو قطع کروگے اور اوسکی ناگواری معلوم کروگے جو تمنے گناہ کئے اونکا ناگوار مزہ چکھوگے قسم ہے اوس

ذات کی جسنے دانے کو اوگایا اور بچے کو پیدا کیا کہ بیشک تم جانتے ہو کہ مین تمھارا صاحب اور حاکم اور عالم ہون۔ مین وہ شخص ہون کہ تمھاری نجات میرے علم پر موقوف ہے۔ تمھارے پیغمبر سرور عالم صلعم کا وصی ہون تمھارے پروردگار نے مجکو منتخب کیا ہے۔ عنقریب آہستہ آہستہ وہ مصیبتین بیتر نازل ہونگی جنکا وعدہ کیا گیا ہے اور پہلی امتون پر وہ نازل ہوچکی ہین۔ واللہ اگر میرے پاس طالوت کے ساتھیون کی برابر یا اہل بدر کی تعداد کی برابر لوگ ہوتے تو مین تمکو تلوار سے ایسا مارتا کہ تم حق کیطرف سب رجوع کرتے اور صدق کیطرف متوجہ ہوتے اوسوقت مین بندوبست کرتا اور لطف اور نرمی سے کام لیتا۔ اے بارخدایا تو ہم مین حق بات کا فیصلہ کردے تو سب حاکمون مین بہتر ہے۔ اس خطبہ پڑھنے کے بعد حضرت علی مسجد کے باہر آئے اور اونکا گذر ایک بکریون کے گلے پر ہوا جسمین تیس بکریان تھین۔ تب حضرت علی نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بکریون کی تعداد کی برابر خدا و رسول کے خالص دوست ہوتے تو مین اکلۃ الذبان کے بیٹے (ابوبکر) کو حکومت سے نکال دیتا۔ پھر شام کیوقت تیس سو ساٹھ آدمیون نے مرجانے پر اونسے بیعت کی۔ حضرت علی نے کہا تم صبح کیوقت مقام احجار الزیت مین (نام مقام قریب مدینہ) سر منڈا کر آؤ۔ حضرت علی نے سر منڈالیا لیکن اون لوگون مین سے سوائے ابوذر اور مقداد اور حذیفہ اور عمار کے کسی اور کو سر منڈا ہوا نہ پایا۔ اخیر مین سب کے سلمان آئے۔ پھر حضرت علی نے اپنے دونون ہاتھ آسمان کیطرف اوٹھاکر کہا بارخدایا اون لوگون نے ہمکو کمزور پالیا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو ضعیف پالیا تھا بارخدایا تو اون چیزون کو بھی جانتا ہے جنکو ہم چھپاتے ہین اور اونکو بھی جنکو ہم ظاہر کرتے ہین کوئی چیز زمین و آسمان کی تجھپر مخفی نہین ہے تو مجکو اسلام پر موت دے اور نیک لوگون سے مجکو ملادے۔ قسم ہے بیت اللہ کی اور حج کے لئے بیابان مین نکلنے والیکی اور مزدلفہ کی کہ اگر مجکو اوس

عہد کا خیال نہوتا جو آنحضرت نے مجھ سے لیا تھا تو مین مخالفون کو موت کی خلیج تک پہونچا دیتا۔ اور مین اونپر موتکی بدلی موسلا دھار پانی برساتی ہوئی اور گرجتی ہوئی بھیجتا۔ اور بیشک بہت جلد اونکو معلوم ہو جاے گا"

عمرو بن ثابت سے روایت ہے کہ مین نے ابو عبد اللہ سے سنا کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا تو سب لوگ مرتد ہوگئے صرف تین مسلمان رہے سلمان مقداد اور ابو ذر۔ اور نیز روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد چالیس آدمی حضرت علی کے پاس آئے اونھون نے کہا واللہ ہم تمھارے بعد کسیکی کبھی اطاعت نکرینگے۔ حضرت علی نے کہا کیا وجہ۔ اونھون نے کہا کہ روز غدیر ہمنے تمھارے حقمین سنا ہے۔ حضرت علی نے کہا تم ایسا کروگے۔ اونھون نے کہا ہان۔ حضرت علی نے کہا تو کل تم میرے پاس سر منڈا کر آجاؤ۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ بجز ان تینون کے اور کوئی نہین آیا۔ ابو عبد اللہ کہتے ہین کہ عمار بن یاسر بعد ظہر کے آے تو اونکے سینے پر حضرت علی نے ہاتھ مارا اور فرمایا ابھی وقت نہین آیا کہ تم غفلت کی نیند سے جاگو۔ جاؤ مجکو تمھاری کچھ حاجت نہین ہے تمنے سر منڈانے مین تو میرا کہنا مانا نہین لوہے کے پہاڑون سے جنگ کرنے مین تم میرا کیا کہا مانوگے تم چلے جاؤ مجھے تمھاری کچھ حاجت نہین۔ ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے تین کے سب لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ مگر کافی مین ایک اور روایت ہے جو اسکے مخالف ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مرتد نہو جانیکے خیال سے حضرت علی نے اپنے حقوق کا دعوی نہین کیا اور ترحما للناس تمام مصائب اپنے اوپر گوارا کئے۔ زرارہ نے امام باقر سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب لوگون نے ابو بکر سے بیعت کرلی اور کیا جو کچھ کیا تو حضرت علی نے لوگون کو رحم دلی کی وجہ سے اپنی طرف نہین بلایا اونکو اندیشہ تھا کہ ایسا نہو کہ لوگ اسلام سے پھر جائین اور بت پرستی کرنے لگین اور کلمہ شہادت ترک کردین بلکہ آپکو یہی پسند ہوا کہ لوگ اسلام سے مرتد نہون اور اپنی حالت پر قائم رہین اس لئے جن لوگون نے

قصداً بیعت آپکی نہین کی تھی اور لوگونکی دیکھا دیکھی بغیر علم اور بغیر عداوت امیر المومنینؑ ابوبکر کی بیعت کرلی تھی وہ لوگ اس بیعت کی وجہ سے کافر نہین ہوسکتے۔ اور نہ دائرۂ اسلام سے نکل سکتے ہین اسیواسطے حضرت علی اپنی حالت کو چھپایا کئے اور باکراہ خود بھی بیعت کرلی۔ چونکہ یہ حدیث بالکل منافی اور مناقض احادیث سابقہ کے ہے کیونکہ اونسے تمام مسلمانونکا مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حدیث سے حضرت علی کا دعوی نکرنا اور مقابلہ نفرمانا صرف اس خیال سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اندیشہ تھا کہ ایسا کرنے سے لوگ مرتد ہوجائینگے۔ اس لیے جناب ملا باقر مجلسی اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہین کہ اسلام سے مرتد نہونے کے معنی یہ ہین کہ ظاہرا اسلام کی پابندی کرین اور کلمۂ شہادت پڑھتے رہین۔ اس لئے کہ امت کی بھلائی اسی مین تھی کہ وہ اسلام پر باقی رہین۔ تاکہ مدتون کے بعد اونکو یا اونکی اولاد کو حق کے قبول کرنے اور ایمان مین داخل ہونے کا موقع مل سکے۔ اِس صورت مین یہ قول اوس قول کے منافی نہین ہے کہ صرف تین ہی آدمی ارتداد سے بچ گئے تھے۔ اِس لئے کہ مرتد ہونیکے وہان یہ معنی ہین کہ اونھون نے عموما دین کو فی الحقیقت چھوڑ دیا تھا اور یہان اِسکے معنی یہ ہین کہ اونمین اسلام کی صورت باقی تھی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی کے لحاظ سے کافرونکے حکم مین داخل تھے۔ اور یہ بھی اون لوگون کے لئے ہے جنھون نے حضرت علی کی امامت کے نص کو نسنا ہو اور اوسے حضرت علی سے بغض و عداوت نہو۔ مگر جس شخص نے ان باتونمین سے کوئی ایک بات بھی کی وہ گویا پیغمبر کے قول کا منکر ہوگیا۔ اور ظاہر مین بھی کافر اور کوئی حکم احکام اسلام کا اوسکے لئے باقی نرہا اور وہ واجب القتل ہے۔

جناب عمدۃ المتکلمین مزبدۃ المتاخرین مولوی سید حامد حسین صاحب استقصا کی جلد دوم مین بھی اسی کی تائید کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ حدیث ارتداد الصحابۃ کلھم الا ثلاثۃ و امثالہ ہرگز اہل حق محمول بر ردت شرعی و کفر ظاہری نمی سازند چنانچہ در عبارت بحار کہ آنفا منقول شد صریح

مذکور ست کہ مراد از ارتداد درین احادیث ارتداد دینی واقعست یعنی نہ ارتداد از دین ورظاہر بالجملہ
مراد از ارتداد در امثال این احادیث ارتداد بمعنی عام ست کہ منافی اسلام ظاہری نیست و در معنی عام ارتداد
ہمہ ہا داخل می توانند شد ہم مرتدین شرعی و ہم کسانیکہ بر اسلام ظاہری باقی ماندند و از ایمان بدر رفتند۔
پھر آگے اسکے مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہین کہ و توضیح مقام این ست کہ ارتداد را دو معنی ست
یکی عام و یکی خاص۔ اما ارتداد عام پس بمعنی لغوی ست یعنی برگشتن از چیزی و این معنی شامل ست جمیع
انواع ارتداد را۔ خواہ ارتداد از اسلام باشد خواہ ارتداد از ایمان۔ خواہ ارتداد از اخلاق حسنہ و
عادات جمیلہ و امثال ذلک۔ و اما ارتداد خاص پس ارتداد شرعی ست یعنی برگشتن از اسلام و اختیار
کردن کفر کہ موجب جریان احکام کفار در دار دنیا بر صاحب آن تواند شد۔ اور اسکے بعد جناب
ممدوح نے خلفاء ثلثہ کی نسبت دونو قسم کے ارتداد کا دعوی کیا ہے اور فرمایا ہے فان
کفرھم و ارتدادھم واضح لاستریۃ فیہ
غرضکہ حضرات امامیہ نے ارتداد کی دو قسمین کی ہین ارتداد حقیقی یعنی ظاہراً و باطناً
مرتد ہوجانا اسمین خلفاء ثلثہ کو نعوذ باللہ من ذلک اور سامعین نص کو شریک کیا ہے۔
اور دوسری ارتداد باطنی یعنی بظاہر اسلام پر قائم رہنا اور اسمین اون لوگونکو داخل کیا ہے
جنھون نے بغیر علم اور بغیر عداوت جناب امیر کے دھوکے مین آکر یا اور لوگونکی دیکھا دیکھی
خلفاء ثلثہ کی بیعت کی اور پھر اس قسم کے لوگونکو جبکہ وہ شریک جناب امیر کے ہوگئے مسلمانون
اور مومنین مین داخل کرلیا ہے۔ اوّل تو یہ تقسیم ہماری سمجھ مین نہین آتی اس لئے کہ ارتداد اصلی یہ ہے
کہ خدا اور اوسکے رسول اور ما جاء بہ النبی سے انکار کیا جاے اور ایسا انکار صحابہ کی نسبت ثابت
نہین خصوصاً خلفاء ثلثہ رضہ۔ اور اونکے اعوان و انصار کی نسبت۔ اس لئے کہ اونکے اسلام ظاہری
پر قائم رہنے کی تصدیق خود حضرات امامیہ کے اکثر اقوال سے ہوتی ہے جیساکہ علم الہدی صاحب

منتہی کے جواب مین لکھتے ہین کہ یہ کہنا قاضی کا کہ جسطرح امام حسین نے یزید سے مخالفت کی اور اوسکی برائیان ظاہر کین جناب امیر کو بھی چاہیے تھا کہ اپنے مخالفین سے مخالفت کرتے اور نکیر یعنی اعتراض اور انکا اظہار کرتے اور لوگونکو اوسکے خلاف مین برانگیختہ فرماتے۔ بعید از صواب ہے اس لئے کہ جو خوف یزید سے تھا مثل اوس خوف کے نہین تھا جو خلفا سے کیا جاتا اس لئے کہ یزید فسق و فجور کا اعلان کرتا اور دینداری سے بے پروا تھا اور سب جانتے تھے کہ اوسمین امامت اور خلافت کی قابلیت نہین ہے۔ اور کوئی شرط شرائط امامت مین سے اوسمین پائی نہین جاتی۔ بخلاف خوف کرنیکے ایسے شخص سے جو بزرگ اور مقدم قوم ہوا اور حسن ظاہر مین متصف اور جم غفیر اوسے امامت کے لائق جانتے ہون بلکہ اوسکے رتبے کو خلافت سے بڑھکر سمجھتے ہون پس قیاس ایک کا دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ اس بین جناب علم الہدی نے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت ان باتون کو تسلیم کیا ہے کہ وہ مقدم اور اعظم قوم تھے اور جسمین ظاہر متصف اور امامت کو لوگ اونکے رتبے سے کم سمجھتے تھے چنانچہ اونکے الفاظ یہ ہین وکیف یکون الخوف من مظہر الفسق والخلاعۃ ولا شبہۃ فی ان امامتہ ممکنۃ وغلبۃ وانہ لا شرط من شرائط الامامۃ فیہ کالخوف من مقدم معظم جمیل الظاہر یری اکثر الامۃ ان الامامۃ دونہ وانہا ادنی منازلہ وما الجمع بین الامرین الا کالجامع بین الضدین اور محقق جبلانی فتح السبل مین لکھتے ہین کہ سبب دیگر در تقویت حسن ظن مردم بعاقدین بیعت آن شد کہ آنہا نفوس خود را از اموال باز داشتند و شیوۂ زہد در دنیا پیش گرفتند و رغبت بدنیا و زینت آن را ترک کردند و قناعت بقلیل و اکل خشن و لباس کرباس ملک خود ساختند در حالتیکہ اموال برای ایشان حاصل و دنیا رو کردہ بود و آن را در میان قوم قسمت می کردند و خود را بآن اصلا آلودہ نمی کردند پس دلہای مردم بایشان مائل شد و ایشان را دوست داشتند و ظنون مردم بایشان

نیک شد و ہر کس را کہ دربارۂ ایشان شبہہ در خاطر بود یا توقفی داشت با خود گفت کہ اگر ایشان بہوائے
نفس مخالفت نفس پیغمبر کردہ بودند بایست اہل دنیا باشند و ترک اموال ولذات نکنند تا خسران دنیا و
آخرت ہر دو برای ایشان نباشد و اینہا اہل عقل و رای صحیح اند چگونہ خسران دنیا و عقبی ہر دو را پسندیدہ
باشند پس فعل ایشان صحیحست و کسی را شکی در صلاح ایشان باقی نماند و اعتقاد بولایت ایشان کند
و افعال ایشان پسندیدہ اند انتہی بلفظہ پس یہ تو کہا نہین جا سکتا کہ خلفا اور اونکے اعوان و انصار نے
اسلام کو بالکل ترک کر دیا کہ وہ خدا و رسول کے منکر ہو گئے ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ امامت
جو حق علی مرتضی کا تھا وہ اونکو ندی اور نہ صرف منکر امامت بلکہ غاصب امامت ہو گئے۔
اس لحاظ سے اونکو شیعہ اپنی اصطلاحی ارتداد کے مطابق مرتد کہین تو کہین۔ مگر یہ سمجھ مین نہین
آتا کہ دوسرے صحابی جنکی تعداد ہزارون سے کچھ کم نہ تھی اور جو جناب امیر کے زمانے مین
اونکے شریک ہوے کیون شروع مین علی مرتضی سے پھر گئے اور اونکی اعانت اور مدد نکی
اگر یہ کہا جاے کہ وہ دھوکے مین آگئے تو یہ بات سمجھ مین نہین آتی اسلئے کہ حضرت علی کی امامت
کا معاملہ پیغمبر خدا صلعم نے اس اعلان کے ساتھ طے کیا تھا اور اوسکا اس خوبی سے اشتہار دیا
تھا کہ کسیکو کوی موقع عذر کا یا دھوکے مین آنیکا باقی نرہا تھا۔ خم غدیر مین صاف صاف بلفظون
مین ستر ہزار آدمیون کے سامنے آپ نے علی کو امام بنایا اور اونکو اپنا ولی عہد کیا اور سب سے
بیعت لی اور سب نے مبارکباد دی۔ اور پھر پیغمبر خدا صلعم نے اس عہد پر قائم رہنے والون کے
درجے ثواب کے اور اس سے پھر جانے والون کے عذاب جو خدا نے مقرر کئے ہین وہ بھی
صاف صاف بتا دیے اور مثل خدا پر ایمان لانے اور اوسے معبود مطلق سمجھنے کے امامت کے
مسئلے کو بھی اسلام اور ایمان کے لئے لازمی قرار دیا۔ ایسی صورت مین سوائے دیوانون اور بے سمجھ
بچون کے کوئی جاہل اور بدوی بھی دھوکے مین نہین آسکتا تھا۔ نہ ایسی نص جلی اور خبر متواتر

بلکہ مشاہدے سے انکار کرسکتا تھا۔ بجز اون لوگون کے جنکو ایمان اور اسلام سے بہرہ نہو۔ اور جنکو حرص دنیا نے غصب خلافت پر آمادہ کیا ہو یا اون غاصبون کے ساتھ دینے کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہون اور ان تمام صورتونمین جسطرح پر خلفا اور اونکے معاون و انصار مطابق اصول شیعون کے دائرہ اسلام سے خارج ہین اسیطرح پر تمام صحابہ اور سارے مسلمان جنھون نے خلفا کا ساتھ دیا اور اونکی خلافت پر بیعت کی اور کسی کا کوئی عذر مقبول نہین ہوسکتا۔ اس لئے کہ اگر اونھون نے نص بھی سنی ہوتی تاہم جناب امیر نے علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت کا دعوی کیا اور خلفا کو غاصب اور ظالم ٹھہرایا اور سب سے اعانت و مدد مانگی اور حسنین اور فاطمہ کو لئے لئے گھر گھر پھرا کئے۔ کوئی دقیقہ اپنے حق کے مطالبے کا بقول شیعون کے باقی نہین رکھا۔ ایسی صورتمین کسیکو دھوکے مین آنے کا موقع باقی نہ تھا اور نہ اونکا یہ عذر سماعت ہوسکتا ہے۔ اور بالفرض اگر خلافت اولی مین دھوکے سے بیعت کرلینے کا عذر قبول بھی کیا جاے تو دوسری اور تیسری خلافت مین غاصبین خلافت سے بیعت کرنی اور اونکی خلافت ماننے کے لئے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ بجز اسکے کہ تمام مہاجرین اور کل مومنین و مسلمین اوس زمانے کے سوائے تین کے مرتد قرار دیے جائین مطابق اصول شیعون کے کسیطرح اونکا اسلام ثابت نہین ہوسکتا۔ اور اسلئے اگر حضرات امامیہ اس دعوے پر ثابت قدم رہتے اور سب صحابہ کو سوائے تین چار کے خواص ہون یا عوام مکی ہون یا مدنی حضری ہون یا بدوی مرتد مانتے اور کسیکو کسی عذر سے خارج نکرتے تو بھی مقابلہ اور مقاتلہ نکرنے اور ظلم و ستم سہنے کی وجہ کچھ خیال مین آتی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس بات پر بھی تو حضرات امامیہ ثابت قدم نہین رہتے بلکہ اپنی شوکت اور اپنے مذہب کے حامیونکی کثرت اور عظمت دکھانیکے لئے وہ وہ آیتین بیان کرتے ہین جس سے یہ تمام اقوال باطل ہوجاتے ہین اور اون لوگونکی جو اسلام اور ایمان پر ثابت قدم رہے بہت بڑی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ اور نیز بہت سے قبیلے حامی اور مددگار حضرت

علی کے پائے جاتے ہین۔

چنانچہ ریاض السالکین شرح صحیفۂ سجادیہ مین صدرالدین حسینی روضہ چہارم مین جہان ذکر حضرت امام زین العابدین کی اوس دعا کا ہے جو آپ نے اصحاب رسول پر کی ہے لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی موجود تھے۔ اور بحوالہ کتاب الخصال رئیس المحدثین کے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہین کہ بارہ ہزار اصحاب پیغمبر کے جنمین سے آٹھ ہزار مدنی اور دو ہزار غیر مدنی اور دو ہزار طلقا مین سے ایسے تھے جنمین نہ کوئی قدری تھا نہ خارجی نہ معتزلی نہ صاحب الرائے۔ رات دن رویا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قبل اسکے کہ ہم خمیری روٹی کھا دین خدایا ہماری روح قبض کرلے اور اوس اور خزرج اور بنو حنیف اور ہمدان اور بجیلہ اور ربیعہ اور مضر اور ازد اور وائل اور خزاعہ اور طی یہ سب قبیلے شیعیان علی مین سے تھے۔ اور ایسے صادق العقیدہ کہ جنکی خلوص عقیدت اور مددگاری و نصرت کا خود جناب امیر نے اپنے اشعار مین ذکر کیا ہے اور اونکی تعریف کی ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی مجالس المومنین کی مجلس دوم مین جسکا عنوان ہے "مجلس دوم در بیان حال طائفۂ چند کہ بہ تشیع مشہور و در سلک ایمان مذکور اند" فرماتے ہین کہ اوس و خزرج دو بڑے قبیلے انصار کے ہین کہ اونکا حال غایت اشتہار کیوجہ سے محتاج اظہار نہین ہے اور اخلاص خصوصًا سعد بن عبادہ خزرجی اور اونکی اولاد امجاد کا نسبت علی مرتضی کے سب پر ظاہر ہے۔ چنانچہ شارح دیوان مرتضوی قاضی میر حسین شافعی کہتے ہین کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب حضرت علی مرتضی متوجہ حرب معاویہ ہوے تو نوے ہزار آدمی ہمراہ تھے۔ اونمین سے آٹھ سو انصار اور نو سو اہل بیعت رضوان سے۔ اور جنکی نسبت حضرت علی نے فرمایا ہے ؎

الاوس والخزرج القوم الذین هم	اووا فاعطوا فوق ما وهبوا

یعنی اوس و خزرج اوس قوم کے لوگ ہین کہ جن لوگون کو اپنے یہان پناہ دین تو اونکے ساتھ اپنی

استطاعت سے زیادہ سلوک کرتے ہین۔ اور قبیلہ ہمدان کی نسبت حضرت امیرالمومنین نے فرمایا ہے ؎

ونادی ابن هند ذا الکلاع ویخصبا	وکندة فی لحم وحی جزام
بتمت الهمدان الذین هم هم	اذا ناب امر جنتی وسهامی
جزی الله الهمدان الجنان فانهم	سهام العدی فی کل یوم خصام
فلو کنت بوابا علی باب جنة	لقلت لهمدان ادخلی بسلام

کہ جب ابن ہندہ یعنی معاویہ نے ذوالکلاع اور یخصب اور کندہ کے قبیلون کو بلایا مین نے ہمدان کے قبیلون کو پکارا کیونکہ وہی لوگ ہین کہ سخت وقت پر میری ڈھال اور تلوار ہین۔ خدا قبیلہ ہمدان کو اوسکے صلہ مین جنت دے کہ وہی ہر لڑائی کے دن دشمنون کے تیر سہتے ہین۔ اگر مین جنت کا دربان ہونگا تو ہمدان سے کہدونگا کہ بے دھڑک چلے آؤ۔ اور قبیلہ ازد کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؎

الا ازد سیفی علی الاعداء کلهم	وسیف احمد من دانت له العرب
قوم اذا فاجلوا وفوا وان غلبوا	لا یجحدون ولا یدرون ما الهرب

ان اشعار کا ترجمہ ملا صاحب نے فارسی مین یہ کیا ہے ؎

یاران من اند اهل شمشیر همه	مائل بخدا از جهان سیر همه
معنی گریختن ندانند که چیست	با شند بروز حرب چون شیر همه

اور نیز حضرت امیرالمومنین کا اصل شعر قبیلہ ازد کی نسبت نقل کرکے اوسکا ترجمہ یون کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی میفرماید۔ اے جماعت ازد بدرستی کہ من از همہ شما خوشنودم و شما سرہای کار خلافت من آیید ہرگز ناامید نشوید از راحت و آمرزیدن۔ وخدا نگاہ دارد ایشان را از ہر جاکہ روند۔ پاکید شما در حالیکہ نو آید چنانکہ پاکست اوّل شما و خارچیدہ نشود از سر شاخ انگور۔

کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ یہ تعریفین جو قبائل انصار کی مجالس المومنین مین بیان کی گئی ہین یہ چونکہ

انساب سمعانی وغیرہ کتب عامہ وغیرہ سے لیگئی ہین شیعون کے مقابلے مین پیش نہین ہوسکتین - اسلئے کہ ملا باقر مجلسی نے ان تمام قبائل کو مخلصین اور شیعیان علی مین داخل سمجھکر ان اقوال کو اوس کے ثبوت مین پیش کیا ہے - اور ایسی حالت مین یہ اقوال حضرات امامیہ پر اوسیطرح حجت ہوسکتے ہین جسطرح خود اونکے مورخین کے اقوال - اور اس سے غرض اصلی ملا باقر کی یہی ہے کہ وہ ثابت کرین کہ شیعیان علی کچھ کم نہ تھے - اور بہت سے قبائل حامی اور مددگار جناب امیر کے تھے لیکن اگر حضرات امامیہ جناب ملا باقر مجلسی کی تحریر کو رد کرین اور اوسے نمانین اور جن قبائل کا شیعیان علی مین سے ہونا اونھون نے بیان کیا ہے اوسے غلط سمجھین اور اونکو بھی اعدا اہل بیت مین شمار کرین تاہم وہ اسے تو رد نہین کرسکتے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی اجد پیغمبر خدا صلعم کے موجود تھے - اور اسکی بھی تکذیب نہین کرسکتے کہ بارہ ہزار صحابی حسن اعتقاد کی صفت سے موصوف تھے - اور رات دن خدا کی عبادت مین مشغول رہتے تھے - اگر یہ سب کے سب سوائے تین چار کے مرتد ہوگئے تھے تو بس اسلام پر فاتحہ پڑھنا چاہیے اور کسیکے سامنے اسلام کی خوبی کا نام نہ لینا چاہیے - مگر اس بات کا کہ حضرت علی کی حمایت مین نہ صرف عام صحابہ تھے بلکہ اونکے ساتھ بڑا لشکر جرار مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کا تھا حضرات امامیہ انکار ہی نہین کرسکتے - کیونکہ اوسکا ثبوت اون کتابون سے ہے جنکو مثل خدا کی کتاب کے حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہین - دیکھو نہج البلاغت جناب امیرالمومنین معاویہ کو ایک خط مین لکھتے ہین کہ تمنے اپنے خط مین یہ لکھا ہے کہ ہمارے بیچ مین شمشیر آبدار کے سوا اب دوسری چیز فیصلہ کرنیوالی نہین ہے اسنے مجھے بہت ہنسایا اور نہایت متعجب کیا - کیا کبھی بنی عبدالمطلب دشمنون سے خائف ہوے ہین اور تلوار سے ڈرے ہین بلکہ وہ اس جنگل کے شیر ہین اور میدان جنگ کے مرد - اب تم دو رمت سمجھو اسے کہ جسے تم طلب کرتے ہو وہ تمھین طلب کرے اور جسے تم دور سمجھتے ہو وہ تمھارے پاس پہونچے - یعنی مین تمھاری طرف

آرا ہون ایک ایسے لشکر جرار اور فوج بیشمار کے ساتھ اور اوس لشکر بیشمار مین کون ہین وہ مہاجرین و انصار اور تابعین باحسان ہین کہ جنکا گروہ قوی ہے اور جنکا غبار بلند ہے اور جو موت کے پیراہن پہنے ہوے ہین اور جو خدا کی موت کو سب سے زیادہ چاہتے اور اوسکی آرزو رکھتے ہین - اور اونکے ساتھ ہین ذریہ بدریہ اور سیوف ہاشمیہ یعنی اہل بدر کی اولاد اور شمشیر ہاے ہاشمی - چنانچہ اس خط کے الفاظ کا ترجمہ فارسی مین جو ملا فتح اللہ نے کیا ہے یہ ہے "و یاد کردہ و در نامۂ خود آنکہ نیست مراورا نہ مرصحاب مرا نزد تو مگر شمشیر آبدار پس ہر آئنہ بخندہ آوردی مرا و یاران مرا پس از اشک فرو آوردن باین گفتار یعنی ہر کہ شنید این گفتار ترا از مومنین خندید از روی تعجب بعد از گریستن ایشان بر دین بجہت تصرف بے وجہ تو در او - کجا یافتہ شد پسران عبد المطلب کہ از دشمنان واپس رفتگان بودہ باشند از جہت جبانت و بشمشیر ترسانیدہ شدہ باشند و ہراسان - چہ ایشان شیران بیشۂ رجولیت اند و از روباہ صفتان چہ اندیشہ دارند پس درنگ کن اندکی تا ملحق شود بصف جنگ جمل بن بدر - و این مثلی ست برای وعید اعدا العرب - و قائل آن جمل بن بدر ست و او مردی بود از قشیر کہ شتران او را بغارت بردہ بودند او در میان ہیجا رفت بدلاوری و شتران خود را باز ستد از اعدا پس زود باشد کہ طلب کند ترا کسیکہ طلب میکنی او را و نزدیک شد بتو آنچہ دوری میجوئی از و - و من شتابندہ ام بجانب تو در لشکر عظیم بیشمار از مہاجرین و انصار و تابعان بنیکوئی کہ سخت مست انبوہے ایشان مرتفع ست غبار ایشان - گویند کہ نود ہزار کس بودند و در برکنندگان پیراہنہاے مرگ را این کنایت ست از زرہہا و جوشنہا کہ در بر داشتند ہمچو پوشش اکفان - و دوست ترین ملاقات بسوے ایشان ملاقات کردن ایشان ست بر حمت پروردگار خود تحقیق کہ ہمراہ ست ایشان را ذریہ بدریہ یعنی فرزندان بدری خونخوار و سیوف ہاشمیہ یعنے شمشیر ہاے ہاشمی آبدار - انتہی"

جبکہ خود جناب امیر مہاجرین و انصار اور اصحاب و تابعین کے ایک لشکر جرار کا اپنے ساتھ ہونا

بیان فرماتے ہین اور اونکے ثبات قدم اور شجاعت و مردنگی اور جہاد فی سبیل اللہ کی تعریف کرتے ہین اور شارحین نہج البلاغت نوے ہزار آدمیون کا اوسوقت آپ کے ساتھ ہونا بیان کرتے ہین تو کیونکر سمجھ مین آوے کہ یہ لوگ مسلمان نتھے اور اونکے دل ایمان کے نور سے اور اہل بیت کی محبت سے خالی تھے۔ یا کسی زمانے مین کسی سبب سے وہ مرتد یا دشمن اہل بیت ہوسکتے تھے۔ یا کسی کے دھوکے مین آکر وصی رسول کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے۔ کیا یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ اگر حضرت علی نے خلفاء سابقین کی خلافت کو نہ قبول کیا ہوتا اور اونکو غاصب اور مرتد جانا ہوتا تو وہ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ نفرماتے۔ اور اگر ارادہ فرماتے تو کیا ایسے جان باز اور جان نثار جنکی تعریف اس خط مین جناب امیر نے کی ہے وہ جناب امیر کا ساتھ نہ دیتے اور اونکے دشمنون سے مقابلہ نکرتے۔ اور حضرت علی کی حمایت پر آمادہ نہوتے۔ مگر بات یہ ہے کہ درحقیقت جناب امیر نے نہ اون خلفا کو غاصب تصور کیا نہ اونکے ساتھ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ فرمایا بلکہ جو کچھ ہوا اوسے تسلیم کیا اور مثل دوسرونکے خود بھی خلفاء سابقین کی مدد دینے مین معین اور شریک رہے اور مہاجرین و انصار کے اتفاق کو ہمیشہ رضا الٰہی کے مطابق سمجھا۔ اور یہ خیال ہمارا کچھ قیاسی نہین ہے بلکہ خود جناب امیر کے اون بیانات پر مبنی ہے جو آپ نے کئے اور جس پر اپنی خلافت کی حقیت پر استدلال کیا۔ کیا حضرات امامیہ اوس خط پر غور نہین فرماتے جو جناب امیر نے معاویہ کو لکھا تھا کہ میری بیعت کرنیوالے وہ لوگ ہین جنھون نے ابوبکر اور عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی اور یہ وہ لوگ ہین کہ جنکے اتفاق کر لینے پر نہ کسی اوس شخص کو جو اوسوقت موجود تھا عدول کرنا جائز ہے اور نہ کسی غائب اور غیر حاضر کو اختیار ہے کہ اوسے رد کرے بلکہ شوری حق مہاجرین و انصار کا ہے جب وہ کسی آدمی پر اجماع اور اتفاق کرلین اور اوسے امام بنالین تو سمجھنا چاہیے کہ وہی مرضی خدا کی تھی اگر اونکے اجماع کے بعد کوئی کسی طعن یا بدعت کیوجہ سے باہر ہو جاے تو اوسے مردود سمجھو اور اگر وہ انکار کرے تو اوس سے مقاتلہ کرو کیونکہ اوسنے وہ راے اختیار کی جو مومنین

کی نہین ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ جو نہج البلاغت مین منقول ہین وہ یہ ہین ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولی

اور یہ کہنا شارحین نہج البلاغت کا کہ یہ خطاب آپ نے معاویہ سے مطابق اون لوگون کے خیال کے کیا تھا جو خلافت کو شورے پر مبنی سمجھتے تھے یا یہ کہ مدارات وتقیہ کے طور پر آپ نے یہ لکھا تھا۔ صحیح نہین ہے۔ اسلئے کہ اوّل تو کوئی لفظ اس خیال کے ثبوت اور تصدیق کے متعلق یا یا نہین جاتا۔ اور اگر آپکی خلافت پر نص ہوتی تو اوسکے اظہار کا یہ موقع تھا۔ اور آپ کے دعوے کے لئے وہ ایک عمدہ اور قوی دلیل تھی۔ اور آپ اپنے حق پر ہونیکے ثبوت مین یہ پیش کرسکتے تھے کہ میری خلافت منصوص ہے اور علی رؤس الاشہاد پیغمبر خدا صلعم غدیر خم مین مجھے اپنا خلیفہ کرگئے تھے۔ اس صحیح اور قوی دلیل کو تو آپ نے چھوڑ دیا اور اوس بات سے استدلال کیا جسکو آپ غلط اور جھوٹ جانتے تھے۔ اور جس سے خلفاے سابقین کی خلافت غصبی کی حقیت کا ثبوت ہوتا تھا۔ ان ھذا الشیء عجاب۔

۔ یہ خیال کہ معاویہ اور اونکے ساتھی اس استدلال کو نہ مانتے اسلئے جھوٹی اور غلط بات سے اونکے عقیدے کے موافق آپ نے استدلال فرمایا قابل تسلیم نہین ہے۔ اس لئے کہ آخر وہ لوگ پیغمبر خدا کی تصدیق فرماتے تھے اور اونمین نص کے سننے والے بھی موجود تھے بالفرض اگر وہ نہ مانتے تو آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین وانصار اور نوے ہزار آدمی تھے وہ تو آپکی تصدیق فرماتے اور جبکہ یہ لوگ آپ کے ساتھ جان دینے اور خون بہانے پر آمادہ تھے اور اپنے قول کو اپنے عمل سے

ثابت کر رہے تھے تو کیا وہ آپ کے حقمین نص خلافت کی تصدیق نکرتے اور اس دلیل کو اپنے مخالفین کے سامنے پیش کرنے سے باز رہتے۔ بلکہ اگر ایسی نص صریح ہوتی تو حامیان جناب امیر بالضرور اسکو آپ کے ساتھ دینے کے لئے اپنے حق پر ہونیکے ثبوت مین پیش کرتے اور کہتے کہ ہمنے جو انکا ساتھ دیا ہے وہ صرف پیغمبر خدا صلعم کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور جو کچھ ہم کرتے ہین اور انکے ہمراہ ہوکر اپنی جانین قربان کر رہے ہین وہ اسی لئے ہے کہ پیغمبر خدا نے جنپر ہم ایمان لائے اور جنھون نے ہمکو ہدایت کی اونکے حکم کو پورا کرین اور اونکے مقرر کئے ہوے امام کے ساتھ دینے پر اپنا اسلام اور ایمان دکھا دین۔ اس سے حضرت علی کے استدلال کو اور قوت ہوتی اور ایک ایسے گروہ کثیر کی بات کے انکار پر ہم اہیان معاویہ کو جرات نہوتی۔ پس ایسے استدلال کو چھوڑنا اور جھوٹی اور غلط بات کو سند مین پیش کرنا درحقیقت جناب امیر کی عصمت بلکہ صداقت مین شک پیدا کرنا ہے۔ رہا تقیہ تو اوسکا موقع اور محل ہی کیا تھا اس لئے کہ اگر وہ دو تین حضرات امامیہ کی صحیح ہین جنمین صحابہ کی برائیان برسرمنبر اور علی رؤس الاشہاد جناب امیر نے بیان کین تو پھر خوف کسکا تھا کہ جھوٹی اور غلط تعریفین صحابہ کی کرتے اور مہاجرین و انصار کی شان مین ایسے فقرات تعریف کے لکھتے۔ غرضکہ اگر عقل سلیم کو دخل دیا جاے تو اسمین کچھ شبہہ نہین رہتا کہ جناب امیر بھی خلافت کو غیر منصوص سمجھتے تھے۔ اور مہاجرین و انصار کبھی اونکے مخالف نہ تھے۔ اور خلافت مہاجرین و انصار اور اہل حل و عقد کے اتفاق پر مبنی تھی۔ جبکہ آپ کا وقت آیا مہاجرین و انصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کو خلیفہ قرار دیا اور آپکی مدد و اعانت مین کوئی دقیقہ سعی و کوشش کا اوٹھا نہ رکھا۔ اور اسی سے ہر غیر متعصب منصف اس باتکو تسلیم کریگا کہ اگر لوگون نے آپ کا حق چھینا اور فدک کو غصب اور حضرت فاطمہ پر ظلم و ستم کیا ہوتا تو بلاشبہہ حضرت امیر مقابلے اور مقاتلے پر آمادہ ہوتے۔ اور وہ لوگ جنھون نے آپ کی خلافت مین آپ کا ساتھ دیا ضرور آپ کے ساتھ ہوتے۔ اور جس طرح

امیر شام کے مقابلے مین اپنی جانین علی مرتضی پر قربان کین اوس سے بڑھکر حضرت فاطمہ کا ساتھ دیتے اور اونپر ظلم وستم کرنیوالونسے مقابلہ کرتے۔ اور اپنی محبت اہل بیت کے ساتھ دکھاتے۔ اور اس سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ روایتین جسمین ظلم وستم کے واقعات نہایت مبالغے سے بیان کیے گئے ہین بے اصل اور غلط ہین۔

علاوہ اون امور کے جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا یہ بات بھی بہت غور کرنیکے لائق ہے کہ صحابہ کے دو بڑے گروہ تھے ایک مہاجرین دوسرے انصار۔ مہاجرین کی نسبت حضرات شیعہ کہتے ہین کہ اونھین جناب امیر کے ساتھ اس لئے عداوت تھی کہ اونکے عزیز و قریب اکثر جہادون مین حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اور اسی بات کا رنج اون لوگون کے دلونمین چلا آتا تھا اسی لئے مہاجرین نے آپ کا ساتھ نہ دیا اور آپکے حقوق غصب کرنیوالون کے ساتھ ہوگئے۔ یہ بات بچون کے ہنسنے کے لائق ہے اس لئے کہ اول تو تنہا حضرت علی مرتضی ہی جہاد کرنیوالون مین نہ تھے۔ اور نہ صرف ایک اونھون ہی نے سب لوگو نکو قتل کیا تھا۔ بلکہ خود مہاجرین نے اپنے عزیزون اور قریبون کو چھوڑ دیا تھا اور پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جہادونمین شریک ہوکر اپنے خویش واقارب کے قتل کرنے مین دریغ نہ کیا تھا۔ علاوہ برین جو کچھ حضرت علی نے کیا اور جنکو جہادون مین مارا وہ سب پیغمبر خدا صلعم کے حکم سے کیا۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ مہاجرین سب سے زیادہ جناب سرور کائنات سے عداوت رکھتے اور اونھین کی رسالت کے منکر ہوتے۔ نہ یہ کہ پیغمبر خدا پر تو اپنی جانین نثار کرتے اور شمع نبوت پر پروانہ وار قربان ہوتے رہتے۔ اور حضرت علی سے جنھون نے صرف پیغمبر خدا کے حکم سے اور اونکی مدد کے لیے مہاجرین کے خویش واقارب کو قتل کیا عداوت رکھتے۔ اسکے سوا اگر حضرت علی نے قتل بھی کیا تو مہاجرین کے خویش واقارب کو کیا تھا۔ انصار کے گروہ مین سے تو کوئی ایسا نہ تھا جس کے عزیز اور رشتہ دارونکو حضرت علی نے قتل کیا ہو

پھر اونکو آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کا کیا سبب ہے۔ کیونکہ جو علت عداوت کی بیان کیجاتی ہے وہ انصار مین موجود ہی نہ تھی۔ بلکہ انصار کا وہ معزز فرقہ ہے کہ جسکو اپنی وفات کے اخیر وقت تک جناب پیغمبر خدا صلعم چاہتے رہے اور اونکی نصرت و مدد کا شکریہ ادا فرماتے رہے۔ یہانتک کہ آپنے انصار کی شان مین فرمایا کہ یہ میری عیال و فرزند ہین اور اونکے ساتھ نیکی کرنے اور اچھی طرح سے پیش آنیکی آخری دم تک وصیت فرمائی۔ ایسے لوگونکو جناب امیر کے ساتھ خاص محبت اور ایک خصوصیت ہونی چاہیے تھی نہ کہ دشمنی اور عداوت۔

کیا حضرات امامیہ اپنے یہانکی اون روایتون کو ملاحظہ نہین فرماتے جنمین انصار کے فضائل اور انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت پیغمبر خدا نے فرمائی ہے۔ در تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان طبرسی ہی اوٹھا کر دیکھئے کہ اوسمین خود مفسرین امامیہ نے کیا لکھا ہے۔ یہ موقع نہین ہے کہ مین تمام روایتین اسکے متعلق یہان نقل کرون صرف ایک روایت منہج الصادقین کی بیان کرتا ہون۔ مفسر منہج الصادقین آیۃ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ حنین و اوطاس کی غنیمت سے پیغمبر خدا صلعم نے مؤلفۃ القلوب کو حصہ دیا اور مہاجرین کو زیادہ اور انصار کو کم۔ اس تقسیم سے انصار غمگین اور رنجیدہ ہوے اور بعضے کہنے لگے کہ پیغمبر نے تمام غنیمت کا مال اپنی قوم کو دیا اور ہمکو محروم کیا۔ آنحضرت صلعم کو اسکے سننے سے نہایت رنج ہوا اور انصار کو جمع کرکے فرمایا کہ تم دوزخ کے کنارے پر تھے خداوند تعالی نے میرے واسطے سے تمکو اوس سے نجات دی کیا یہ سچ نہین ہے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ یہ سچ ہے۔ اسیطرح آپ نے چند اور باتین فرماکر یہ کہا کہ تم بھی اسکے جواب مین کہ سکتے ہو کہ مین تنہا آیا تھا اور تمنے میری مدد کی اور مین خائف تھا تمنے امان دی۔ اور لوگ میری تکذیب کرتے تھے تمنے تصدیق کی۔ انصار یہ بات سنکر رونے لگے اور ہاے ہاے کرنے لگے اور پیغمبر خدا کے پاؤن پر گرکر

۲ دوسرا رجحان ہے انصار کی محبت اور انکو وصیت پیغمبر خدا صلعم کی اور انکی فضیلت مین آیات و احادیث کا وارد ہونا۔ سورہ توبہ رکوع ۱۲ پارہ ۱۰۔

کہنے لگے کہ یارسول اللہ تن وجان ومال ہمارا آپ پر قربان ہے۔ ہمارا مال بھی آپ کے اختیار مین ہے اگر آپ چاہین اپنی قوم کو عطا فرمائین۔ اور جو کچھ آپکی نسبت ہم لوگونمین سے بعض نے کہا ہے وہ بے ادب اور ادنی درجے کے لوگ ہین اور اب وہ توبہ کرتے ہین آپ اونکے لئے استغفار فرمائیے۔ تب آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اوٹھایا اور فرمایا اللھم اغفر للانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار یامعشر الانصار اما ترضون ان ینصرف الناس بالشاۃ والغنم وفی سھمکم رسول اللہ قالوا بلے یارسول اللہ یعنی شمار اضی نمیستید کہ مردمان بازگردند بمنزل وشما نصیب ایشان گوسفند وچارپاے باشد ونصیب شما رسول خدا باشد گفتند بلی رضینا باللہ وعنہ ورسولہ پس فرمود کہ الانصار کرشی[1] وعیبتی لوسلک الناس وادیا وسلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار انصار سر من اند وخواص من اند اگر مردمان بوادی سلوک کنند وانصار شعبی من بطریق انصار سلوک کنم (صفحہ ۱۰ جلد دوم مطبوعہ ایران) ماحصل اسکا یہ ہے کہ پیغمبر خدا نے انصار سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہین ہو کہ اور لوگون کے حصے مین مویشی اور بکریان ہون اور تمھارے حصے مین خدا کا رسول۔ انصار کہنے لگے کہ ہان ہم۔ راضی ہین خدا سے اور اوسکے رسول سے۔ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ انصار میری عیال وفرزند اور صاحب اسرار ہین اگر لوگ کسی ایک راستے پر چلین اور انصار دوسرے راستے پر تو مین اوسی راہ پر چلونگا جس پر انصار چلے ہون۔ اور مجمع البیان طبرسی مین اسی روایت مین یہ الفاظ اور بیان کئے گیے ہین کہ بعد اسکے آپنے فرمایا ولولا الھجرۃ لکنت امرأ من الانصار اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار فبکی القوم حتی اخضبت لحاھم کہ اگر ہجرت نہوتی تو مین بھی ایک آدمی منجملہ انصار کے ہوتا اور پھر آپ نے یہ دعا کی کہ خدایا رحم کر انصار پر اور اونکے بیٹون اور پوتون پر یہ سنکر انصار رونے لگے یہانتک کہ اونکی ڈاڑھیان تر ہوگئین۔

اور احتجاج طبرسی مین ابو المفضل محمد بن عبد اللہ شیبانی سے یہ روایت ہے کہ پیغمبر خدا

[1] کرش عیال و فرزندان فرود بقال (ع) کرش

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے قریب مرض کی حالت مین فضل بن عباس اور اونکے غلام ثوبان پر سہارا لگاے ہوے نماز کے لئے آئے اور بعد نماز کے مکان کو واپس تشریف لیگئے اور ثوبان سے کہا کہ تم دروازے پر بیٹھے رہو اگر کوئی انصار مین سے آوے تو اونھین اندر آنے سے منع نکرنا۔ اور پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اتنے مین انصار آے اور کہا کہ ہم پیغمبر خدا کے پاس جانا چاہتے ہین حاجب نے جواب دیا کہ آپ پر اسوقت غشی طاری ہے اور ازواج مطہرات آپ کے پاس ہین یہ سنکر انصار رونے لگے۔ جب رسول خدا نے اونکے رونیکی آواز سنی پوچھا یہ کون لوگ ہین جواب مین عرض کیا گیا کہ انصار ہین آپ یہ سنکر علی و عباس پر سہارا لگا کر باہر تشریف لاے اور یہ خطبہ فرمایا یا معشر الناس انہ لم یمت نبی قط الا خلفت ترکۃ وقد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ واھل بیتی فمن ضیعھم ضیعہ اللہ الا وان الانصار کرشی وعیبتی التی اوی الیہا وانی اوصیکم بتقوی اللہ والاحسان الیہم فاقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسیئھم یعنی اے لوگو کسی نبی نے دنیا سے انتقال نہین کیا جسنے کچھ ترکہ نچھوڑا ہو مین تمھارے واسطے ترکے مین دو چیزین چھوڑتا ہون اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو جو اونھین چھوڑ دیگا اللہ اوسے خراب کردیگا اور خبردار یہ انصار میرے عزیز اور میرے چھوٹے بچون کی موافق ہین اور میرے بھروسے کے لوگ اور میرے محرم اسرار ہین مین تمکو اللہ کے خوف اور اونکے ساتھ نیکی کرنیکی وصیت کرتا ہون جو انمین نیک ہین اونکی نیکی قبول کرو اور جنسے خطا ہو اونسے درگذر کرو۔ یہ آپ کے آخری الفاظ ہین جو شان مین انصار کے فرمائے۔ افسوس ہے اون لوگون پر کہ جو پیغمبر خدا کو خدا کا رسول سمجھین اور اوسپر ایمان لانے کا دعوی کرین اور ان کلمات کو آپکی زبان مبارک سے خود ہی نقل فرماوین اور انصار کی شان مین ایسی بیہودہ پیغمبر خدا کیطرف سے بیان کرین اور پھر اونکو مرتد اور دشمن اہل بیت اور خارج از دائرۂ ایمان قرار دین۔ کیا کوئی آدمی ایک لحظہ کے لئے مان سکتا ہے کہ یہ گروہ انصار کا جنکو رسول خدا نے اپنے عیال

اور فرزندان خورد کہا ہو وہ جناب امیر سے عداوت رکھینگے اور بلاسبب اونکا ساتھ چھوڑکر دشمنون کے شریک ہونگے۔ اور نص جلی سنکر اپنے گروہ مین سے سعد بن عبادہ کو امام بنانے کا ارادہ کرینگے۔ اور جناب امیر کی شان مین جو نص جلی تھی اوسے ایسا بھلا دینگے کہ کسی وقت اوسکا ذکر بھی زبان پر نہ لاوین اور اوسے ایسا نسیاً منسیا کردین کہ کسی موقع پر اوسکا خیال نہ رکھین۔ حاشا ثم حاشا

اس کے جواب مین قاضی نوراللہ شوستری نے احقاق الحق مین یہ فرمایا ہے کہ انصار نے حضرت علی کی شان مین جو نص ہے اوسے سنا تھا اور آپسمین اوسکا ذکر کیا تھا لیکن اونھون نے بنی سقیفہ بنی ساعدہ مین اوسے ابوبکر پر بطور حجت کے بوجہ اوس شبہہ کے پیش نہین کیا جو ابوبکر کے دوستون نے لوگون کے دلون مین ڈالدیا تھا اور وہ یہ تھا کہ علی نے خلافت کا خیال چھوڑ دیا ہے اور وہ گھر مین بیٹھ رہے ہین۔ اور اون لوگون نے جو علی سے منحرف تھے اوس وقت جبکہ آپ رسول خدا کی تجہیز وتکفین مین مشغول تھے اورون کے دلون مین یہ بات جما دی کہ آپ پر آنحضرت کی وفات کی مصیبت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ آپنے خلافت کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ اور آپ نے خانہ نشینی اختیار کی ہے۔ چنانچہ خزیمہ بن ثابت انصاری آیا اور اوسنے جو علی کا حال سنا تھا وہ اپنی قوم سے کہا اور یہ بھی ذکر کیا کہ خلافت کے لئے کوئی ہونا چاہیے۔ اور علی کے سوا کوئی قرشی ایسا نہین جو اسکے لائق ہو۔ اوسوقت انصار کو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ اونپر بلوہ زیادہ ہوجاے اور خلافت کا متولی کوی ایسا درشت خو قریشی ہو کہ اونسے جاہلیت کے خونون اور بدر کے کینون کا بدلا لے۔ اس خیال سے وہ سعد بن عبادہ سردار انصار کے پاس آے۔ اور سقیفہ مین آکر اونسے خلافت کے قبول کرنیکے لئے کہا۔ سعد نے بوجہ علی کے موجود ہونیکے انکار کیا اور یہ کہا کہ وہی اللہ ورسول کیطرف سے منصوص بالخلافت ہین۔ قریش نے یہ بات سنی اور ابوبکر کیطرف رجوع کی اور انصار سے طوعاً وکرہاً ابوبکر کی بیعت کے لئے التماس کیا۔ تب انصار نے کہا کہ

جب تم اللہ ورسول کی نص کو ترک کرنے ہو تو ہم مین اور تم مین علی بن ابی طالب کے بعد کوئی اور اولی نہین اسلئے ایک امیر ہم مین سے ہوگا اور ایک تم مین سے۔ ابوبکر اور اونکے یارون نے اس سے انکار کیا اور یہ حجت بیان کی کہ امام قریش ہی مین سے ہوگا۔ الی آخر القصہ۔ اور علامہ ابوالسعادات حلی نے شرح دعاء صنمی قریش مین یہ روایت کی ہے کہ سقیفہ کے دن ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ ہر ایک اپنے لئے امارت چاہتا اور بظاہر دوسرے کا نام لیتا تھا۔ اسپر انصار نے انکار کیا اور باصرار تمام اوس سے مخالفت کی اور رسول اللہ نے علی کے باب مین اور اونکی امامت کے لئے جو کئی مواقع پر تاکید مین فرمائی تھین اوس سے احتجاج کیا اور کہا رسول اللہ نے اونکو حکم دیا ہے کہ امارت مومنین کو علی کے سپرد کرین ابوبکر نے کہا کہ بان ایسا ہی تھا لیکن رسول اللہ نے اپنے اس قول سے اوسے منسوخ فرمادیا ہے کہ ہم وہ اہل بیت ہین کہ خدا نے ہمکو نبوت سے سرفراز کیا اور دنیا کو ہمارے لئے ناپسند فرمایا اور یہ کہ اللہ تعالی ہمارے لئے نبوت اور خلافت کو جمع نکریگا۔ عمر و ابوعبیدہ نے اونکی تصدیق کی اور علی کے گھر مین بیٹھ رہنے اور تجہیز و تکفین مین مشغول رہنے کی یہی وجہ بیان کی کہ علی جانتے ہین کہ خلافت اونسے محول ہوچکی ہے۔ اسپر انصار نے کہا کہ منا امیر و منکم امیر انتہی۔

ان روایتون سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار جناب امیر کے مخالفین مین سے نہ تھے نہ خود خلافت کے خواہان۔ اور جو ارادہ سعد بن عبادہ نے کیا تو وہ صرف دھوکا تھا اور علی کی نسبت جو نص اونھون نے سنی تھی اوسے اونھون نے چھپایا نہین تھا۔ بلکہ اوسے سقیفہ بنی ساعدہ مین پیش کیا تھا اور اوس سے جناب امیر کی خلافت کا استحقاق بتایا تھا۔ مگر جب اونکو یہ دھوکا دیا گیا کہ علی نے فرط غم سے خلافت کا ارادہ چھوڑ دیا ہے تب اونھون نے کہا کہ ایسی حالت مین ہم کسی دوسرے قریش کی امامت منظور نہ کرینگے۔ اور اسی لئے مجالس المومنین مین اوس و خزرج دونو قبیلہ انصار کو خاص شیعیان علی مین سے شمار کیا ہے اور سعد بن عبادہ مدعی امامت کو

جناب امیر اور اونکی اولاد امجاد کے مخلصین خلص مین داخل فرمایا ہے جیسا کہ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار کہ حال ایشان از غایت اشتہار حاجت باظہار ندارد و اخلاص این دو طائفہ خصوصا سعد بن عبادہ خزرجی و اولاد امجاد او نسبت بحضرت علویہ مرتضویہ غایت ظہور دارد پس اگر حضرت علی در حقیقت مقابلے و مقاتلے کا ارادہ کرتے اور اپنے حقوق کے لیے غاصبین کی مدافعت چاہتے تو کیا انصار اونکی اعانت نکرتے اور اونکا ساتھ نہ دیتے۔

انصار کی کیفیت اور اونکے ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کی حالت تو یہ ہے جسکو ہم حضرات امامیہ کی روایتون سے دکھا چکے۔ رہا دوسرا گروہ قریش کا جنمین مہاجرین داخل ہین اور جنکو حضرات امامیہ اسلام اور ایمان دونو سے خارج سمجھتے ہین۔ خصوصًا حضرات شیخین اور اونکے خاص معاونین کو۔ اوسکی کیفیت یہ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوے اور اونکے زمانۂ خلافت مین اسلام نے بہت ترقی کی اور اونھین کے عہد مین بہت کثرت سے جہاد ہوے۔ اور اونھین کے ہاتھون کسری اور قیصر کے ملک مسلمانون کے ہاتھ آئے۔ یہ وہ واقعات ہین کہ انکا کوئی انکار ہی نہین کرسکتا۔ فرق یہ ہے کہ حضرات امامیہ فرماتے ہین کہ یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ تھے اور منافق اور مرتد۔ اور جو کچھ انکے زمانے مین ہوا اوس سے اونکا ایمان و اسلام ثابت نہین ہوتا۔ بہت سے دنیا دار اور ظالم بادشاہ ہوے ہین کہ باوجود اونکے فاسق و فاجر ہونیکے مسلمانون کو فتح ہوی۔ اور کفار کے ملک مین اسلام پھیلا۔ اسلئے اونکی لڑائیان مثل اور دنیا طلب بادشاہون کے دنیاوی لڑائیون مین داخل ہین نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ مین۔ اور ہم اہل سنت و جماعت اونکے جہاد اور فتوحات کو اونکی خلافت کی حقیت کی دلیل سمجھتے ہین اور بموجب خدا کے اس وعدے کے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ان فتوحات کو

خدا کی بشارت اور وعدے کے موافق خیال کرتے ہین - اب یہ امر دیکھنا باقی ہے کہ آیا حضرات امامیہ کی مستند اور معتبر کتابون اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہمارا اعتقاد صحیح ثابت ہوتا ہے یا حضرات امامیہ کا - اوسکے لئے ہم ایک حدیث کافی کی پیش کرتے ہین جس سے تمام معتقدات حضرات امامیہ کے جو نسبت خلفاء راشدین کے ہین ہوا ہوجاتے ہین - اور خلفاء راشدین کا ایمان اور اعمال حسنہ سے متصف ہونیکا ثبوت ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی معقول جواب ہی نہین دیسکتے - وہ حدیث یہ ہے کہ فروع کافی مین باب من یجب علیہ الجہاد ومن لا یجب مین ابوعمیر زبیری نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ مین نے امام سے پوچھا کہ خدا کیطرف بلانا اور اوسکی راہ مین جہاد کرنا کسی خاص قوم سے مخصوص ہے یا ہر موحد اور مومن اوسکا مجاز ہے - آپ نے جواب دیا کہ نہین وہ ایک خاص لوگون سے مخصوص ہے اور کوئی دوسرا نہین کرسکتا - مین نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہین - آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہین وہ شرائط موجود ہون جو خدا نے مجاہدین اور داعین الی اللہ کے مقرر فرمائے ہین جسمین وہ شرائط نہ پائے جائین نہ اوسنے دعوت الی اللہ کی اجازت ہے نہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ماذون ہے - تب مین نے کہا کہ اون شرائط کو بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اوسکے درجے مقرر کئے ہین - اول خدا تعالی نے اپنی طرف اس دعوت کا بیان فرمایا ہے کما قال وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کہ اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے - بعد اوسکے پیغمبر خدا صلعم کو دعوت کے لئے ارشاد کیا کما قال اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کہ بلاؤ اپنے رب کی راہ کیطرف حکمت اور اچھی وعظ سے اور مجادلہ کرو اون سے اچھے طریقے سے - پھر ایسی قوم کو دعوت کی اجازت دی ہے جو نیک ہون اور امر بالمعروف اور نہی منکر کرتے ہون کما قال وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

جناب امیہ اور اونکی اولاد امجاد کے مخلصین خاص مین داخل فرمایا ہے جیساکہ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار کہ حال ایشان از غایت شہرت باظہار نیارد و اخلاص این دو طائفہ خصوصا سعد بن عبادہ خزرجی و اولاد امجاد او نسبت بحضرت علویہ مرتضویہ غایت ظہور دارد پس اگر حضرت علی در حقیقت مقابلے و مقاتلے کا ارادہ کرتے اور اپنے حقوق کے لیے غاصبین کی مدافعت چاہتے تو کیا انصار اونکی اعانت نکرتے اور اونکا ساتھ نہ دیتے۔

انصار کی کیفیت اور اونکے ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کی حالت تو یہ ہے جسکو ہم حضرات امامیہ کی روایتون سے دکھا چکے۔ رہا دوسرا گروہ قریش کا جنمین مہاجرین داخل ہین اور جنکو حضرات امامیہ اسلام اور ایمان دونو سے خارج سمجھتے ہین۔ خصوصًا حضرات شیخین اور اونکے خاص معاونین کو۔ اوسکی کیفیت یہ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوے اور اونکے زمانۂ خلافت مین اسلام نے بہت ترقی کی اور اونھین کے عہد مین بہت کثرت سے جہاد ہوے۔ اور اونھین کے ہاتھون کسری اور قیصر کے ملک مسلمانون کے ہاتھ آئے۔ یہ وہ واقعات ہین کہ انکا کوئی انکار ہی نہین کرسکتا۔ فرق یہ ہے کہ حضرات امامیہ فرماتے ہین کہ یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ تھے اور منافق اور مرتد۔ اور جو کچھ انکے زمانے مین ہوا اوس سے اونکا ایمان و اسلام ثابت نہین ہوتا۔ بہت سے دنیا دار اور ظالم بادشاہ ہوے ہین کہ باوجود اونکے فاسق و فاجر ہونیکے مسلمانون کو فتح ہوی۔ اور کفار کے ملک مین اسلام پھیلا۔ اسلئے اونکی لڑائیان مثل اور دنیا طلب بادشاہون کے دنیاوی لڑائیون مین داخل ہین نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ مین۔ اور ہم اہل سنت وجماعت اونکے جہاد اور فتوحات کو اونکی خلافت کی حقیقت کی دلیل سمجھتے ہین اور بموجب خدا کے اس وعدے کے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ان فتوحات کو

خدا کی بشارت اور وعدے کے موافق خیال کرتے ہین - اب یہ امر دیکھنا باقی ہے کہ آیا حضرات امامیہ کی مستند اور معتبر کتابون اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہمارا اعتقاد صحیح ثابت ہوتا ہے یا حضرات امامیہ کا - اوسکے لئے ہم ایک حدیث کافی کی پیش کرتے ہین جس سے تمام معتقدات حضرات امامیہ کے جو نسبت خلفاء راشدین کے ہین ہبا منثورا ہوجاتے ہین - اور خلفاء راشدین کا ایمان اور اعمال حسنہ سے متصف ہونیکا ثبوت ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی معقول جواب ہی نہین دیسکتے - وہ حدیث یہ ہے کہ فروع کافی مین باب من یجب علیہ الجہاد و من لا یجب مین ابو عمیر زبیری نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ مین نے امام سے پوچھا کہ خدا کیطرف بلانا اور اوسکی راہ مین جہاد کرنا کسی خاص قوم سے مخصوص ہے یا ہر موحد اور مومن اوسکا مجاز ہے - آپ نے جواب دیا کہ نہین وہ ایک خاص لوگون سے مخصوص ہے اور کوئی دوسرا نہین کرسکتا - مین نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہین - آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہین وہ شرائط وجود ہون جو خدا نے مجاہدین اور داعین الی اللہ کے مقرر فرمائے ہین جسمین وہ شرائط نپائے جائین نہ اوسے دعوت الی اللہ کی اجازت ہے نہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ماذون ہے - تب مین نے کہا کہ اون شرائط کو بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اوسکے درجے مقرر کئے ہین - اول خدا تعالی نے اپنی طرف اس دعوت کا بیان فرمایا ہے کما قال وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کہ اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے - بعد اوسکے پیغمبر خدا صلعم کو دعوت کے لئے ارشاد کیا کما قال اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کہ بلاؤ اپنے رب کی راہ کیطرف حکمت اور اچھی وعظ سے اور مجادلہ کرو اون سے اچھے طریقے سے - پھر ایسی قوم کو دعوت کی اجازت دی ہے جو نیک ہون اور امر بالمعروف اور نہی منکر کرتے ہون کما قال وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی تم مین سے ایسے لوگ ہونا چاہیین کہ بھلی بات
کی دعوت دین اور اچھی بات کا حکم کرین اور بُری بات سے منع کرین - اور یہی لوگ فلاح کو پہونچنے
والے ہین - پھر اس امت سے اون لوگون کو ماذون بدعوت فرمایا ہے جو ذریت ابراہیمؑ اور ذریت
اسمٰعیلؑ سے ہون حرم کے رہنے والونمین سے جنھون نے سوائے خدا کے کبھی کسکی عبادت
نکی ہو - اور جنکی نسبت فرمایا ہے اَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا کہ اونسے نجاست
کو دور کیا اور اونکو خوب پاک کر دیا - بعد اسکے رسولخدا کے اتباع کرنیوالون کو دعوت کا اذن
دیگیا ہے - اور یہ وہ لوگ ہین جنکی نسبت خدا نے فرمایا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ
مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ
یعنی محمدؐ اللہ کے رسول ہین اور جو لوگ اونکے ساتھ ایمان والے ہین وہ کافرون پر سخت اور آپس
مین نرم ہین - تو اونکو رکوع اور سجدے مین دیکھتا ہے کہ وہ اوس سے اللہ کا فضل اور اوسکی رضا
چاہتے ہین - سجدون کے اثر سے اونکی پیشانی پر نشان ہین - یہ مثل ہے اونکی توریت و انجیل مین -
پھر اون مومنین کی صفت بھی بیان کی تاکہ جو لوگ اوس صفت سے موصوف نہون اون مین
شامل ہونکی توقع نکرین - اور وہ صفت یہ ہے اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ
عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کہ وہ لوگ اپنی نماز مین خشوع کرتے ہین اور
لغوبات سے اعراض کرتے ہین اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہین شامل کرتے ہین - پھر
اون لوگون کو اسمین داخل کیا جو ان مومنین کی سی صفات رکھتے ہون کما قال اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ
وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا

يُبَايِعُكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یعنی اللہ نے مومنین سے اونکی جانین اور مال جنت کے بدلے مین خرید لئے ہین کہ وہ اللہ کی راہ مین جہاد کرین پھر ماین اور مارے جاوین - یہ خدا پر وعدہ ہے سچا جو توریت وانجیل وقرآن مین مذکور ہے - اور کون ہے اللہ سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنیوالا تو تم اپنے اوس بیع سے جس کا تمنے اوس سے معاملہ کیا ہے بشارت حاصل کرو اور یہی ہے بڑی مراد کو پہونچنا - جب آیہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَنْفُسَهُمْ نازل ہوئی تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص تلوار لیکر جہاد مین لڑے یہانتک کہ مارا جاوے کیا وہ مرتکب محرمات ہوگیا وہ بھی شہیدونمین داخل ہوگا - اوسوقت خدا نے یہ آیت نازل کی اَلتَّآئِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّآئِحُونَ الرّٰكِعُونَ السّٰجِدُونَ الْاٰمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ پھر آپ نے اسکی تفسیر فرمائی کہ شہادت اور جنت کے لائق گناہون سے توبہ کرنے والے اور سوائے خدا کے دوسرے کی عبادت کے لئے سر جھکانے والے اور تنگی وفراخی مین خدا کے شاکر اور روزہ رکھنے والے اور برابر نماز پنجگانہ پڑھنے والے اور امر معروف اور نہی منکر بجالانے والے اور یہی لوگ مبشر بشہادت وجنت ہین - پھر خدائے عزوجل نے خبر دی کہ جہاد کا حکم نہین دیا گیا مگر اونھین لوگونکو جنمین یہ شرائط پائے جاتے ہون اور فرمایا اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقٰتَلُونَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ اَلَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ کہ اجازت دیگئی اون کو جن سے لوگ لڑتے ہین اس وجہ سے کہ اونپر ظلم کیا گیا اور یہ کہ اللہ اونکی مدد دینے پر قادر ہے وہ وہ لوگ ہین کہ اپنے شہرون سے ناحق نکالے گئے اس قصور مین کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے - یہ اسلیے ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین مین ہے واسطے خدا اور رسول اور اتباع رسول کے ہے - اور جو کچھ کہ دنیا مین مشرکین وکفار اور ظالمین وفاجرین کے ہاتھ مین ہے

وہ سب مومنین کے لئے ہے - اور جہاد کی اجازت اون مومنین کو جو موصوف ان شرائط سے ہون نہین دیگئی مگر اونھین کو جو مظلوم ہون اور مظلوم نہین ہوتا مگر مومن - اور مومن نہین ہوسکتا مگر وہ جو جامع ہو اون شرائط کا جو مجاہدین کے لئے قرار دیے گئے ہین - اور جبکہ آیہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا نازل ہوئی تو اون لوگون کو جہاد کا حکم دیا گیا - راوی کہتا ہے کہ مین نے امام سے پوچھا کہ مہاجرین نے اہل مکہ سے لڑنیکی اجازت اسلئے پائی کہ وہ ظلم کئے گئے تھے - مگر وہ کسری اور قیصر اور دیگر مشرکین کے جہاد پر کیون متوجہ ہوے - امام نے جواب دیا کہ اگر اتنی ہی اجازت ہوتی - تو وہ کسری اور قیصر پر جہاد کبھی نکرتے - اس لئے کہ اونھون نے کچھ مہاجرین پر ظلم نکیا تھا بلکہ ظالم تو اہل مکہ تھے اور اگر فقط مراد مہاجرین سے ہوتی تو متاخرین اس حکم سے خارج رہتے اس لئے کہ متاخرین کے وقت نہ ظالمین مکہ مین سے کوئی رہا نہ مظلومین مین سے یہ بات وہ نہین ہے جو تم سمجھے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین دو طرف سے مظلوم ہین ایک اہل مکہ سے دوسرے کسری اور قیصر سے کیونکہ سلطنت مہاجرین کا حق تھا پس مہاجرین کا جہاد کسری و قیصر پر بھی خدا کے حکم سے تھا - اور اسی دلیل سے ہر زمانے کے مومنین جہاد کر سکتے ہین - لیکن اون جہاد اونھین لوگون کو ہے جو جامع شرائط ہون تاکہ ایمان اور مظلوم اور ماذون ہونا پایا جاے - اور جو ایسا نہین ہے وہ ظالم ہے نہ مظلوم نہ داعی مجاہد - بلکہ مومنین ماموربین کہ اوس سے قتال کرین - انتہی ملخصا - اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسری و قیصر پر بھی جہاد بحکم خدا ہوا تھا اور مہاجرین جنھون نے جہاد کیا وہ ماذون من اللہ تھے - اور اس حدیث مین یہ بیان بھی کردیا گیا ہے کہ ماذون بجہاد نہین ہوتے مگر وہ مومنین جو متصف بصفات اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الخ کے ہون - اور جبکہ مہاجرین کسری و قیصر کے جہاد پر ماذون من اللہ تھے تو امام کے بیان سے اونکا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہوتا ہے - اور یہ ثبوت ایسا ہے کہ اس سے انکار ہی نہین

ہوسکتا۔ اسلیے کہ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ مہاجرین کسری وقیصر پر جہاد کرنے والے تھے۔ اور اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ امام نے اس جہاد کو ماذون من اللہ فرمایا اور اوسکی وجہ اور دلیل بیان کی۔ اگر اونکا جہاد بلا اذن خدا ہوتا تو راوی کے سوال کے جواب مین امام یہ فرماتے کہ یہ جہاد نہ تھا اور نہ وہ لوگ جہاد کے لئے ماذون تھے۔ برعکس اسکے امام نے اونکا ماذون من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونیکی دلیل صاف صاف لفظون مین بیان کی۔ اور چونکہ ماذون من اللہ جہاد کے لئے نہین ہوسکتے الا وہ لوگ جو ایمان اور اعمال حسنہ کے جامع ہون اس لئے منطقی دلیل سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ امام نے اون مہاجرین کو جنھون نے کسری وقیصر پر جہاد کیا تھا مومن اور جامع شرائط جہاد قرار دیا۔

اس حدیث کے جواب مین علماے امامیہ کو نہایت دقت پیش آئی اور کچھ جواب اسکا بن نہین آیا۔ مجتہد صاحب تشیید المبانی مین بجواب مولوی حیدر علیصاحب کے اس حدیث کے متعلق فرماتے ہین کہ نہایت آنچہ ازین حدیث ظاہر می شود این ست کہ مہاجرین ماذون بجہاد کسری وقیصر بودند وحقیت خلافت خلفا ازان اصلا مستفاد نمی شود زیرا کہ در احادیث معتمدہ اہل سنت وارد شدہ کہ جناب رسالت مآب مسلمین را خبر تسلط خلفاء جور دادہ امر باطاعت آنہا نمودہ بود انتہی۔ یعنی اس حدیث سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مہاجرین کسری وقیصر کے جہاد کے لئے ماذون تھے مگر اس سے خلفا کی خلافت کی حقیت ثابت نہین ہوتی کیونکہ سنیون کی حدیثون مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا نے خلفاء جور کے تسلط کی خبر دیکر اونکی اطاعت کا حکم فرمایا تھا۔ اس جواب سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جناب مجتہد صاحب کو اس حدیث کی صحت مین کلام نہین ہے نہ اوسکے مضمون مین کچھ عذر ہے۔ اور ہمارے مقصود کے لئے یہی کافی ہے۔ آیندہ ناظرین حدیث خود غور کرکے اس کا تصفیہ کرسکتے ہین کہ مجتہد صاحب کے جواب سے ہمارا دعوی جو اس حدیث کی دلیل پر مبنی ہے ثابت

ہوتا ہے یا باطل۔ اور چونکہ اونھون نے کوئی جواب اسکا نہیں دیا۔ نہ مہاجرین کے کسری وقیصر پر
جہاد سے انکار کرسکے نہ اونکے ماذون من اللہ ہونے پر اعتراض فرماسکے۔ اور نہ ماذون من اللہ ہونے
کے لئے جو شرائط امام نے فرمائے اوسکے انکار کی جرأت کرسکے۔ جب کوئی راستہ نہ ملا تو اہل سنت کی کتابون
کی طرف رجوع کرنے لگے۔ مگر اس سے نفس حدیث کا مطلب کیونکر باطل ہوسکتا ہے۔ مانحن فیہ مین
یہ بحث نہین ہے کہ سنیونکی روایتون کے مطابق خلفا راشدین خلفا جور تھے یا خلفا برحق۔ بلکہ
بحث طلب امر یہ ہے کہ اس حدیث سے اون مہاجرین کا جنھون نے کسری وقیصر پر جہاد کیا ماذون
من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونیکی وجہ سے اونکا صاحب اعمال صالحہ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین
اور اس ثبوت کی تردید نہین ہوسکتی جب تک دو بدیہی باتون سے انکار نکیا جاے۔ ایک مہاجرین
کے جہاد کرنے سے کسری اور قیصر پر دوسری امام کے اس ارشاد سے کہ مہاجرین جہاد کے لئے
ماذون من اللہ تھے۔ اگر حضرات امامیہ کو یہ جرأت ہو کہ وہ فرماسکین کہ جہاد مہاجرین نے نہین
کیا۔ نہ کسری اور قیصر کا ملک مہاجرین کے قبضے مین آیا بلکہ اونپر جہاد کرنیوالے ایران کے شیعہ
یا لکھنؤ کے مومن تھے تو خیر ہم خود اپنے دعوی کی غلطی تسلیم کرلینگے۔ یا یہ کہ سکین کہ امام نے
مہاجرین کو ماذون من اللہ ہونا نہین بیان کیا بلکہ ممنوع من الجہاد ہونا فرمایا تھا تب بھی ہمارا دعوی
اور ہماری دلیل دونو باطل ہوسکتی ہین و اذلیس فلیس

چونکہ مجتہد صاحب بھی اسے خوب سمجھ گئے تھے کہ اونکا جواب نہایت کمزور ہے اس لئے جناب
نے اس حدیث کا ایک اور جواب دیا ہے اس سے بھی زیادہ عمدہ اور زیادہ مدلل اور ناقابل تردید
ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ جہاد بمشورے و مرضی مبارک جناب امیر کے ہوا تھا پس گویا ماذون بجہاد
جناب امیر تھے اور اونھین کے اذن سے مہاجرین نے کسری وقیصر پر جہاد کیا تھا۔ ہم بھی اس
جواب کی داد دیتے ہین۔ اور تاکہ دیکھنے والونکو ہماری طرف سے بدگمانی نہو اور جناب مجتہد صاحب

کی طرف ایسے پاکیزہ جواب دینے مین کوئی شبہہ نکرے ہم اصل عبارت تشنید البانی کی لکھتے ہین اور وہ یہ ہے - ودیگر تمام ہی دیگیرست کہ تعرض آن بضرور و آن این ست کہ خلیفہ ثانی بلکہ خلفا ثلاثہ چون برای العین مشاہدہ نمودہ بودند کہ جناب ولایت مآب افضل و اعلم صحابہ است لہذا در اکثر امور عظام مثل جہاد و اجرای حدود وغیرہ بطریق مشورہ مرضی مبارک جناب امیر دریافت مینمودند چنانچہ این امر بر متتبع خبیر ظاہر و روشن ست و کلام صدق نظام خلیفہ ثانی لولا علی لھلک عمر و معضلۃ لا ابا حسن لھا کہ در کتب جمہور اہل سنت وارد شدہ نیز دلالت صریح بران دارد و در خصوص جہاد فارس فاضل دہلوی نیز مشورہ نمودن خلیفہ ثانی بآن حضرت مذکور ساختہ پس برین تقدیر ماذون بودن مہاجرین و انصار برای جہاد فارس و شام وغیرہ مستغنی عن البیان ست و انچہ جناب امام جعفر صادق در باب اذن آنہا فرمودہ بسبب اذن و رضا دادن جناب امیر بود نہ بسبب حقیت خلافت ثلاثہ - انتہی

جناب قبلہ و کعبہ کے جواب سے بجاے اسکے کہ ہمارا دعوی ضعیف ہوا و قوی ہوتا ہے اسلئے بموجب منطق کی شکل اول کے اس حدیث کا صغری اور کبری یہ ہوتا ہے کہ مہاجرین ماذون بجہاد تھے - اور ماذون بجہاد نہین ہوتے مگر وہی لوگ جو جامع شرائط ایمان اور مورد آیہ التائبون العابدون الحامدون الخ کے ہون پس اس کا نتیجہ نکلا کہ مہاجرین مومن اور جامع شرائط اور داخل زمرہ التائبون العابدون الحامدون کے تھے - وھذا ھو المقصود اگر جناب قبلہ و کعبہ اس حدیث سے انکار فرماتے یا اوسکے جواب مین یہ کہتے کہ مہاجرین ماذون من اللہ نہ تھے تب البتہ ہمارا دعوی باطل ہوتا - مگر مولانا ممدوح نے اس بات کو کہ مہاجرین ماذون من اللہ تھے نہ صرف تصدیق کیا بلکہ اوسے اور قوی کردیا - اسلئے کہ آپ فرماتے ہین کہ وہ جناب امیر کی طرف سے ماذون تھے اسلئے کہ خلفا ایسے معاملات مین جناب امیر سے مشورہ لیتے اور آپکی مرضی مبارک دریافت کرتے اس لحاظ سے خلفا کا اذن در پردہ بلکہ درحقیقت اذن جناب امیر تھا اور جناب امیر کے اذن کو خدا کا اذن سمجھنا چاہیے اسلئے کہ اگر مہاجرین

جامع اون شرائط کے نہوتے جو مجاہدین کے لئے ضروری ہین تو حضرت امیر اونکو جہاد کا اذن نہ دیتے۔ اور صلاح اور مشورہ لینے والون سے علیحدہ رہتے۔ اور اونکے جہاد کو فتنہ و فساد اور اونھین کو واجب القتال سمجھتے۔ جیساکہ اس حدیث کا منشا ہے۔

اور جناب قبلہ و کعبہ کا یہ ارشاد کہ اس سے خلافت ثلاثہ کی حقیت ثابت نہین ہوتی نہایت حیرت انگیز ہے اس لئے کہ جو لوگ اون شرائط کے جامع ہون جو اس حدیث مین مذکور ہین یعنی ایمان مین کامل اور اعمال حسنہ سے متصف اور التائبون العابدون الحامدون مین داخل تو بالضرور وہ خدا اور اوسکے رسول کی مرضی پر چلنے والے ہونگے۔ اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور اونکو مدد دینا اور اونکے مخالفین اور اعدا سے بیزار رہنا اونکا فرض ہوگا۔ اور یہ فرض اوسوقت پورا ہوتا ہے جبکہ ہمارے اعتقاد کے موافق خلفاء ثلاثہ اگر مہاجرین سے افضل نہ تھے جاوین تاہم کم سے کم اونکی برابر اور اونکے زمرے مین تو ضرور محسوب ہون۔ ورنہ کیا وہ لوگ جو ایمان اور حسن اعمال مین کامل ہون ایسے شخصون کی سرداری اور امامت کو تسلیم کرینگے جو ایمان سے بے بہرہ اور حسن عمل سے بے نصیب اور منافقین اور مرتدین مین داخل اور اہل بیت کے دشمن اور اونکے حقوق کے غاصب اور بضعۂ رسول کے ایذا دینے والے ہون۔ ایسے لوگونکی اطاعت تو وہی لوگ کرینگے جو کہ اونکی طرح منافق یا مرتد اور ایمان سے بے بہرہ ہون اور چونکہ اس حدیث نے مہاجرین کا جہاد کے لئے ماذون من امیر المومنین و من اللہ ہونا ثابت کر دیا اور ماذون من اللہ ہونے سے اونکے ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ کا ثبوت ہوگیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے گروہ کے سردار اور خلیفہ بھی ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ سے متصف اور التائبون العابدون الحامدون مین داخل تھے۔ والحمد للہ علی ذالک

مہاجرین کا اس حدیث سے جہاد کے لئے ماذون من اللہ ہونا تو خود جواب ہے جناب قبلہ و کعبہ کے ثابت ہوگیا۔ اب ہم ایک اور روایت پیش کرتے ہین جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو جہاد

خلفا ثلاثہ کے زمانے مین ہوے اور جو ملک اونھون نے فتح کئے اونکی بشارت پیغمبر خدا صلعم نے پہلے
ہی سے دیدی تھی - اور اونکی فتوحات کو اپنی فتوحات سے تعبیر فرمایا تھا - ابن بابویہ روایت کرتے
ہین کہ جنگ احزاب مین جسکو جنگ خندق بھی کہتے ہین حضرت سلمان فارسی کی صلاح سے خندق کھودی
گئی - خندق کھودتے وقت ایک ایسا سخت پتھر نکلا کہ کدال اوسپر کچھ کام نہین کرسکتا تھا اور نہ وہ ٹوٹتا
تھا - حضرت صلعم کو اسکی اطلاع دیگئی اور آپ نے دست مبارک مین کدال لیکر اوس پتھر پر ایک ضرب
لگائی اوس سے ایک روشنی نکلی اور آپنے اوسے دیکھکر فرمایا کہ اللہ اکبر شام کی کنجیان خدا نے مجھے
دین - اور قسم ہے خدا کی اوسکے سرخ محل مین دیکھ رہا ہون - دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی
پتھر اوس سے ٹوٹا آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا نے فارس کے ملک کی کنجیان مجھے دین - قسم ہے خدا کی کہ مدائن
کے سفید قصر کو مین دیکھ رہا ہون - اور جب تیسری چوٹ لگائی اور وہ پتھر ٹوٹ گیا تو آپ نے فرمایا
کہ اللہ اکبر یمن کی کنجیان مجھے دین اور قسم ہے خدا کی کہ صنعا کے دروازے کو مین دیکھ رہا ہون - یہ روایت
صفحہ ۳۷۶ حیات القلوب کی دوسری جلد مطبوعہ نولکشور اور ناسخ التواریخ کی کتاب دوم جلد اول
مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۱۶ مین نقل ہے - اور اخیر روایت کے الفاظ یہ ہین کہ بالجملہ در ایام حفر خندق
قطعہ از سنگی سخت پدید شد کہ مردم از شکستن آن بیچارہ گشتند و مسلمان این خبر بر رسول خدا برداشت
جابر بن عبد اللہ انصاری گوید درین ہنگام رسول خدا در مسجد فتح بر پشت خوابیدہ بود و از شدت
جوع سنگ بر شکم مبارک بستہ داشت چہ سہ روز میرفت کہ ہیچکس بہ طعامے دست نیافت با این ہمہ
چون این قضیہ بشنید متین بر گرفت و بخندق در آمد برابن عازب گوید چون با متین بر سر سنگ آمد
فرمود بسم اللہ و بضرب نخستین یک ثلث آن سنگ را بیفگند و گفت اللہ اکبر و برق از سنگ جستن
کرد پیغمبر فرمود مفاتیح شام مرا دادند سوگند باخدای کہ شام را با قصور احمر مشاہدت میکنم و در ضربت
دوم ثلث دوم را فرود آورد و ہم برق بجست فرمود اللہ اکبر مفاتیح فارس مرا دادند سوگند باخدای

اتصور ابعض مدائن آمی نگرم زدن حضرت سیم سنگ را بجملہ پراگندہ ساخت وشمشیر برقی بجہید ورسوخدای فرمود
اللہ اکبر مفاتیح یمن بمن افتاد سوگند باخدای کہ ابواب صنعا نظارہ کنم زدر ہر کرت مردم با پیغمبر موافقت می کردند
وبانگ تکبیر برمید اشتند۔ انگاہ روی با سلمان کرد وصفت کوشک مدائن را تمامت باز گفت سلمان
عرض کرد بدان خدای کہ ترا براستی فرستادہ این ہمہ صفت کوشک مدائن ست وگواہی میدہم کہ تو رسول خدای
پیغمبر فرمود بعد از من امت من این ممالک بگشایند وخزائن کسری وقیصر را لقمہ دہند۔ انتہی

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے شام اور فارس اور یمن کے
فتوحات کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ میری امت کے لوگ اور مسلمان اسے فتح کرینگے۔ اور نیز
ان فتوحات کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور ارشاد کیا کہ خدا نے ان ملکوں کی کنجیاں مجھے عنایت کیں۔
اگر خلفا کی خلافت باطل ہوتی اور وہ اون کے ساتھ دینے والے اور اون کے
حکم پر لڑنے والے جنکے ہاتھ پر یہ ملک فتح ہوا منافق یا مرتد ہوتے اور دائرہ اسلام سے
خارج تو کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونکے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے۔
اور اونکی فتوحات کو اپنی فتوحات سمجھتے۔ اسکے جواب میں مجتہد صاحب قشیدالمبانی
میں فرماتے ہیں کہ نہایت آنچہ ازین روایت ثابت می شود این ست کہ ملک شام ویمن
وغیرہ در قبضۂ اسلام خواہد آمد واز ان ظاہر نمی شود کہ کسانیکہ در ایام حکومت آنہا این ممالک
در قبضہ خواہد آمد خلیفہ بحق خواہند بود زیرا کہ از جملہ احادیث معتمدۂ اہل سنت ست کہ ان اللہ یؤید
ھذا الدین بالرجل الفاجر پس اگر قوت دین ورواج شرع متین در عہد احدی دلیل حقیت
او باشد لازم آید حقیت خلافت ہر بادشاہ فاجر وجابر وھو خلاف مزعوم المجیب انتہی

اس جواب میں مجتہد صاحب نے پہلی حدیث کے موافق جو ابھی اوپر بیان ہو چکی پھر اہل سنت
کی حدیث کو پیش کیا۔ حالانکہ اونکو اس روایت کے متعلق جواب دینا چاہیے تھا۔ جو کچھ جواب انھوں نے دیا

اوس سے بجز اللہ تعالی اس روایت کی تصدیق ہوگئی۔ اور سنیون کی پیش کردہ حدیث سے مجھ صاحب کو کچھ حاصل نہین ہوا۔ اسلئے کہ جب اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے تین دفعہ یہ فرمایا کہ خدا نے فلان ملک کی کنجیان میرے ہاتھ مین دین اور ہر مرتبہ خوش ہوکر تکبیر فرمائی۔ پس اگر خلفا فاجر ہوتے تو کیونکر پیغمبر خدا اپنے مبارک ہاتھ کو اونکا ہاتھ کہتے اور کسطرح خوش ہوکر بشارتاً اصحاب سے خطاب فرماتے کہ خدا نے یہ ملک مجھے دیا اور میری امت کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ کیا وہ پاک رسول جسکے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ کہا ہو اور جسکی شان مین اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج فرمایا ہو اون فاجرین کے افعال پر جنھون نے دین کو بدل دیا اور اہل بیت نبوی کے حقوق غصب کرلئے اور جو فسق وفجور کے درجے سے گذر کر مرتد اور کافر ہوگئے بلکہ ایسے لوگونکی نسبت جنکو حضرات شیعہ کبھی مسلم اور مومن سمجھتے ہی نہین اور ابتدا ہی سے اونکو منافق جانتے ہین اظہار بشارت فرماے اور انکے مساعی جمیلہ سے جو ملک فتح ہون اور اسلام ترقی پاوے اوسپر فخر ومباہات کرین۔ اور اسپر بھی تعجب ہے کہ جس حدیث سے اہل سنت کی جناب قبلہ وکعبہ نے استمساک فرمایا ہے وہ بھی اونکے مفید مطلب نہین۔ اسلئے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ بعد میرے خلفا ہونگے یعنی خلفا حق اور اوسکے بعد امرا ہونگے اور اوسکے بعد ملوک جابر۔ پس سنیونکی حدیث کے مطابق اس حدیث کا اطلاق خلفاء کرام پر ہو ہی نہین سکتا۔ اور اگر اس طرح پر احادیث کی معنوی تحریف کیجاوے اور اوسکے مصداق کو غلط ٹھہرایا جاوے تو جو حدیثین حضرت امام مہدیؑ کی شان مین ہین کہ اونسے دین کو تقویت ہوگی اور وہ ساری دنیا مین اسلام پھیلا دینگے اوسکی نسبت بھی خوارج اس حدیث کو جو کہ شیعون کے بیان بھی منقول ہے یہی کہہ سکتے ہین اور نعوذ باللہ حضرت امام مہدی کے زمانے کی فتوحات پر بھی ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر کہہ کر اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرسکتے ہین پس ہمارا جواب حضرات امامیہ اونکو دین اوسی کو ہماری طرف سے بھی سمجھین۔

انصار اور مہاجرین دو گروہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے کہ وہ مومنین خاص اور مخلصین اختصاص سے تھے
اور ان جوابات سے جو علماء امامیہ نے دیے ہین یہ بات بھی ہم ظاہر کر چکے کہ اون روایات کی تکذیب نہین کرتے بلکہ
تاویل جو معنوی تحریف کے درجے تک پہونچ جاتی ہے فرماتے ہین - البتہ مہاجرین و انصار کی شان
مین جو احادیث ہین اوس سے خلفاء راشدین کی خلافت کی صحت تسلیم نہین کرتے - مگر خود خلفاء راشدین
کی نسبت بھی ایسی احادیث شیعونکی کتابون مین موجود ہین جس سے اونکا ایمان اور اخلاص ہین اور
مومنین کی صفات سے متصف ہونا بلکہ اسلام مین اونکا بہت بڑا درجہ ہونا اور اونکی وفات سے اسلام کو
سخت نقصان پہونچنا ثابت ہوتا ہے - چنانچہ ان مین سے بعض روایتین ہم حصۂ اول کے جزو اول مین اس کتاب
کے بیان کر چکے ہین اور بعض مختلف موقعون پر دوسرے جزو مین بیان کی ہین اور کچھ اس وقت
بیان کرتے ہین - نہج البلاغت مین جناب امیر کے وہ اقوال منقول ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ آپ
کے خیالات حضرت عمر کی نسبت نہایت اعلیٰ درجے کے تھے وہ اونکو عرب کا مرجع اور قطب سمجھتے اور
اونکی سلامتی کو غنیمت جانتے تھے اور اونکو دوستانہ صلاح اور مشفقانہ مشورے دیا کرتے تھے چنانچہ
اوسوقت جبکہ حضرت عمر نے فارس کی لڑائی پر خود تشریف لیجانے کا ارادہ کیا اور جناب امیر سے
مشورہ لیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ اسلام کی نصرت و عدم نصرت فوج و لشکر کی کمی و بیشی پر موقوف
نہین ہے یہ خدا کا دین ہے جسے وہ خود ہی غالب کرتا ہے - اور اسلام کا لشکر اور اسی کا لشکر ہے جسکی
خود ہی اعانت اور امداد فرماتا ہے - یہانتک کہ اسلام اس حد کو پہونچا اور دنیا مین پھیل گیا - اور جسسے
اللہ نے وعدہ کیا ہے اور خود ہی اوسکا پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کی مدد دینے والا ہے - اور خلیفہ
بمنزلہ اوس دھاگے کے ہے جسمین موتی پروئے گئے ہون کہ اونکی لڑی اوسیوقت تک ثابت رہ سکتی ہے
جب تک کہ وہ دھاگا سلامت ہے - اگر وہ ٹوٹ جاے تو سب دانے موتیونکے بکھر جائین اور پھر
جمع نہین ہو سکتے - آج کل عرب اگرچہ کم ہین لیکن بوجہ اسلام کے زیادہ اور بسبب اجتماع کے

غالب ہین۔ تم قطب ہوکر رہو اور عرب کو گھیرے رہو تمھارے بغیر عرب مین لڑائی کی آگ بھڑک اوٹھے گی کیونکہ اگر تم اس زمین سے چلے جاؤگے تو عرب اطراف وجوانب سے تمپر ٹوٹ پڑینگے اور جن چیزون کو تم پیچھے چھوڑ جاؤگے وہ زیادہ اہم اور نازک ہو جائینگی بہ نسبت اوسکے جسکے لئے جاتے ہو کیونکہ عجمی جب تمھارا جانا دیکھینگے تو کہینگے عرب اتنے ہی تھے۔ اور وہ زیادہ دلیری اور طمع کرینگے۔ اور تم جو یہ کہتے ہو کہ اہل فارس مسلمانون پر چڑھکر آئے ہین تو خدا تعالی کو تم سے بھی زیادہ اونکا چڑھکر آنا برا معلوم ہوتا ہے اور جس بات کو وہ برا جانتا ہے اوسکے دور کرنے پر وہ قادر ہے۔ اور تمنے جو اونکی کثرت بیان کی تو ہم پہلے جہاد کچھ کثرت کے بھروسے پر نہین کیا کرتے تھے بلکہ خداوند تعالی کی مدد اور نصرت کے بھروسے پر

نہج البلاغت مین ایک خط حضرت علی کیطرف سے بنام معاویہ کے منقول ہے جس کا آغاز یہ ہے فارادتو منا قتل نبینا الخ اوسکی نسبت ابن میثم بحرانی اپنی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ ایک جزو اس خط کا ہے جو جناب امیر نے معاویہ کو اونکے خط کے جواب مین لکھا تھا اور جس مین اونھون نے قاتلان عثمان کو طلب کیا تھا۔ اور یہ بھی اوس مین لکھا تھا کہ مسلمانون مین سب سے برتر پہلے خلیفہ تھے پھر دوسرے پھر تیسرے۔ اور جناب امیر پر یہ طعنہ کیا تھا کہ تمنے سب پر حسد کیا اور سب سے باغی رہے اور ہمیشہ خلافت کی طمع مین سر واہین بھرتے رہے۔ اور بیعت کو تم ہمیشہ ٹالتے رہے یہانتک کہ جس طرح نکیل پکڑکر زبردستی اونٹ کھینچا جاتا ہے تم کھینچے گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ خط معاویہ نے ابومسلم خولانی کے ہاتھ جناب امیر کے پاس بھیجا اوسکے جواب مین آپ نے ایک طولانی خط لکھا جسمین خلفا کے متعلق یہ جواب تھا وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدھم بہ فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصائب بھما لجرح فی الاسلام شدید

یرحمهما الله وجزاهما الله باحسن ما عملا کہ تم یہ کہتے ہو کہ خدا نے رسول خدا کے لئے مسلمانون مین سے ایسے اعوان و انصار دیے جنھون نے آپکی تائید کی اور وہ لوگ اپنے اپنے درجے کے موافق اسلام مین خاص مرتبہ رکھتے ہین اور اونمین سے افضل جیسا کہ تمنے گمان کیا اور سب سے بڑھکر فضیلت کہنیوالے اللہ و رسول کے لئے خلیفہ صدیق اور فاروق تھے۔ مین بھی اپنی جان کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ اون دونون کا مرتبہ اسلام مین بہت بڑا ہے اور اونکے صدمے (یعنی وفات) اسلام کے لئے بہت سخت مصیبت ہے۔ خدا اون دونو پر رحم کرے اور اونکے اعمال کا اونھین نیک بدلہ عنایت کرے

نہج البلاغت مین لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان پر باغیون نے ہجوم کیا تو جناب امیر حضرت عثمان کے پاس گئے اور اونسے کہا کہ لوگون نے مجھے سفیر بناکر آپ کے پاس بھیجا ہے مگر مین نہین جانتا کہ آپ سے کیا کہون کوئی چیز مین ایسی نہین جانتا جو تم نجانتے ہو اور کوئی شے ایسی نہین بتا سکتا جو تم نہ سمجھتے ہو تم وہی جانتے ہو جو ہم جانتے ہین کسی چیز مین ہمنے تم سے سبقت نہین کی جو ہم تمھین بتا دین تمنے وہ سب دیکھا ہے جو ہمنے دیکھا اور تمنے وہ سب سنا ہے جو ہمنے سنا تمنے رسول اللہ کی ویسی ہی صحبت پائی ہے جیسی کہ ہمنے۔ نہ ابن ابوقحافہ تمسے بڑھکر تھے نہ ابن خطاب تمسے زیادہ مستحق۔ کیونکہ تم رسول اللہ کے زیادہ قریب ہو اور اونکی دامادی کا شرف رکھتے ہو جو اونکو حاصل نہین تھا۔ پھر اسکے بعد اور باتین کہین اور اونکو سمجھایا۔ مگر ہمارا مطلب اسوقت اون الفاظ کی نقل سے ہے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے کسی بات مین اپنے آپ کو حضرت عثمان سے افضل نہین فرمایا۔ بلکہ صاف صاف کہا کہ جو مین جانتا ہون وہی آپ جانتے ہین جو مینے دیکھا ہے وہی آپ نے بھی دیکھا۔ جو مینے سنا وہی آپ نے بھی سنا۔ اور جو عزت صحبت نبوی کی مجھے حاصل ہے وہی آپ کو بھی۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہین واللہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا تجھلہ ولا ادلک علی امر لا تعرفہ انک لتعلم ما نعلم واللہ ما سبقناک الی شی فنخبرک عنہ ولا خلونا

بشیء فبلغکہ وقد رایت کما رایتنا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ صلعم کما صحبنا وما ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب باولی بعمل الحق منک وانت اقرب رسول اللہ صلعم وشیجۃ رحم وقد نلت من صھرہ مالم ینالا۔

یہ اقوال جناب امیر کے اور وہ روایتین ائمہ کرام کی جو اوپر ہمنے معتبر کتابونسے امامیہ کے نقل کی ہین غالبا دیکھنے والون کو اس باب مین کچھ شبہہ باقی نہ رہیگا کہ مہاجرین وانصار خدا اور رسول کے ممدوح تھے اور خلفاء راشدین کے مناقب اور محامد زبان پر ائمہ کے جاری تھے اور اونکے حسن اعمال کا صلہ خدا سے چاہتے تھے۔ اور اونپر رحمت بھیجتے تھے۔ کیا وہ لوگ جنکی نسبت جناب امیر نے فرمایا ہو ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصابۃ بھما لجرح فی الاسلام شدید ایمان سے خارج اور اسلام سے بے نصیب تھے۔ اور کیا وہ خلفا جنکے حقمین علی مرتضی نے یرحمھما اللہ وجزاھما اللہ باحسن ما عملا کہکر دعا کی ہو غاصب اور ظالم خیال کئے جاسکتے ہین اور بجاے رحمت بھیجنے کے اونکی شان مین کسی قسم کے بے ادبانہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتے ہین اور کیا وہ داماد رسول کہ جنکی نسبت جناب امیر نے واللہ ما سبقناک الی شئی وقد رایت کما رایتنا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وانت اقرب رسول اللہ فرمایا ہو وہ معوذ باللہ کافر اور منافق تھے۔ اور وہ انصار جنکی نسبت رسول اللہ نے الانصار کرشی وعیبتی فرمایا اور ولو سلک الناس وادیا وسلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار ارشاد کیا ہو اور جنکے حقمین اللھم اغفر للانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار دعا مین فرمایا ہو۔ اور وہ مہاجرین جنکو امام نے جہاد کے لئے ماذون من اللہ فرمایا ہو اور جنکو التائبون العابدون الحامدون الستا ئحون مین شمار کیا ہو شیعون کے عقائد کے مطابق مرتد ہوگئے ہون اور پیغمبر خدا کی وصیت کو ایسے لوگون نے بھلا دیا ہو اور اہل بیت سے پھر گئے ہون

اور کسی نے جناب الہیہ کا جو وصی برحق اور خلیفہ بلافصل تھے ساتھ نہ دیا ہو۔ یہ ایسی باتین ہین کہ سوائے اوس حالت کے جبکہ انسان مذہبی تعصبات کے جوش مین آکر عقل و فہم کو خیرباد کہدے۔ اور بدیہیات کے انکار مین کچھ پس و پیش نکرے۔ ہوش و حواس کی حالت مین کسی انسان کی زبان سے نہین نکل سکتے ہین نہ کسی سمجھدار آدمی کے خیال مین آسکتی ہین۔ اگر اس قسم کے خیالات اور اقوال کی قباحت کسی کے خیال مین نگذرے تو اوسے مرفوع القلم سمجھ کر اوس کے حق مین دعا کرنی چاہیے کہ خدا سمجھ عطا کرے اور سفسطہ اور بدیہیات کا پردہ اوسکے دل اور آنکھون سے اوٹھا دے۔

چوتھا مقدمہ

علماء امامیہ نے مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے مین اکثر وہ روایتین ہمارے یہانکی پیش کی ہین جو جھوٹی ہین یا ضعیف اور اون کتابون سے استدلال کیا ہے جو غیر مستند اور نا معتبر ہین۔ جب ہمارے علماء نے اس قسم کی روایتونکی تکذیب کی اور ایسی روایتون کے پیش کرنے اور ایسی کتابونسے سند لانے کو ناجائز اور وہمو کا قرار دیا تو اوسپر عموماً علماء امامیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سنیون کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی ایسی روایت اونکی کتابونسے پیش کیجاے جس سے اون کے اصول مین خلل واقع ہو اور جسکا جواب اونسے نہ بن پڑے تو یا اوس روایت کی تکذیب کرتے ہین یا اوسے ضعیف کہدیتے ہین۔ اور اوس کتاب کے مولف پر تشیع یا میلان تشیع کی تہمت لگاکر اپنے فرقے سے خارج بتاتے ہین۔ اور اگر بوجہ شہرت ایسا نہ کرسکین تو کبھی یہ کہکر کہ وہ محقق نہین ہے اور کبھی یہ فرماکر کہ وہ محدث نہین ہے غرضکہ کسی نہ کسی طرح سے اوسے مطعون بناکر اوسکے روایت کے تسلیم مین سو حیلے نکالتے ہین۔ چنانچہ اس اعتراض کو قاضی نوراللہ شوستری اور اور مجتہدین لکھنو اور جناب مولوی عامد حسین صاحب نے اپنی اپنی کتابون مین بہت زور شور سے بیان کیا ہے۔

درحقیقت یہ اعتراض اونکا کہنا صحیح نہین کیونکہ کوئی مذہب دنیا مین ایسا نہین ہے جسمین تمام علما اور کل مصنفین پاک عقیدہ عالی دماغ اور محقق گذرے ہون - نہ کسی مذہب کی تمام کتابین ایسی ہین جو معتبر اور مستند اور مذہبی مباحثون مین قابل استدلال ہون - بلکہ ہر مذہب مین مذہبی عقاید کے ساتھ رسوم اور اوہام اور الہامی اقوال اور صحیح اخبار کے ساتھ قصص اور حکایات ملے جلے پائے جاتے ہین - اور ہر مذہب مین دنیا طلب یا فاسد العقیدہ یا کم علم لوگونکی وجہ سے صحیح روایتون کے ساتھ جھوٹی باتین بھی مشہور ہوگئی ہین - اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسمین صدہا فرقے ہوگئے اور ہزارہا بلکہ لکھوکھا عالم گذرے - اور ہر فرقے نے اپنے مذہبی عقاید کی تائید اور اپنے اصول مذہب کی حمایت مین کتابین تصنیف کین - اور اونمین سے بہت سے ایسے ہوے جنھون نے اپنی دلیلون کو تقویت دینے کے لئے - روایتون کا بنانا اور بانی مذہب اور بزرگان ملت کیطرف سے وضعی اقوال کا مشتہر کرنا شروع کیا - اور امتداد زمانہ اور ترقی اختلاف سے یہ عادت ایسی بڑھ گئی کہ ہر فرقے مین معتبر کتابون کے ساتھ نامعتبر کتابون کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہوگیا - ہمارے یہان بھی ہزارہا عالم گذرے اور ہزارہا کتابین تصنیف ہوئین - مگر سب عالم نہ ایک درجے کے تھے اور نہ سب کتابین ایک قسم کی ہین - بعض عالم ایسے ہوے ہین جو تحقیق کے اعلی درجے پر پہونچے اور بعض ایسے ہوے جو دھوکے اور غلطی کے عمیق گڈھے مین گرے - کسی نے نیک نیتی سے حق کی تحقیق مین بہت کوشش کی کسی نے نفسانی خواہشون یا غلط رایون یا دنیا طلبی کے خیال سے اظہار باطل مین تامل نکیا - اور جھوٹ کو سچ سے جدا کرنے مین تکلیف نہ اوٹھائی اور پھر بعض ایسے بھی ہوے جو حقیقت مین فاسد عقیدے رکھتے تھے - اور سنن کا لباس پہنکر ہمارے علما مین داخل ہوگئے - اور لوگون نے اونکی ظاہری حالت اور اونکے علم اور کمال کو دیکھکر اونکے اقوال اور روایتون کے لینے مین دھوکا کھایا - غرضکہ جب ایسے مختلف الخیال اور مختلف المراتب مصنف ہوے ہون

تو اون سبکی نقل روایت کا ذمہ دار ہمارا مذہب نہین ہوسکتا۔ اور نہ ہر شخص کی تصدیق صرف اسوجہ سے کہ وہ عالم اور مصنف تھے کیجا سکتی ہے۔ ہان مذہب ضرور اس بات کا ذمہ دار ہے جو اوس کتاب مین لکھی ہو جسکی شان ہے لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ یا اوس مبارک منہ سے نکلی ہو جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ پس جو کچھ ہمارے پیغامبر کی کتابون سے ہمارے مقابلے مین پیش کیا جاتا ہے وہ ہمپر حجت نہین ہوسکتا تا آنکہ وہ کوئی آیت آیات قرآنی سے یا آنکہ کوئی صحیح حدیث احادیث نبوی سے سالم عن المعارض و محفوظ عن الشذوذ و نحوہ بلکہ ہم دیکھتے ہین کہ بجاے اسکے حضرات امامیہ کے پیش کردہ روایتون کا ماخذ یا کتب تاریخ ہین یا تفاسیر یا غیر مستند حدیث کی کتابین اور ان تینون قسم کی کتابون کا یہ حال ہے

تاریخ کی کتابونکی نسبت جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے بجز اسکے کچھ نہین کہا جاتا کہ اگرچہ بڑے لائق مسلمان مورخون نے کثرت سے تاریخ کی کتابین لکھی ہین۔ مگر وہ لغو اور باطل روایات اور وہمیات اور قصص و حکایات سے بھری ہوئی ہین اور سواے چند ابتدائی تاریخون کے باقی تواریخ کی کتابون مین جو روایتین لکھی گئی ہین اونمین اسناد درج نہین نہ روات کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو کہ اونکے بیان کرنیوالے سچے ہین یا جھوٹے۔ مذہب حق پر ہین یا اہل بدعت۔ اور اگر کہین سلسلہ روات کا مذکور بھی ہے تو تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر روایتون کے بیان کرنے والے غیر معتبر اور مشتبہ اور مجہول تھے۔ متقدمین مین سے بڑے نامور مورخ مثل واقدی وغیرہ کے جو امام المورخین کہلاتے ہین خود اونکی کتابین بیہودہ اور غلط روایتون سے بھری ہوی ہین۔ اور متاخرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ صرف اونھین کی بیان کی ہوی روایتون اور کہانیون کے نقل کرنے والے ہین۔ اونھون نے جو کچھ بچکر روایتین اور واہی تباہی کہانیان پچھلی کتابون مین دیکھین یا ادھر ادھر سے سنین اونھین ہم تک پہونچا دیا

نہ اونکے ماخذ کو تحقیق کیا نہ اونکے مطالب کو غور و تامل سے دیکھا خصوصًا اون مورخین نے جو
پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کے معتقد یا اوس طرف مائل تھے اونھون نے بمقتضائے طبیعت کے
اپنی رائے اور مذہب کے موافق جن خبرون کو سنا قبول کر لیا اور اونکا اعتقاد اور میلان اونکی بصیرت
کی آنکھ کا پردہ ہو گیا۔ اور وہ جھوٹی بات کے قبول کرنے اور اوسکے نقل کرنیکی مصیبت مین پڑگئے
اور راویون پر خوش اعتقادی اور حسن ظن کی وجہ سے اعتماد کرنے اور اونکے حالات کی تحقیق نکرنے
نے اس مصیبت کو عام اور یوپرا کر دیا۔ اونھون نے نقل کرنیوالون اور راویون پر ایسا بھروسہ کیا
کہ نہ تنقیح روایت کے اصول کا لحاظ رکھا نہ درایت کے قواعد کو کام مین لائے اگر راویون نے
خود دھوکا کھایا۔ یا سمجھ کی غلطی سے وہ مطلب صحیح نہ ادا کر سکے اوسکو بھی بجنسہ نقل کر دیا اور بے
احتیاطی اور شہرت کی خواہش اور اہل ہوا اور بدعت کے اختلاط نے تواریخ کی کتابونکو قصے اور
کہانی بنا دیا۔ یہ قول ابن خلدون کا محتاج دلیل نہین ہے بلکہ تاریخ کی کتابین اور اونکے قصص و حکایات
اسپر شاہد ہین۔ مگر باوجود اسکے حضرات امامیہ نے اس قسم کی تاریخون سے اکثر روایتین نقل کی ہین
اور اونھین بیہودہ اور غلط اخبار کو ہمارے مقابلے مین پیش فرمایا ہے۔ جیسا کہ دعوی ہبۂ فدک مین
تاریخ اعثم کوفی اور تاریخ آل عباس اور معارج النبوت اور حبیب السیر وغیرہ کتابون سے غلط سلط
روایتین نقل کر کے ہبۂ فدک کا دعوی ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک اس قسم کی روایتین
معمولی واقعات مین بھی کچھ زیادہ وقعت نہین رکھتین۔ نہ کہ ایسے معاملات مین اونسے استدلال
کیا جاے جو اون اصول عقائد پر مؤثر ہون جو قرآن مجید اور احادیث مشہورہ سے ثابت اور مسلم ہون۔
تواریخ کی کتابون کے علاوہ تفاسیر مین جو اقوال اور اخبار درج ہین اونکو بھی حضرات امامیہ نے
مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے مین بطور سند کے پیش کیا ہے۔ مگر کسی روایت کا تفسیر کی کسی کتاب
مین لکھا ہونا اوسکی صحت کو ثابت نہین کرتا کیونکہ تفسیر کی کتابین بھی مختلف طبیعت کے آدمیون کی

لکھی ہوی ہین - اور اونمین صحیح اور غلط - قوی اور ضعیف اخبار ہر قسم کے درج ہین کما قال ابن تیمیة کتب التفسیر التی ینقل فیها الصحیح والضعیف مثل تفسیر الثعلبی والواحدی والبغوی وابن جریر وابن ابی حاتم لم یکن مجرد روایة واحد من هؤلاء دلیلا علی صحته باتفاق اهل العلم فانه اذا عرف ان تلك المنقولات فیها صحیح وضعیف فلابد من بیان ان هذا المنقول من قسم الصحیح دون الضعیف - یعنی تفسیر کی کتب مین صحیح وضعیف روایتین منقول ہین - جیسے ثعلبی اور واحدی اور بغوی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفسیرین - علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صرف ان لوگون کا کسی روایت کو روایت کردینا دلیل صحت نہین ہوسکتا اسلیے کہ جب یہ معلوم ہے کہ جو اونمین منقول ہے وہ صحیح اور ضعیف دونون ہین تو اوسکے ساتھ ضرور ہے کہ یہ بیان کردیا جاے کہ یہ روایت منقول از قسم صحیح ہے اور از قسم ضعیف نہین ہے - اور علامہ عبدالرؤف فتاوی فیض القدیر شرح جامع صغیر مین لکھتے ہین قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونة بالاحادیث الموضوعة کہ ابن کمال کا قول ہے کہ تفسیر کی کتابون نمین احادیث موضوع بھری ہوی ہین - پس جبتک کوئی روایت یا خبر یا حدیث ایسی نہ پیش کیجاے جو اصول روایت اور درایت کی رو سے صحیح ہو تب تک کوئی قول کسی مفسر کا اور کوئی روایت کسی تفسیر کی صرف اس بنا پر کہ وہ تفسیر مین درج ہے قابل استدلال نہین ہوسکتا -

تفسیر کے سوا اکثر حدیث کی کتابون سے بھی حضرات امامیہ روایتین پیش کرتے ہین - مگر یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حدیث کی کتابین بھی اعتبار صحت کے لحاظ سے ایک درجے کی نہین ہین - سوائے صحاح ستہ کے جتنی کتابین حدیث کی کہلائی جاتی ہین اونکی نسبت محققین کا یہ قول ہے کہ عموماً اونکی حدیثین نہ قابل عمل ہین نہ لائق نقل - الا اون لوگون کے لئے جو اسماء الرجال سے

واقف اور علل احادیث سے آگاہ اور بڑے محقق ہین کہ وہ اونمین سے متابعات اور شواہد کو لے سکتے ہین - اور یہ بھی اون مسانید اور جوامع اور مصنفات کا حال ہے جو بخاری و مسلم کے زمانے سے پہلے اور اونکے بعد تصنیف کی گئین - اور جنمین صحیح اور حسن - ضعیف اور معروف - غریب اور شاذ - منکر اور خطا - صواب اور ثابت اور مقلوب سب بھری ہوی ہین - مثل مسند ابو یعلی اور مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور طحاوی اور طبرانی کے کہ انکے مصنفین کا یہ ارادہ تھا کہ جو کچھ پائین جمع کردین نہ اوسکی تنقیح کرین اور نہ تہذیب و تلخیص - بلکہ یہ کام دوسرون کے لئے چھوڑ دین - انکے علاوہ حدیث کی وہ کتابین ہین جنکے مصنفون نے بعد زمانہ دراز کے تصنیف کا ارادہ کیا اور جو کچھ صحاح ستہ مین نہ پایا اوسے جمع کیا - اور جو مسانید اور جوامع چھپے پڑے تھے اونمین سے روایتین لیکر اکھٹا کردین - اور یہ حدیثین اوس قسم کی تھین جو زبانون پر لوگون کے جاری تھین مگر محدثین نے اونپر اعتنا نہین کی اور اونکو نہین لیا - اور انمین سے اکثر حدیثین غیر محتاط اور لکھنے والے واعظ بیان کرتے تھے - یا اہل ہوا اور اہل بدعت اور ضعفا نقل کرتے رہتے تھے - یا صحابہ اور تابعین کے آثار اور بنی اسرائیل کے اخبار اور حکما اور واعظین کے کلام تھے جنکو راویون نے سہوا یا عمدا احادیث مین ملا دیا - یا وہ معانی جو کتاب اور سنت کے اشارات سے سمجھے گئے تھے اونکو عمدا احادیث قرار دیا - چنانچہ اس قسم کی حدیثین کتاب الضعفا ابن حبان اور کامل بن عدی اور خطیب اور ابونعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی اور مسند خوارزمی مین پائی جاتی ہین - ان کتابونکا یہ حال ہے کہ سب سے عمدہ اور صحیح حدیثین انکی وہ ہین جو ضعیف ہین اور سب سے بدتر وہ ہین جو موضوع یا مقلوب اور منکر ہین - اور انمین کتابونکا مادہ کتاب موضوعات ابن جوزی مین ملتا ہے - اس قسم کی حدیثون کے علاوہ اور وہ حدیثین ہین جو فقہا اور صوفیہ اور مورخین وغیرہم کی زبانون پر تھین اور اونکے سبب سے مشہور ہوگئین جنکی کوئی اصل

پہلے طبقوں میں نہیں پائی جاتی - اور انھیں احادیث اور راویوں میں سے وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جنکو ان لوگوں نے جو دین میں بے باک اور باتونیں لسان تھے اس طور پر حدیثوں میں لا دیا اور اونکے ایسے قوی اسناد بیان کئے جنمیں جرح مطلق نہیں اور ایسے بلیغ کلام میں نقل کیا جسکا سننا والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید نہیں - ان لوگوں کے اس مذہب سے اصول میں ایک بڑی مصیبت پیدا ہو گئی اور جھوٹے اقوال حدیثوں میں مل گئے - اس قسم کی حدیثیں جن کتابوں میں درج ہیں وہی کتابیں دستاویز شیعوں اور قدریہ کی ہیں کہ وہ اپنے عقیدوں کے اثبات اور اہل حق کے الزام دینے کے لئے انھیں کتابوں کی روایتیں پیش کرتے ہیں - اور جو محقق ہیں ہیں وہ دھوکا کھا جاتے ہیں ان سب باتوں پر ایک خرابی اور مستزاد ہوئی کہ بعض شخصوں نے زیادہ مغالطہ حدیث کا علم حاصل کر کے احادیث صحاح اور حسان کی روایت کرنی شروع کی - اگر وہی درمیان میں اپنے عقائد باطلہ کو اور جس اسناد سے وہ دھوکہ میں آئے یاد کر رکھے تھے روایت کر دیا - اور اکثر محدثین نے دھوکا کھایا - جیسا کہ جابر جعفی اور ابوالقاسم سعد بن عبداللہ الشعری قمی ہوا ہے کہ یہ ایسے اوستاد پکارتے کہ حقیقت میں تو شیعہ تھے مگر بہت سے محدثین کو دھوکا دیا - اور غلط حدیثوں کو صحیح حدیثوں کی صورت بنا کر اونکو اونکی صحت کا یقین دلا دیا - یہانتک کہ ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے جابر جعفی کی حدیثوں کو اپنی کتابوں میں نقل کر دیا - یا صلح نامی ایک شیعہ کی جسنے یحیی بن سعید کی اوکھاڑ کی تدبیر کی تھی یحیی بن معین سے محقق نے توثیق کی اور اوسپر اعتماد کیا - یہانتک کہ آخر بعد تحقیق کے یہ حال کھلا اور اونکا فریب ظاہر ہوا - لیکن چونکہ وہ - روایتیں اونکی حدیث کی کتابوں میں لکھ گئیں اسلئے اکثر آدمیوں کو دھوکا ہوتا ہے - اور حدیث کا نام سنکر اونکے اعتقاد میں خلل پڑتا ہے اور واقع میں نہ وہ حدیث ہے اور نہ قول پیغمبر بلکہ ایک مغالطہ دینے والے مفتری کا لطیفہ ہے - اس قسم کے لوگوں میں ابن ابی الحدید معتزلی بھی ہے کہ وہ اعتزال کے ساتھ تشیع کا بھی

جامع تھا - اوس نے ابن علقمی وزیر معتصم باللہ کے خوش کرنے اور اوسکے کتب خانے کے واسطے شرح نہج البلاغت لکھی - اور اوسمین گمنام کتابون اور غیر محقق مصنفون کی تصنیفات سے وہ جھوٹی اور نامعتبر روایتین جن جن کو جمع کیا جس سے صحابہ کرام مطعون اور مورد ملام ٹھہرین - اور شیعون کے اعتراضات اور عقائد کو تقویت ہو - ابن علقمی اسکا بڑا وزیر تھا اور اوسنے اس کتاب کے صلہ مین ایک لاکھ دینار اور بہت بڑا خلعت فاخرہ ابن ابی الحدید کو دیا - اور ابن علقمی معمولی شیعہ نہ تھا بلکہ ایسا غالی شیعہ اور دشمن سنیون کا تھا کہ اوس نے صرف مذہبی تعصب کی وجہ سے عباسیہ کی خلافت کو غارت کیا - اور ہلاکو کو پوشیدہ دعوت دیکر بغداد پر حملہ کرنیکے لئے بلایا - اور خلیفہ کو دھوکا دیکر اوسکے پاس لیگیا اور اوسے معہ علما اور امرا کے شہید کرا دیا - ابن ابی الحدید کی کتاب اگرچہ نہایت جامع اور عالمانہ ہے اور خود ابن ابی الحدید نہایت قابل اور بڑا ادیب تھا مگر مذہب تشیع کا حامی تھا - کسی غالی اور متعصب شیعہ نے بھی اپنے مذہب کے لئے غالبًا اس قدر مواد بہم نہ پہونچایا ہوگا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے اونکے لئے مواد جمع کر دیا - اسی کی وہ کتاب ہے کہ اوسکے زمانے سے لیکر اب تک اہی سے حضرات امامیہ روایتین پیش کرتے ہین اور استناد و استدلال فرماتے ہین - اور ایسے اہل بدعت اور مخالف مذہب کو سنیون کے اکابر علما مین سے قرار دیکر اوسکی روایتون کو ہمارے مقابلے مین پیش کرتے ہین - شروع زمانے سے اب تک جس کتاب کو شیعون کی اوٹھا کر دیکھیے اکثر مطاعن صحابہ مین ابن ابی الحدید ہی کی کتاب کا حوالہ ہوگا اور اوسکی جھوٹی اور غلط روایتین ہمارے مقابلے مین پائی جائینگی چنانچہ ہماری اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو جاے گا کہ مطاعن صحابہ کے متعلق جو روایتین اہل سنت کے نام سے پیش کی گئی ہین بڑا حصہ اونکا اسی ابن ابی الحدید کی کتاب سے لیا گیا ہے مگر روایت اور درایت کے اصول کو جاننے والے اور حدیثون کے صحت اور غلطی کے

پرکھنے والے وہ کاشمین کہلاسکتے اور وہ وضعی حدیثون اور جھوٹی روایتون کو اوسیطرح رد کرسکتے ہین جسطرح صراف کھوٹے کو کھرے سے جدا کردیتا ہے۔ اسلئے کہ محدثین نے ہر حدیث کے متعلق سند بیان کرنے اور راویون کے نام لکھدینے سے قیامت تک ہر شخص کے لئے تنقیح اور تحقیق کا دروازہ کھول دیا ہے اور جھوٹ اور سچ میں تمیز کردینے کا ذریعہ مہیا کردیا ہے۔ اسلئے جو حدیث یا روایت ہمارے سامنے پیش کیجائیگی تو ضرور ہے کہ ہم اول اس بات پر نظر کرین کہ وہ حدیث از روے اصول روایت صحیح ہے یا نہین۔ اگر ہمکو معلوم ہو کہ اوس حدیث کے بیان کرنے والون میں سے کوئی ایک راوی بھی جھوٹا یا غیر معتبر ہے یا اہل بدعت جس نے اپنے مذہب کی حمایت مین اوس حدیث کو روایت کیا ہو تو ہم اوسکو نہ مانینگے اور نہ اوس سے مخالف کا استدلال کرنا جائز ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث اور روایت خبر ہے اور خبر مین صدق و کذب دونو کا احتمال ہوتا ہے۔ اور کذب کے احتمال دور کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اوسکے بیان کرنیوالے ثقہ۔ متدین۔ اور صادق القول ہون۔ پھر اگر وہ خبر اتنی سندون اور اتنے طریقون سے بیان کی گئی ہو کہ عادۃً اونکا اجتماع کذب پر محال ہو۔ اور ابتدا سے انتہا تک اوسکے راوی اون معائب سے پاک ہون جن سے روایت مین خلل اور شبہہ پیدا ہوتا ہے تو وہ خبر صحت کے اعلیٰ درجے مین سمجھی جائیگی۔ اور اسی قسم کی خبر کو متواتر کہتے ہین۔ اور صرف اسی قسم کی حدیثین مفید علم و یقین ہوتی ہین۔ اور اونپر اعتقاد کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے وھو الذی یضطر الانسان الیہ گر اس قسم کی حدیثین بہت کم ہین جیساکہ ابن صلاح نے کہا ہے مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم بعز وجودہ الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور اگر وہ خبر اتنی سندون اور اتنے طریقون سے بیان نکی گئی ہو مگر اوسکے راوی نہایت ثقہ اور نہایت معتبر اور نہایت متدین ہون اور کم سے کم دو طریقون سے بیان کی گئی ہو تو اوسمین بھی صدق کیجانب کو غلبہ ہوگا اور ایسی خبر

اصطلاح مین مشہور کہی جاتی ہے اور وہ روایۃ قابل ماننے کے ہوگی - اور اگر وہ خبر اتنی سندون اور اتنے طریقون سے جسپر اطلاق متواتر یا مشہور کا ہوسکے بیان نکی گئی ہو تو وہ اگر متصل السند غیر معلل ہو اور اوسکے راوی ضابط اور متصف بصفات وثوق ہون تو گو وہ مفید علم و یقین نہوگی بلکہ اوس سے صرف افادہ ظن ہوگا مگر اوسے بھی صحیح سمجھین گے - اور اوسپر عمل کرنا جائز ہوگا لیکن اصول اعتقادات مین بوجہ اسکے کہ اعتقاد کے لئے یقین ضروری ہے وہ بنا اعتقاد نہوگی - اور جس حدیث کے سب راوی چھوڑ دیے گئے ہون یا کوئی راوی چھوڑ دیا گیا ہو اور چھوڑ دینا بیان کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو یا کوئی راوی بوجہ من وجوہ الطعن مطعون ہو تو وہ حدیث مطعون سمجھی جائیگی - اس لئے کہ اسمین احتمال اس بات کا ہے کہ جو راوی چھوڑ دیا گیا ہے شاید صحابی ہو یا تابعی - اور اگر تابعی ہے تو احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ - سوائے اسکے اگر کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا ہو - یا حدیث کو جان بوجھکر جھوٹی روایت کرتا ہو - یا متہم بکذب ہو - یعنی گو خود حدیث کو عمدا بنا کر نہ روایت کرتا ہو مگر جھوٹ اوس کا اور طرح پر معلوم ہو یا کثرت سے غلطی کرتا ہو - یا محتاط نہو - یا غفلت کرتا ہو - یا فاسق ہو یا ذہبی - یا اوسکی مخالفت ثقات سے پائی جاتی ہو - یا اہل بدعت سے ہو - یا حافظہ کا اچھا نہو - ایسے راوی کی بیان کی ہوئی حدیث اعتماد کے قابل نہوگی بلکہ اگر وہ مطعون بکذب ہو تو وہ حدیث موضوع ہے - اور اگر وہ متہم بکذب ہے تو وہ حدیث متروک ہے - اور اگر وہ روایت مین بہت غلطی یا غفلت کرتا ہو - یا اوس کا فسق ظاہر ہوا ہو تو وہ حدیث منکر ہے - اور جو مبہم ہو تو اوسکی حدیث غیر مقبول ہے - اسلئے کہ شرط قبول خبر کی راوی کی عدالت ہے - اور جب اوسکا نام مبہم ہوا اور معلوم نہو کہ کون ہے تو اوسکی عدالت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے - اور کیونکر اوسکی خبر قبول کیجا سکتی ہے - اور اسی لئے مرسل حدیث علی الاصح قبول نہین کیجاتی -

احادیث اور اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہ کے خصوصاً یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ راوی اوسکا مذہب حق اہل سنت کا مخالف نہو۔ اس لئے کہ گو ہم اہل بدعت کو کافر نہین کہتے اور نہ اپنے مذہب کے مخالف کسی مسلمان پر تکفیر کا حکم لگاتے ہین۔ اور درصورت ضابط اور متقی اور صادق ہونیکے اہل بدعت کی روایت کو قبول کرتے ہین مگر شرط یہ ہے کہ اوسکی روایت اور خبر اوسکی بدعت اور اوسکے اعتقاد فاسد کی داعی اور مؤید نہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنی بدعت اور فاسد اعتقاد کی تزئین اور ترویج کی روایتون کو تحریف کرتا اور اپنے مذہب کے موافق بنالیتا ہو ایسی حالت مین جو روایت اوسکے مذہب اور اعتقاد اور بدعت کو تقویت دیتی ہو علی العموم قبول نہ کیجائیگی۔ اور ہماری کتاب کے ناظرین دیکھینگے کہ اکثر روایتین متعلق مطاعن صحابہ کے اور متعلق فدک کے اونھین لوگون سے مروی ہین جو متہم بہ تشیع تھے۔ یا مذہب تشیع مین غالی۔ اور گو بوجہ اونکے اور طرح سے معتبر ہونیکے محدثین نے اونکی روایتون کو قبول کیا ہے۔ مگر جو روایتین ایسی ہین کہ جس سے اونکے مذہب کی تائید ہوتی ہو وہ عقلاً و نقلاً کسی طرح سے قبول کے لائق نہونگی۔ پھر اصول درایت کے لحاظ سے بھی حدیث قابل تنقیح ہے۔ اگر درایت کی کسوٹی پر وہ کامل العیار نہ اوترے تو ایسی حدیث بھی قابل قبول نہوگی۔ اور جیسا کہ تدریب الراوی مین لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جائے گی وہ موضوع تصور ہوگی۔ فتح المغیث مین لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اوسکو موضوع جانو۔ اوسکے راویون کی جرح و تعدیل کرنیکی کوئی ضرورت نہین ہے۔ علی ہذا القیاس جس حدیث مین ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدے کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل صحیح سے مطابق نہوسکے یا اوسکے معنی رکیک و سخیف ہون یا راوی ایسی حدیث مین منفرد ہو جو

اوروں کے پاس نہیں ہے۔ اور جسکے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے۔ یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو جسکے نقل کرنیکی بہت سے لوگوں کو ضرورت ہے یا ایسا بیان ہو جسکو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جنکا جھوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

مولینا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم نے عجالہ نافعہ میں فرمایا ہے کہ علامات وضع حدیث دکذب راوی چند چیز است۔ اول آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند۔ دوم آنکہ راوی رافضی باشد وحدیث در طعن صحابہ روایت کند و یا ناصبی باشد وحدیث در مطاعن اہل بیت باشد وعلی ہذا القیاس۔ سوم آنکہ چیزی روایت کند کہ بر جمیع مکلفین معرفت آن وعمل بران فرض باشد و او منفرد بود بروایت۔ چہارم آنکہ وقت وحال قرینہ باشد بر کذب او۔ پنجم آنکہ مخالف مقتضای عقل وشرع باشد وقواعد شرعیہ آنرا تکذیب نمایند۔ ششم آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر حسی واقعی کہ اگر بالحقیقۃ متحقق می شد ہزاران کس آنرا نقل میکردند۔ ہفتم رکاکت لفظ ومعنی مثلاً لفظے روایت کند کہ بر قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب شان نبوت و وقار نباشد۔ ہشتم افراط در وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط در وعدۂ عظیم بر فعل قلیل۔ نہم آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج وعمرہ ذکر نماید۔ دہم آنکہ کسی را از عاملان خیر ثواب انبیا موعود کند۔ یازدہم خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث۔

امام سخاوی نے فتح المغیث میں ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی یہ نشانیاں لکھی ہیں۔ اول جو حدیث کہ عقل اوسکے مخالف ہو اور اصول کے متناقض ہو۔ دوم ایسی حدیث کہ حس اور مشاہدہ اوسکو غلط قرار دیتا ہو۔ سوم وہ حدیث جو کہ مخالف ہو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے۔ چہارم جسمیں تھوڑے کام پر وعید

شدید یا اجر عظیم کا وعدہ ہو۔ پنجم رکاکت معنی اوس روایت کی جو بیان کی گئی۔ ششم رکاکت یعنی سخافت راوی کی ہفتم منفرد ہونا راوی کا۔ ہشتم منفرد ہونا ایسی روایت مین جو تمام مکلفین سے متعلق ہو۔ نہم ایسی بڑی بات ہو جس کے نقل کرنیکی بہت سی ضرورتین ہون۔ دہم جس کے جھوٹ ہونے پر ایک گروہ کثیر متفق ہو۔ یہ اصول درایت کے جو شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے بیان کئے ہین کچھ اونکے ذاتی خیالات نہین ہین نہ اونھون نے قائم کئے ہین بلکہ اکثر ہمارے محققین کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اور جبکہ کوئی حدیث قرآن مجید یا عقل یا اصول اور عقائد مسلمہ کے مخالف پائی گئی ہے تو اوسے مجروح اور مطروح قرار دیا ہے۔ جیساکہ امام رازی نے فرمایا ہے کہ بعضون نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا کہ حضرت ابراہیمؑ نہین جھوٹ بولے مگر تین مرتبہ۔ تو مین نے جواب دیا کہ ایسی حدیثون کو نہ ماننا چاہیے تو کہنے والے نے براہ انکار کہا کہ اگر ہم نہ مانین تو راویونکی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسپر مین نے جواب دیا کہ اگر ہم مانین تو حضرت ابراہیمؑ کی تکذیب کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کو کذب کی نسبت سے بچانا بہتر ہے چند نامعتبر آدمیونکی طرف جھوٹ کے منسوب ہونے سے۔ امام ابوحنیفہ رح سے ابومطیع بلخی نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہین اوس حدیث کی نسبت جو لوگون نے روایت کی ہے کہ جب مومن زنا کرتا ہے تو ایمان اوسکے سر سے ایسا نکل جاتا ہے جیساکہ قمیص بدن سے۔ آیا اس حدیث کے راویون کی آپ تصدیق کرتے ہین یا شک یا تکذیب فرماتے ہین۔ اگر تصدیق کرتے ہین تو آپ کا اعتقاد مثل خوارج کے ہوا جاتا ہے اور اگر آپ شک کرتے ہین تو خوارج کے قول مین شک رہتا ہے اور اگر آپ تکذیب کرتے ہین تو اون بہت سے آدمیون کی تکذیب لازم آتی ہے جنھون نے بسند اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ تو امام نے جواب دیا کہ مین اون سب راویونکی تکذیب کرتا ہون اور میرا جھٹلانا اون لوگون کو اور رد کرنا اون کے قولون کا کچھ تکذیب

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہین ہے۔ اسلئے کہ تکذیب قول پیغمبر کی یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ مین پیغمبر خدا کے قول کو نہین مانتا لیکن جبکہ وہ یہ کہے کہ مین ہر بات پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ایمان رکھتا ہون۔ اور اوسکی تصدیق کرتا ہون لیکن مین یہ جانتا ہون کہ کوئی بات پیغمبر خدا نے خلاف قرآن شریف کے نہین فرمائی تو یہ حقیقت مین تصدیق پیغمبر کی اور تصدیق قرآن کی ہے۔ اور اس سے تنزیہ اور پاکی آنحضرت صلعم کی مخالفت قرآن سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر پیغمبر خدا خلاف قرآن کے کچھ کہتے تو خدا کب چھوڑتا۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کا نبی ایسی بات کہے جو مخالف خدا کی کتاب کے ہو۔ اور جو مخالف خدا کی کتاب کا ہو وہ کیونکر خدا کا نبی ہو سکتا ہے پس یہ حدیث خلع ایمان کی زنا سے جو لوگون نے روایت کی ہے خلاف ہے قرآن کے پس ایسے آدمیون کے قول کو رد کرنا جو پیغمبر خدا صلعم کیطرف ایسی بات منسوب کرین جو مخالف ہو قرآن کے پیغمبر کی بات کا رد کرنا نہین ہے اور نہ اونکی تکذیب ہے بلکہ حقیقت مین وہ رد ہے اوسکے قول کا جو کہ پیغمبر خدا کی طرف سے ایک باطل بات کو نقل کرتا ہے۔ اور آنحضرت پر تہمت لگاتا ہے اور ہم ہر بات کو پیغمبر خدا کی خواہ ہمنے سنی ہو یا نہ سنی ہو بسر و چشم قبول کرتے ہین اور اوسپر ایمان رکھتے ہین۔ اور شہادت دیتے ہین کہ وہ بات ایسی ہی ہوگی جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہو لیکن اسیطرح پر ہم یہ شہادت دیتے ہین کہ کوئی بات آنحضرت صلعم نے خلاف قرآن کے نہین فرمائی۔ نہ کسی ایسی چیز کا حکم دیا جسنے خدا نے منع کر دیا ہو۔ نہ کسی ایسی چیز کو حلال کیا جسکے حلانے کا اللہ نے حکم کیا ہو۔ اور نہ کسی چیز کی ایسی صفت بیان کی جو مخالف بیان خدا کے ہو۔ اور ہم شہادت دیتے ہین کہ آنحضرت صلعم کا ہر قول موافق تھا خدائے عزوجل کے اور اسی لئے خدا نے فرمایا ہے کہ جسنے اطاعت کی رسول کی اوسنے اطاعت کی خدا کی

یہ نہ خیال کیا جائے کہ حدیث کی غیر معتبر کتابون مین جو روایتین درج ہین اونھین پر یہ اصول مستعمل ہون گے بلکہ حدیث کی تمام کتابون پر اس کا اعلان ہوگا۔ اس لئے کہ صحاح مین جتنی

حدیثین درج ہین وہ سب صحت کے ایک درجے پر نہین ہین بلکہ اونکے درجات مختلف ہین۔ جیساکہ خود اون کتابون کے دیکھنے اور اونکی شرحون کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہان تک کہ بخاری اور مسلم جو اصح الکتب سمجھی جاتی ہین اونکی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ انہ صحیح علی ظن صنفہ و غلبۃ ظنہ واما السھو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان اور نیز اونکی بعض حدیثون اور بعض راویون مین کلام کیا گیا ہے۔ جیساکہ محققین نے بیان کیا ہے کہ بخاری نے چار سو اور کچھ اوپر تیس آدمیون سے روایت کی ہے جو مسلم مین نہین ہین۔ اور انمین سے اسی شخص ایسے ہین جنکے ضعف کی نسبت کلام کیا گیا ہے۔ اور چھ سو بیس آدمیون سے مسلم نے روایت کی ہے جو بخاری مین نہین ہین اور اونمین سے ایکسو ساٹھ آدمی ایسے ہین جنکے ضعیف ہونے کی نسبت گفتگو کی گئی ہے۔ اور عکرمہ نے جو روایت ابن عباس سے کی ہے وہ بھی بخاری مین داخل ہے اور مسلم مین ابوالزبیر عن جابر اور سہیل عن ابیہ اور علا ابن عبدالرحمن عن ابیہ اور حماد بن سلمۃ عن ثابت سے جو روایتین ہین اونکے راوی ضعیف خیال کئے گئے ہین۔ اور ایسی حدیثین جنمین کوئی علت پائی گئی ہے وہ صحیحین مین دوسو دس ہین۔ اونمین سے بخاری کی حدیثین اسی سے کم ہین باقی مسلم کی حدیثین ہین (دیکھو مقدمہ فتح الباری) اسی لئے ملا علی قاری نے کتاب رجال مین لکھا ہے وما یقولہ الناس ان من روی لہ الشیخان فقد جاز القنطرۃ ھذا ایضا من التجاھل فقد روی مسلم فی کتابہ عن اللیث عن ابی مسلم وغیرہ من الضعفاء فیقولون انما روی عنھم فی کتابہ للاعتبار والشواھد المتابعات وھذا لا یقوی لان الحفاظ قالوا الاعتبار امور یتعرفون بھا حال الحدیث وکتاب مسلم التزم فیہ الصحۃ فکیف یتعرف حال الحدیث الذی فیہ بطرق ضعیفۃ الی قولہ وروی مسلم ایضا حدیث الاسراء فیہ وذلک قبل ان یوحی الیہ وقد تکلم الحفاظ فی ھذہ القصۃ وبینوا ضعفھا الی قولہ وقد

قال الحافظ ان مسلما لما وضع کتابه الصحیح عرضه علی ابی زرعة فانکر علیه وتغیظ وقال سمیته الصحیح وجعلته سلما لاهل البدع وغیرهم انتهی والحاصل انه صحیح علی ظن مصنفه وغلبة ظنه واما السهو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان وقد ابی الله الا ان یصح کتابه لقوله انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔

اور صاحب ازالۃ الغین نے بھی فرمایا ہے کہ از کتب محدثین چناں بوضوح می انجامد کہ بعد از تنقید و تحقیق در صحت یعنی از روایات صحیح بخاری کلام ست و ہمچنین در بعضے روایات صحیح مسلم ۔ و قبل ازیں گذشتہ کہ آن روایات کہ اہل حدیث در صحت آن قیل و قال دارند ہر چند اقل قلیل ست مگر در صحیح ثانی زیادہ تر از اول ست و بریں قدر اکتفا نمی توان کرد زیرا کہ ابن حزم و ابن اثیر در صدر جامع الاصول جائیکہ فرع ثالث در طبقات مجرد ہمین قرار دادہ است دلالت بران دارد کہ بعضے از روضا عین خود اقرار کردہ اند کہ حدیث فدک ساختہ بر مشائخ بغداد خواندیم ہمہ ہا قبول کردند مگر ابن ابی شیبہ علوی کہ او بملت جعل و افترا پی برد ہرگز قبول نکرد عبارت آن مقام این ست ومنهم قوم وضعوا الحدیث لهوی یدعون الناس الیه فمنهم من تاب عنه واقر علی نفسه قال شیخ من شیوخ الخوارج بعد ان تاب ان هذه الاحادیث دین فانظروا ممن تاخذون دینکم فانا کنا اذا هوینا امرا صیرناه حدیثا وقال ابو العینا وضعت انا والجاحظ حدیث فدک وادخلناه علی الشیوخ ببغداد فقبلوه الا ابن ابی شیبة العلوی فانه قال لا یشبه آخر هذا الحدیث اوله وابی ان یقبله ثم بلفظه

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین جہان کہ شیخ ابن صلاح کے اس قول کو کہ تمام حدیثین صحیحین کی قطعی الصدور ہین رد کیا ہے یہ کہا ہے هذا الذی ذکر الشیخ فی هذا الموضع خلاف ما قاله المحققون والاکثرون فانهم قالوا الحادیث الصحیحین التی لیست بمتواترة انما یفید الظن فانها احاد والاحاد انما یفید الظن علی ما تقرر

ولا فرق بین البخاری ومسلم وغیرھما فی ذلک الی ان قال ولا یلزم من اجماع الامۃ علی العمل بما فیھما اجماعھم علی انہ مقطوع بانہ کلام النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

یعنی شیخ ابن صلاح نے جو یہان ذکر کیا وہ اکثر محدثین اور محققین کے خلاف ہے اسلئے کہ محققین کا قول ہے کہ صحیحین کی حدیثین متواتر نہین ہین بلکہ احاد ہین اور احاد سے افادۂ ظن ہوتا ہے۔ اور اس باب مین بخاری اور مسلم وغیرہ سب کتب حدیث مین کچھ فرق نہین۔ یہانتک کہ امام نووی نے کہا کہ صحیحین کی حدیثون پر عمل کرنے کو جو امت نے اجماع کیا ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ امت کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ وہ احادیث قطعی الصدور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی کلام ہے اور اسی لئے جو حدیث کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین لکھی ہو مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام کے ہو وہ باتفاق بہت وہم راوی کے معلوم علیہ مبطلان ہوگی یا ماول۔ جیسا کہ علامہ رشید الدین مرحوم نے شوکت عمریہ مین لکھا ہے کہ چیز کیہ مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ست باتفاق شیعہ وسنی یا معلوم علیہ مبطلان ست بہت وہم راوی یا ماول ست چنانکہ امام نووی در شرح صحیح مسلم در شرح این حدیث (حدیث صحیح مسلم کہ ظاہر ادلالت برقرح بعضے اصحاب کبار دارد) نقلا عن القاضی عیاض عن المازری مے فرماید

واذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذب الی رواتھا۔

اور اگرچہ صحیحین مین اونکی جامعین بخاری ومسلم نے جہانتک کہ انسانی طاقت سے ہوسکتا ہے صحیح حدیثون کے جمع کرنے مین بے انتہا کوشش فرمائی۔ اور اسی لئے تمام کتابون مین اونکا درجہ اعلی اور افضل ہے۔ مگر آخر وہ بھی بشر تھے اور اپنے اقران و امثال سے تصحیح حدیث مین کوئے سبقت لیگئے اسلئے جاے اجتہاد مجتہدین اور تحقیق محققین باقی ہے۔ جیسا کہ منتہی الکلام مین لکھا ہے کہ آخر این بزرگان ہم از جملہ بشر بودہ اند گو در تصحیح حدیث بغایت قصوی کوشیدہ باشند سیما محمد بن اسمعیل بخاری کہ او در ین امور گوی سبق از اقران و امثال ربودہ لیکن باز ہم جاے اجتہاد مجتہدین باقیست

مگر یاد نداری کہ دربارۂ چندے از روائش بعضے از علما وفقہا بحث دارند و شارحین در جواب آن وجوہی نقل می کنند کہ بعضے ازان خالی از غرابت نیست - اور یہ امر بعید از قیاس بھی نہین ہے اس لئے کہ وضعی حدیثون کے علاوہ اور بھی قدرتی اسباب ایسے ہین جنکی وجہ سے روایات مین اختلاف پڑنا اور راونکے صحت مین شک ہونا ممکن الوقوع ہے - چنانچہ اسکے آٹھ اسباب محققین نے بیان کئے ہین - اول حدیث کے مطلب کی غلط فہمی - دوسرے حدیث کے معنی سمجھنے مین دو راویون کے باہم اختلاف یعنی ایک ہی حدیث کے ایک نے کچھ معنی سمجھے اور ایک نے کچھ تیسرے حدیث کا مطلب لوگون سے صاف صاف بیان کرنیکی عدم قابلیت - چوتھے راوی کے حافظے کا قصور کہ یا تو اوس سے کسی حدیث کا کوئی جزو چھوٹ گیا یا دو مختلف حدیثین باہم خلط ملط ہوگئین - پانچوین راوی کا کسی جزو حدیث کی تفصیل کا بیان کرنا اس غرض سے کہ سننے والا بآسانی اوسکو سمجھ جاے لیکن سننے والے نے ازراہ غلطی اوس تفصیل کو بھی حدیث کا جزو سمجھا - چھٹے راوی نے اپنی گفتگو مین جناب پیغمبر خدا صلعم کے چند کلمات بیان کئے اور سننے والون نے اوسکے تمام کلام کو حدیث سمجھ لیا - ساتوین وہ اختلاف جو زبانی روایات کے سلسلہ سے خود بخود عارض ہوتا ہے - آٹھوین مختلف حالات جنمین کہ راوی نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تھا یا کچھ فرماتے سنا تھا یا کرتے دیکھا تھا -

اور اسی لئے اصول فقہ مین یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ العقل شاهد بان خبر الواحد العدل لا يوجب اليقين لان احتمال الكذب قائم وان كان مرجوحا والا لزم القطع بالنقيضين عند اخبار العدلين بهما وان خالف خبر الواحد جميع الاقيسة لا يقبل عندنا وذلك لان النقل بالمعنى كان مستفيضا فيهم فاذا قصر فقه الراوى لم يومن ان يذهب شئ من معانيه فيدخله شبهة زائدة تخلو عنها القياس -

اور چونکہ اخبار مین شک کرنا بظاہر عدالت صحابہ پر شبہہ کرنا سمجھا جاتا ہے اس لئے عدالت صحابہ کی نسبت ہمارے محققین نے کہا ہے فان قیل عدالۃ جمیع الصحابۃ ثابتۃ بالایات والاحادیث الواردۃ فی فضائلھم فقلنا ذکر بعضھم ان الصحابی اسم لمن اشتھر بطول صحبۃ النبی علی طریق التتبع لہ والاخذ منہ وبعضھم انہ اسم لمومن رای النبیؐ سواء طالت صحبتہ ام لا الا ان الجزم بالعدالۃ مختص بمن اشتھر بذلک والباقون کسائر الناس فیھم عدول وغیر عدول۔

اور اخبار احاد کی نسبت جبکہ عقلا اور نقلا یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ وہ مفید یقین نہین ہے تو ضرور ہے کہ جو خبر معارض کتاب یا سنت مشہورہ اور اجماع امت کے ہو وہ بلحاظ اون خیالات کے جو اوپر بیان کئے گئے راویون کے غیر مشتبہ ہونیکی صورت مین بھی مقبول نہونگی۔ اس لئے کہ یقین ظن سے زائل نہین ہوسکتا۔ فکیف یعتبر خبر الواحد فی معارضۃ الکتاب والسنۃ المشھورۃ واجماع الامۃ وکل حدیث یخالف کتاب اللہ فانہ لیس بحدیث الرسول وانما ھو مفتری وکذلک کل حدیث یعارض دلیلا اقوی منہ فانہ منقطع عنہ علیہ السلام لان الادلۃ الشرعیۃ لا یناقض بعضھا بعضا وانما التناقض من الجھل المحض۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرنیکے لائق ہے کہ جرح وتعدیل رواۃ کی صرف اخبار شرعیہ کی صحت کے لئے ضرورت ہے تاکہ اوس سے ظن اوس خبر کی صحت پر ہوجاے۔ اور تکالیف شرعیہ ظنی اخبار پر واجب ہوسکتی ہین۔ لیکن واقعات اور مسائل عقلیہ مین جرح وتعدیل رواۃ کی بھی ضرورت نہین ہے جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ خبر فی نفسہ ممکن بھی ہے یا نہین۔ اگر اوس کا محال ہونا ثابت ہو تو تعدیل وتجریح فضول ہے۔ یہانتک کہ اگر ایسی خبر متواتر بھی ہو تو وہ موجب یقین نہوگی کما قال فی التلویح ثم المتواتر لابد ان یکون مستندا الی الحس سمعا او غیرہ حتی لو اتفق اھل اقلیم علی مسئلۃ عقلیۃ

لم یحصل لنا الیقین حتی یقوم البرهان - وقال ابن خلدون فی مقدمة تاریخه ولا یرجع الی تعدیل الرواة حتی یعلم ان ذلك الخبر فی نفسه ممکن او ممتنع واما اذا کان مستحیلا فلا فائدة للنظر فی التعدیل والتجریح ولقد عد اهل النظر من المطاعن فی الخبر استحالة مدلول اللفظ وتاویله ان یاول بما لا یقبله العقل وانما کان التعدیل والتجریح هو المعتبر فی صحة الاخبار الشرعیة لان معظمها تکالیف انسانیة اوجب الشارع العمل بها حتی حصل الظن بصدقها وسبیل صحة الظن الثقة بالرواة بالعدالة والضبط واما الاخبار عن الواقعات فلابد فی صدقها وصحتها من اعتبار المطابقة فلذلك وجب ان ینظر فی امکان وقوعه وصار فیها لذلك اهم من التعدیل ومقدما علیه اذ فائدة الانشاء مقتبسة منه فقط وفائدة الخبر منه ومن الخارج بالمطابقة واذا کان ذلك فالقانون فی تمیز الحق من الباطل فی الاخبار بالامکان والاستحالة ان ننظر فی اجتماع البشری الذی هو العمران وتمیز ما یلحقه من الاحوال لذاته وبمقتضی طبعه وما یکون عارضا لا یعتد به -

غالبا اخبار اور روایتون کے متعلق جو کچھ ہمنے لکھا ہے اوسے دیکھکر حضرات امامیہ یہ فرماوین کہ اگر تواریخ اور تفسیر اور حدیث کی کتابون کا یہ حال ہے کہ اونمین لکھی ہوئی کوئی خبر ایسی نہین ہے جس مین احتمال غلطی کا نہو اور کوئی خبر احاد مفید یقین نہین ہے اور بہت سی حدیثین لوگون نے بناکر مشہور کردی ہین تو پھر سنیون کی کسی کتاب کا کچھ اعتبار نہ رہے گا - اور چونکہ انھین کتابون پر خصوصًا احادیث کی کتب پر اونکے مذہب کا مدار ہے اور شریعت کی بنیاد اوسپر قائم ہے تو خود سنیون کے بیان سے وہ بنیاد منہدم ہوتی ہے - اور وہ خود اپنی کتابونکو آپ غلط بتاتے ہین چنانچہ بعض علماء امامیہ نے ایسا ہی لکھا ہے - اور صاحب استقصا نے بھی جابجا صراحةً واشارةً

یہ طعنہ کیا ہے۔ مگر یہ کہنا اونکا صحیح نہوگا اس لئے کہ کوئی کتاب قرآن مجید کیطرح آسمان سے تو نازل ہوئی نہین۔ اور جبریل امین یا خدا کی طرف سے لائے نہین۔ اور صاحب الوحی نے اوسے وحی فرماکر ہم تک پہونچایا نہین اس لیے کوئی کتاب کتاب اللہ کیطرح صحت اور یقین کے درجے پر پہونچ نہین سکتی۔ بعد کتاب اللہ کے جہانتک انسانکی کوشش سے ممکن ہے وہانتک صحیح حدیثون کے جمع کرنے مین اور ضعیف حدیثون کے قبول نکرنے مین صحاح ستہ کے مصنفین نے کوشش کی اور تا بامکان بسترہی صحیح حدیثون کو جمع کیا خصوصًا امام بخاری و مسلم نے اور خاصکر امام بخاری نے۔ اور اسی لئے گروہ کثیر نے علماے کے اوسکی صحت کو تسلیم کیا اور اوسے بعد کتاب اللہ کے تمام کتابون سے زیادہ صحیح سمجھا۔ مگر یہ امر کہ ہر حدیث اوسکی مفید یقین ہو یا کوئی راوی اوسکا مشتبہ نہو ایسا دعوی کرنا گویا اونکی کتابونکو خدا کی کتاب کے برابر سمجھنا ہے۔ اور اگر باوجود کمال زحمت اور تکلیف کے جو اونھون نے حدیثون کے جمع کرنے مین اوٹھائی اگر بعض ضعیف حدیثین اونکی کتاب مین درج ہوگئین یا بعض ایسے راویون کی روایت اونھون نے قبول کی جنمین کلام کیا گیا ہے تو اس سے اونکی شان مین کچھ فرق نہین آسکتا اور اونکی کتابین جس قدر و منزلت کے لائق ہین اوسمین کمی نہین ہوسکتی۔ نہ اوس سے کوئی شبہہ اونکی کتاب پر ہوسکتا ہے۔ اور نہ باوجود موجود ہونے ایسی معتبر کتابون کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہماری مذہبی کتابین اعتماد اور اعتبار کے لائق نہین ہین۔ بلکہ جو شدت اور سختی حدیثون اور اخبار کے قبول کرنے اور اوسکی صحت کی تحقیق اور تنقیح مین ہمارے محدثین نے فرمائی ہے اور جس صفائی اور زور کے ساتھ غلط اخبار اور ضعیف احادیث اور زید و عمرو کی کتابون پر جرح کی ہے اوس سے ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے پکے اور نیت کے پاک اور صداقت کے جویان اور حق کے متلاشی اور باطل سے متنفر تھے۔ اور مذہب کی بنیاد مستحکم اصول پر قائم کرنے والے تھے اگر ہم اونھین روایتون کی تحقیق اور اخبار کے قبول کرنے مین ایسا سخت نہ پاتے اور اونکا تساہل اور تسامح مذہبی روایتون مین

دیکھتے تو ہمارا یقین اپنے مذہب کے استحکام پر ایسا نہوتا جیسا کہ اب ہے۔ ہمارے محدثین اور محققین کی تحقیق اور تفتیح نے ہمپر یہ ثابت کردیا کہ ہمارا مذہب ایسی مستحکم بنیاد پر قائم ہے جسمین کسیطرح خلل نہین آسکتا۔ کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝

لیکن کیا حال ہوگا حضرات امامیہ کے مذہب کا اگر بعض وضعی حدیثون اور غلط روایتونکے ہونے سے کسی مذہب کے تمام کتابین غلط اور اوسکے تمام محدثین اور مجتہدین غیر معتبر سمجھے جاسکتے ہین۔ اس لئے کہ جب اوسی نظر سے جس سے ہمارے علمانے اپنے یہانکی کتابونکو دیکھا ہے وہ اپنے یہانکی کتابونکو دیکھینگے اگر ہمارے یہانسے بڑھکر اونکے یہانکی کتابین زیادہ قابل اعتراض نہ سمجھی جائین تو کسی حالت مین اوس سے کم تو نہونگی۔ بلکہ اگر ادب ملحوظ نہو تو بہت بڑا حصہ اونکی حدیثونکی کتابون کا خصوصًا جو امامت سے متعلق ہے صرف قران اور عقل کی مخالفت کی وجہ سے غیر قابل اعتبار ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مگر مین ادب کے دائرے سے قدم باہر رکھنا اور اپنے اثنا عشری دوستونکو اوسکے بیان سے رنجیدہ اور شرمندہ کرنا پسند نہین کرتا اس لئے ضروری باتون پر کفایت کرتا ہون اور یہ بات دکھاتا ہون کہ بہ نسبت کتابون کے غیر معتبر ہونے اور جھوٹی حدیثون کے بنانے اور ائمہ پر تہمت کرنے اور راویون کے حالات تحقیق کرنے اور جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھنے اور اخبار احاد کے مفید یقین نہونے اور اون اخبار کے جو مخالف قرآن اور عقل اور عقائد مسلمہ کے ہون قابل قبول نہونے اور دیگر باتون کے جس کا ذکر ہمنے اوپر کیا ہے علماء امامیہ نے کیا فرمایا ہے۔

ملا علی طہرانی کتاب توضیح المقال فی علم الرجال مین متعلق حدیثون اور راویون کے یہ فرماتے ہین کہ

مراد حدیث سے وہ ہے جسکی سند کا سلسلہ رسولخدا یا کسی امام تک منتہی ہو۔

چونکہ احکام شرعی کا استنباط موقوف ہے احادیث کے دیکھنے پر اس لئے ضرور ہے کہ احادیث کی صحت تحقیق کیجائے تاکہ اوس سے مسائل کا استنباط اور اوسپر عمل کرنا جائز ہو۔ اور یہ بات

معلوم ہے کہ سب حدیثین ایسی نہین ہین - اور اونکی صحت کا علم موقوف ہے راویون کے حالات دریافت کرنے یعنی علم الرجال کے جاننے پر - اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ہماری حدیثون مین بہت سی جھوٹی اور موضوع ہین - پیغمبر خدا صلعم نے فرمادیا تھا کہ میرے بعد بات بنانیوالے بہت ہونگے - اور حضرت صادق سے روایت ہے کہ ہم مین سے ہر ایک امام کے اوپر جھوٹ لگانیوالے لوگ ہونگے - اور یہ بھی آپنے فرمایا کہ ہم اہل بیت سچے ہین مگر جھوٹ بولنے والون اور جھوٹ لگانے والون سے جو ہمپر جھوٹ لگاتے ہین خالی نہین ہین اور ہماری سچائی اونکے جھوٹ سے ساقط ہوجاتی ہے - اور مغیرہ بن سعید نے میرے بزرگوار کے اصحاب کی کتابون مین ایسی جھوٹی حدیثین ملادی ہین جنکو کبھی میرے باپنے بیان نہین کیا تھا - پس خدا سے ڈرو اور جو قول ہمارا خدا کے کلام اور نبی کی سنت کے خلاف پاؤ اوسے مت مانو - اور یونس سے روایت ہے کہ مین نے عراق مین امام باقر اور امام جعفر صادق کے اصحاب کو پایا اور انسے حدیثین سنین اور اونکی کتابون کو لیا - اور بعد اونکے حضرت امام موسی رضا کے روبرو پیش کیا آپنے بہت سی حدیثون سے انکار فرمایا اور کہا کہ ابو الخطاب نے امام جعفر صادق پر بہت جھوٹ لگایا ہے خدا اوسپر لعنت کرے - اور اسیطرح ابو الخطاب کے رفقا ان حدیثون سے ابتک فریب دیتے ہین - اور امام جعفر صادق کے اصحاب کی کتابون مین ملادیتے ہین پس جو کچھ خلاف قرآن کے ہو اوسے ہماری طرف سے نہ سمجھو اور نہ اوسے قبول کرو - اور جو چیز مخالف قرآن اور سنت کے ہو اوسے دیوار پر مارو - مؤلف کتاب اسے نقل کرکے کہتے ہین کہ موضوع حدیثون کا ہونا تو ہماری کتابونمین اس سے پایا جاتا ہے - اور یہ بات کہ ان کتابونمین سے موضوع حدیثین نکال دیگئی ہین معلوم نہین ہوتی - اور اسکا دعوی کرنا قابل سماعت نہین ہے پس بغیر تمیز کرنے موضوع حدیث کے صحیح احادیث سے سب پر عمل کرنا نہ صرف قبیح ہے بلکہ ممنوع ہے - اور راویون کے حالات دریافت کرنا اور علم الرجال سے واقف ہونا اس لئے

ضرور ہے کہ اگر یا تمام حدیثون مین احتمال وضع موجود ہے گو یہ احتمال بعض حدیثون مین قرائن خارجیہ کے سبب سے بہت کم ہے لیکن اس احتمال کے دور کرنے کے لئے ضرور ہے کہ تمام حدیثون مین رفع شک کے لئے اس علم کیطرف رجوع کیجاے۔

راویون کے حالات دریافت کرنے اور علم الرجال سے واقف ہونے کے لئے مؤلف موصوف نے جہان اور بہت سی دلیلین بیان کی ہین وہان یہ بھی لکھا ہے کہ اگلے اور پچھلے علما کی سیرت سے پایا جاتا ہے کہ وہ رجال پر کتابین لکھتے تھے اور اوسکی تدوین وتنقیح کرتے تھے۔ اوران کتابون کو حاصل کرتے اور اپنے مطالعے مین رکھتے۔ اور راویون کے حالات دریافت کرنے کے لئے اونکی طرف رجوع کرتے۔ توکیا کوئی سمجھدار آدمی اس باتکو مانیگا کہ یہ فعل اونکا لغو یا مکروہ یا حرام تھا بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم کیطرف احتیاج بہت زیادہ اور راویون کے حالات سے واقف ہونا نہایت ضرور ہے۔ اور کیون نہو اسی سے اطمینان یا ظن حاصل ہوتا ہے اون احکام پر جو احادیث سے مستنبط کئے جاتے ہین۔ اور نیز محدثین کی سیرت مین یہ بھی داخل ہے کہ وہ سلسلہ روات کا ہر حدیث کے متعلق بیان کرتے ہین اور ابتدا سے تا زمانہ تالیف کتب اربعہ اونھون نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر حدیث کے تمام راویون کو نام بنام بیان کرین یہانتک کہ اگر کوئی بیچ مین سے چھوٹ دیا گیا ہو تو اوسکا دوسری جگہ ذکر کردین تاکہ ارسال اور قطع اور رفع جو صحت حدیث اور اعتبار سے منافی ہے ظاہر ہو جاے اور اوس سے اونکا احتراز ثابت ہو۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ سب صرف اس لئے وہ کرتے تھے کہ جو اونکی کتابونکی طرف رجوع کرے اور اونکے حالات کو اپنی مقدور کی موافق دریافت کرے تو وہ تمیز کرے کہ کون سا راوی ایسا ہے جسکی روایت لینے کے لائق ہے اور کونسا چھوڑنے کے قابل۔ اگر یہ مقصود نہوتا اور راویون کے حالات دریافت کرنیکے بعد حدیثون کی کتابونکی تدوین کی ضرورت نرہتی تو محدثین کی یہ ساری کارروائی لغو اور فضول

ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر غیر دیکھے احوال رواۃ کے اون چار سو کتابونسے جو حدیث مین لکھی گئی ہین حدیثون کا لینا کافی سمجھا جاتا یا اونکی صحت پر یقین ہوتا تو کتابون مین راویون کے نامون کا لکھنا اور اس طرح پر کتابون کا بڑھانا لغو اور مکروہ بلکہ ممنوع اور حرام ہو جاتا۔

مؤلف کتاب موصوف نے اون اعتراضات کو بھی بیان کیا ہے جو حدیث کی کتابونکو معتبر اور ہر حدیث کو بغیر رجوع تحقیق حالات رواۃ کے قابل عمل سمجھتے ہین۔ اور اونکی دلیلون کا ذکر کرکے اوسکا جواب دیا ہے۔ منجملہ اونکے ایک یہ ہے کہ علم الرجال کے ضرورت اور احتیاج کے منکر ہین یہ کہتے ہین کہ یہ بات بتواتر اور بقرائن یقینیہ معلوم ہے کہ تین سو برس تک قدما کا یہ طریقہ رہا کہ وہ احادیث کو جمع اور ائمہ کی مجالس مین اوسکی تدوین کرنے اور جن حدیثون پر اہل حق یعنی ہمارا فرقہ عمل کرتا اوسکے ضبط کرنے مین اپنی ہمتین صرف کرتے اور اوسے ائمہ کو سناتے۔ اور یہ عمل کتب اربعہ کی تالیف کے زمانے تک جاری رہا اور یہ چار کتابین حدیث کی انہین اصول سے منقول ہین۔ اور جنکے اعتماد پر ہ بزرگون نے شہادت دی ہے اور غیر معتبر کو معتبر سے جدا کر دیا ہے اور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ احکام شرعیہ مین ظن کا اعتبار نہین ہے بلکہ علم اور یقین کا ہونا لازمی ہے اور باوجود معلوم ہونے اونکی ذہانت و جلالت کے کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کتب اربعہ کے جامعین احادیث صحیحہ کے جمع کرنے مین تقصیر کرتے۔ اور جبکہ مورخین کسی قصے کو غیر معتبر کتاب اور غیر معتبر شخص سے اپنی تاریخ کی کتابون مین نہین لیتے تو ان بزرگان دین کی نسبت کیونکر شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح حدیثون کے جمع کرنے مین تقصیر کرتے اور درصورت فرض کرنے اس بات کے کہ اونھون نے غیر معتبر حدیثین لین کیونکر تدلیس کرتے اور اس بات کا دعوی فرماتے کہ جو کچھ اونھون نے نقل کیا ہے وہ سب صحیح ہے اور وہ اونکی کتاب اونکے اور خدا کے بیچمین حجت ہے۔ اس اعتراض اور ان دلیلون کا یہ جواب دیا ہے کہ ان باتون سے احادیث کا قطعی الصدور ہونا ثابت نہین ہوتا۔ اس لئے کہ

کہ سے کم احتمال سہو اور غفلت کا تو باقی رہتا ہے کیونکہ حدیث کے راوی اور اصول اور جو کتابین اوسنے لیگئی ہین اونکے مؤلف معصوم نہ تھے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاے تب بھی احتیاج رجال کے حالات کی باقی رہتی ہے اس لئے کہ ان حدیثون مین متناقض حدیثین موجود ہین مثل تقیے کے حدیثون کے اور اس لیے رجوع کرنا رجال کے حالات کیطرف ضرور ہے۔ پھر مؤلف موصوف یہ فرماتے ہین کہ جامعین حدیث نے یہ نہین کہا کہ جو کچھ اونھون نے اپنی کتابون مین جمع کیا ہے یعنی جتنی حدیثین اوسمین لکھی ہین وہ سب مفید علم ہین بلکہ اونکے نزدیک وہ صرف مفید عمل ہین اور عمل کرنا کسی حدیث پر عام ہے اس سے کہ وہ حدیث مفید یقین ہو یا نہو اور نیز جامعین حدیث سب متفق نہین ہین کل حدیثون کے جمع کرنے مین مثلاً کلینی نے بہت سی حدیثین چھوڑ دی ہین اونکے بعد متاخرین نے نقل کیا ہے اور اوسپر بڑھایا ہے۔ اور اونکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیثون کے جمع کرنے مین اور اوسکی تنقید اور تصحیح مین بہت زحمت اوٹھاتے تھے ایسے لوگ کیونکر اون حدیثون کو جو مفید علم ہون چھوڑ دیتے جنکو اونکے بعد کے لوگون نے جمع کیا۔ پھر صدوق کو دیکھئے کہ وہ حدیث کی تصحیح و تضعیف اکثر اپنے شیخ ابن الولید کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرتے ہین یہانتک کہ اونکا یہ قول ہے کہ جس حدیث کو میرے شیخ نے صحیح کہدیا ہے وہ میرے نزدیک بھی صحیح ہے اور جسکو اوس نے صحیح نہین کہا وہ ہمارے نزدیک متروک ہے۔ بھلا خیال کرو کہ اون اخبار مین جو مفید علم ہون دوسرکی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرنے کو کیا دخل ہے۔ اور صرف اون کے شیخ کی تصحیح و تضعیف سے کیونکر صحت اور ضعف پر حدیثون کے یقین ہوسکتا ہے۔ اور وہ حدیثین جو مفید علم ہون صرف اونکے شیخ کے ضعیف کہدینے سے کیونکر رد کیجا سکتی ہین۔

جناب مولنا دلدار علی صاحب نے صوارم مین متعلق اخبار و احادیث کے اپنے مذہب کا یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ فرقۂ حقہ امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول اور اعتقادات مین

یقین حاصل کرتے ہین اور ظن اور تقلید کو اصول دین مین جائز نہین رکھتے اور دلائل عقلیہ سے یقین حاصل کرنیکے بعد بسبب مزید اطمینان اور ترقی مدارج یقین کے بطور تائید اور دیگر فوائد کے سمعیات متواترہ کو یعنی ان اخبار کو جو لفظا یا معنا متواتر ہون ذکر کرتے ہین گو وہ راوی فاسد العقیدہ ہو۔ اور اسی وجہ سے جناب شیخ الطائفہ نے راویان فاسد العقیدہ کے اخبار پر عمل کیا ہے۔ اور خبر واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو اعتقادات مین حجت اور کافی نہین سمجھتے۔ اور فروع مین ہر چند ہمارے بعضے علما نے یہ اختیار کیا ہے کہ ہر مسئلے کا اجماعی یا مستفاد از متواتر یا ماخوذ از کتاب و دلیل عقل ہونا ضرور ہے لیکن ہمارا عمل اسپر ہے کہ اگر خبر احاد ہو اور راوی اوسکے ثقہ ہون اور شرائط دیگر سے مقرون ہو تو عمل خبر احاد پر بھی واجب ہے۔ پھر جناب موصوف نے اپنے مذہب کا یہ اصول بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو اوس امر کے جس پر اجماع منعقد ہوا ہو تو ضرور ہے کہ وہ خبر یا ماؤل ہوگی یا مطروح۔ اور اسی اصول کی بنا پر وہ اون روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت مین ہین مردود اور غلط سمجھتے ہین جیسا کہ فرماتے ہین کہ بلاشبہ کچھ حدیثین ہمارے مذہب مین ایسی ہین کہ جنسے ایسے بزرگون کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ راوی اس قسم کے اخبار کے ضعیف اور مجروح تھے اور نیز اس قسم کی حدیثین اون حدیثون کے معارض ہین جو نہایت قوی ہین اور جنپر امامیہ کا اجماع ہے۔ اس لیے ہمارے علما نے اس قسم کی حدیثون کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے"۔ اور پھر یہ فرماتے ہین کہ "عقل اس بات پر شاہد ہے کہ باوجود اخبار جرح کے کہ جو ایسے بزرگون کے حقمین بیان کی گئی ہین۔ ہمارے علما کے عقیدے مین جو ان بزرگونکی جلالت شان کے بابت تھے کچھ خلل نہوا۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلاف کے اونکا خلاف نکیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا سبب صرف یہ ہے کہ اونکی بزرگی اور کمال کا آفتاب اونکی

نظر دنمین روشن تھا ورنہ اگر فرقہ حقہ امامیہ سوادسیوادکو مثل ہشام وغیرہ کے ابو الخطاب کی طرح فاسد العقیدہ شمار کرین تب بھی اونکے عقائد حقہ کی بنیاد مین جو بیچ قاہرہ اور براہین باہرہ پر قائم ہے خلل نہین ہوسکتا۔ اور چونکہ ہم امامت اور فضائل علی بن ابی طالب اور اونکی اولاد کے ثابت نہین کرتے ہین مگر خدا کی کتاب سے جسکی صحت ضروریات اسلام سے ہے یا احادیث متفق علیہا سے یا عقلی دلائل سے۔ پس اگر ہشام اور محمد بن مسلم جیسے ہزار آدمی بالفرض ملحدین اور فاسقین سے ہون تب بھی اونکے اعتقاد مین کچھ خلل نہین آسکتا۔"

پھر فرماتے ہین کہ کم کوئی ایسا مذہب ہوگا کہ بعضے روایات سے بے اصل یا ماؤل اوس مذہب مین نہون پس دیندار دانشمندون کو چاہیے کہ ایسی حالت مین کوئی قاعدہ اور ضابطہ رکھتے ہون جس سے اثنا جدال اور مخاصمہ مین باہر نہ جائین۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ احتجاج اور الزام خصم پر اوس بات سے کرین جو اوسکے مذہب کے خلاف اوس مذہب کی کتابون مین لکھا ہو۔ اور اوس مذہب کے راوی اور علمانے جو کچھ بیان کیا ہو وہ مسلم الثبوت طرفین کا ہو۔ یا یہ کہ اوسکا ثبوت تواتر پر ہو کہ جسمین جھوٹ کا احتمال اہل انصاف کے نزدیک نہ پایا جائے۔"

جناب موصوف حسام مین نسبت اخبار احاد کے فرماتے ہین کہ خبر واحد اگر بے معارض کے بھی ہو تب بھی ظنی ہے۔ اعتقادات کے اصول مین اوس سے تمسک کرنا جائز نہین بلکہ محققین شیعہ امامیہ کے نزدیک مثل ابن زہرہ اور ابن ادریس اور شریف مرتضی اور اکثر قدما کے وہ قابل احتجاج نہین۔ اور متاخرین نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور اسی لئے اونھون نے اخبار احاد کا دلائل مین شمار نہین کیا بلکہ اوسکے رد کو ضروری سمجھا ہے خصوصا اعتقادات مین۔

اور نسبت تردید یا تاویل اون احادیث کے جو مخالف ادلہ شرعیہ کے ہون آپ فرماتے ہین کہ جو کچھ اس باب مین ائمہ دین سے منقول ہے وہ سب جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور ورود

گونون کے موضوعات سے ہے - اور یا یہ کہ ائمہ نے فرمایا ہوگا لیکن اوسکی کوئی تاویل ضرور ہوگی اس لئے کہ یہ خبر معارض ہے اون ادلۂ شرعیہ کے جو اس سے اقوی ہین"۔

پھر صفحہ ۱۴ مین فرماتے ہین کہ "کوئی فرقہ ہالک وگمراہ ایسا نہوگا کہ کوئی آیت اور حدیث نبوی ظاہرا اوسکے مذہب کے موافق نہو - پس اگر صرف معارض کا پایا جانا بطلان مذہب کی دلیل ہو تو لازم آتا ہے کہ مذہب اسلام بالکل باطل ہو - اور ملحد کفار کیجانب سے مستحق طعن وتشنیع ہو - ہان اگر کوئی باوجود قوت معارض کے جانب ضعیف کو اختیار کرے تو اوسکو مورد طعن وتشنیع کرسکتے ہین"۔

پھر صفحہ ۲۵ مین فرماتے ہین کہ "غرضکہ تمکو معلوم ہوگیا کہ امامیہ کی بنا اعتقادات اخبار احاد پر نہین ہے - ابن بابویہ نے اپنی کتاب اعتقادات مین اعتقادات امامیہ کے اصول کو جنکی بنا آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع اہل بیت اور اون ادلۂ عقلیہ پر ہے جن کا ثبوت ہوگیا ہو مذکور کیا ہے - اور کتب احادیث مین موافق عادت محدثین کے اخبار احاد کو جس طرح پر کہ ماثور ہوئی ہون درج فرمایا - اور یہ امر لازمی نہین ہے کہ محدثین جو کچھ روایت کرین اوسکے موافق وہ اعتقاد بھی رکھتے ہون"۔

پھر صفحہ ۲۶ - مین فرماتے ہین کہ "وارد ہوا ہے ایسی احادیث کا جو ظاہر مین مختلف ہین مخصوص کسی ایک فرقے اہل اسلام سے کہ جنکے پاس کتب احادیث واخبار ہون نہین ہین اسلیے کہ علماء اسلام نے احادیث مختلف کا طریق جمع اور وجوہ ترجیح دو حدیثون متعارض کو دوسری حدیث پر کتب اصول وغیرہ مین مدون اور بیان کردیا ہے - پس اگر ابن بابویہ کا مجرد روایات مختلف کا بیان کرنا محل طعن وتشنیع ہو تو تمام محدثین اہل اسلام محل طعن وتشنیع کے ہونا چاہیین"۔

پھر صفحہ ۲۸ مین فرماتے ہین کہ "کسی نے محدثین مین سے عام وخاص کے یہ التزام نہین کیا کہ جو کچھ کتاب حدیث مین روایت کرے اوسکی مدلول ظاہری کے مطابق معتقد اور عامل بھی ہو

بلکہ درصورت تعارض حدیث کے ادلہ شرعیہ کے ساتھ گو اوس حدیث کو خود روایت کیا ہو جو کچھ بمقتضای ادلہ شرعیہ کے راجح ہو اوسپر عمل کرتے ہین"۔

جناب مولنا سید محمد مجتہد ضربت حیدریہ مین فرماتے ہین کہ متکلمین[۱] و مجتہدین امامیہ اصول دین مین دلائل قطعیہ پر اعتماد کرتے ہین اور بس۔ ظن و تقلید اوسمین جائز اور روا نہین رکھتے۔ اور اصول دین مین اخبار احاد پر اعتماد نہین کرتے۔ اور اس باب مین سب قسم کی حدیثین صحیح ہون یا حسن قوی ہون یا ضعیف برابر ہین۔ اور فروع دین مین اونکا اعتبار ضروریات دین و مذہب کی باتون مین یقین پر ہے اور بس۔ نہ اخبار احاد پر۔ اور سوائے اوسکے ظن پر مگر نہ مطلق ظن پر بلکہ جو چار دلیلون مین سے کسی ایک دلیل سے وہ ظن حاصل ہوا ہو یعنی کتاب یا سنت یا اجماع یا عقل۔ اور درصورت تعارض کے صحیح کو ضعیف پر ترجیح دیتے ہین اور تعارض نہونیکی حالت مین اگر خبر ضعیف عمل اصحاب مذہب کے موافق ہو تو اوسپر بھی اعتماد کر لیتے ہین ..... اور یقینی ہونا ہر ایک خبر کا اخبار کتب اربعہ سے (یعنی حدیث کی ان چار کتابون سے جو اونکے یہان صحاح سمجھی جاتی ہین) ثابت ہے اور نہ اوس کا دعوی کیا گیا ہے اور ہمارے یہانکی حدیث کی ان چار کتابون کا حال سنیون کی صحاح ستہ کے اخبار کے موافق نہین ہے کہ اگر کوئی اونکی صحت پر حلف کرے تو طلاق واقع نہو۔ اور نہ فرقہ امامیہ کا عمل اپنی حدیثون پر معارضات اور ترجیحات سے قطع نظر کر کے ہے۔ بلکہ بعد غور اور رجحت اور ملاحظہ اطراف و جوانب اور دریافت حالات راویون کے ہے۔ اور ان تمام باتون پر غور کرنیکے بعد وہ اعتماد کے محل پر اعتماد کرتے ہین اور جرح اور طرح کے مقام پر جرح و طرح کرتے ہین اور جہان تاویل کی ضرورت ہوتی ہے وہان تاویل۔ اور اونکی ترجیح اور عمل کے وجوہ ایک راہ اور ایک سبب پر منحصر نہین ہین۔ اور جو وجہین مثل

معائب ہشام مین کے مخالف اجماع فرقہ حقہ اور معارض روایات متواترہ کے ہین لامحالہ وہ مختل الطرح یا ماؤل ہونگی۔

جو روایتین قدح اور طعن مین ہشام مین کے کافی مین مذکور ہین باوجودیکہ اوس کے راوی امامیہ ہین اور کلینی نے اون سے روایتین کی ہین مگر چونکہ وہ روایتین اون لوگون کے معائب مین ہین جنکو حضرات شیعہ بزرگان ملت اور رفقاء خاص امام سے سمجھتے ہین اسلیے ایسی روایتون کو بغیر جرح اور قدح کرنے راویون کے متروک بلکہ موضوع قرار دیتے ہین۔ جیساکہ جناب مجتہد صاحب نے عقیدہ سیزدہم کے جواب کے اخیر مین فرمایا ہے کہ یہ قوی دلیل ہے اس باتکی کہ یہ روایتین یا موضوع ہین کہ حاسدون اور دشمنون نے ہشام وغیرہ کے بسبب اوس قرب ومنزلت کے کہ اونھین ائمہ کی جناب مین تھا بنالیا ہے۔ یا یہ کہ جناب ائمہ نے اپنی حفاظت کے لئے اونپر یہ عیب لگا دیے ہین جیساکہ حضرت خضر نے کشتی کو عیب دار کردیا تھا"

اور شیخ ابوجعفر طوسی نے تہذیب مین باب الوصیت بالثلث مین فرمایا ہے کہ اگر ائمہ سے کوئی روایت ایسی بیان کیجاے کہ اونھون نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو مخالف ہو اوس چیز کے جو شریعت اسلام مین ثابت اور مقرر ہے پس چاہیے کہ وہ روایت باطل سمجھی جاے یا وہ اوس وجہ پر فی الجملہ محمول کیجاے جو اخبار صحیحہ کے مطابق ہو اگرچہ اوسکی تفسیر معلوم نہو۔ اور راویون کے وہم اور غلطی کی نسبت باوجود اونکے ثقہ ہونیکے شیخ طوسی تہذیب مین جابجا تصریح فرماتے ہین جیساکہ باب الرجوع فی الوصیۃ مین کہا ہے

قال محمد بن الحسن ما یتضمن ھذا الخبر من قولہ ان اوصی بہ کلہ فھو جائز وھم من الراوی۔ اور کتاب الوقف مین لکھتے ہین کہ قال محمد بن الحسن

ما تضمن هذا الخبر من قوله یعنی صاحب الدار حین ذکر ان رجلا جعل لرجل سکنی داره فانه غاط من الراوی اور اسیطرح بہت سے مواقع پر لفظ یجوز ان یکون الراوی وهم اور لفظ انما اشتبه الامر علی فلان کہتے ہین۔

کسی عالم کا مجرد قول قابل سند نہونا بھی علماء شیعہ تسلیم کرتے ہین جیساکہ بجواب اس امر کے کہ قاضی نور اللہ تستری نے ہارون اور مامون کو زمرۂ شیعہ اثنا عشریہ مین قرار دیا ہے جناب مولنا سید محمد صاحب ضربت حیدریہ مین فرماتے ہین کہ اما انچہ از کلام سید نور اللہ نور اللہ مرقدہ مستفاد میشود کہ جناب ایشان بہ تشیع آنہا قائل بودہ اند پس اولا آنکہ تقلید شان غیر لازم و در باب امثال این گونہ امور غیر مطاع فان الحق احق بالاتباع خصوصا نظر بانیکہ ہمت جناب سید ممدوح بسوی توسیع دائرۂ تشیع چنان مصروف بودہ و تکثیر سواد این فرقہ آنچنان مطمح نظر داشتہ کہ مثل سید شریف جرجانی و علامہ دوانی را ہم محاط محیط آن دائرہ گردانیدہ و مانند منصور دانیقی شقی را نیز در ایشان بہ تکلف گنجانیدہ۔

اور رسائل شیخ مرتضی مطبوعہ ایران مین متعلق اختلاف اور وضع احادیث کے لکھا ہے کہ "یہ کہنا شیخ کا کہ ائمہ کے اصحاب نے اصول و فروع بطریق یقین کے اوسے لئے ہین یہ ایک دعوی ہے کہ جسکا عدم ثبوت واضح ہے۔ کیونکہ کم سے کم اسپر یہ امر شاہد ہے کہ ائمہ کے اصحاب اصول و فروع مین اختلاف رکھتے تھے۔ اور اسی لئے اکثر اصحاب ائمہ نے جب اونسے اونکے اصحاب کے اختلاف کی شکایت کی تو ائمہ نے کبھی اونکو یہ جواب دیا کہ ہمنے خود یہ اختلاف اونمین ڈالا ہے تاکہ ہم اپنی جان بچا ئین جیساکہ حریز اور زرارہ اور ابو ایوب جزار کی روایت مین آیا ہے۔ اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف دروغگوؤن کی وجہ سے ہے جیساکہ فیض بن مختار کی روایت مین ہے کہ مین نے

امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے اس اختلاف کا جو آپ کے شیعون مین ہے کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کونسا اختلاف فیض کہتے ہین کہ مین نے آپ سے عرض کیا کہ مین کوفے کے محدثین کے حلقے مین بیٹھتا ہون تو مجھے اونکے اختلاف احادیث مین شک ہوتا ہے پھر مین فضل بن عمر کے پاس آتا ہون تو وہ مجھے اس امر سے آگاہ کرتے ہین جس سے میرا نفس اطمینان پا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہان جیسا تم کہتے ہو بات یہ نہین ہے لوگون نے ہم پر جھوٹ بولنے کی بہت زیادتی کر رکھی ہے۔ گویا خدا نے جھوٹ کو اوپر فرض کر دیا اور اونسے سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہین چاہتا مین کسی سے ایک حدیث بیان کرتا ہون تو وہ میرے پاس سے جدا بھی نہین ہوتا کہ اوسکی تاویل اصل تاویل کے علاوہ گڑھ لیتا ہے۔ اور یہ بات نہ وجہ سے ہے کہ لوگونکو ہماری حدیث اور ہماری محبت سے اللہ مطلوب نہین ہے بلکہ ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہی رئیس ہو کر پکارا جاے۔ اور اسی کے قریب داؤد بن سرحان کی روایت ہے۔ اور نوادر حکمت کے رجال مین سے بہت سے لوگونکو قسمین کا استثنا کرنا معروف ہے۔ اور ابن ابی العوجا کا قصہ یہ ہے کہ اوسنے اپنے قتل ہونیکے وقت کہا کہ مین نے تمھاری کتابونمین چار ہزار حدیثین ملا دی ہین جو رجال مین مذکور ہین۔ اور ایسے ہی یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمن ذکر کرتے ہین کہ مین نے اصحاب صادقین مین سے بہت سی حدیثین لین اور پھر اونکو ابو الحسن امام رضاؑ کے سامنے پیش کیا تو اونھون نے بہت سی حدیثون سے انکار کیا۔ اور سوا اسکے اور بہت سے شواہد ہین جو شیخ کے اس ذکر کرنیکے خلاف ہین"۔

اس کتاب مین جہان اثبات حجیت خبر واحد مین عقلی دلائل کا بیان کیا ہے کتابون کے لکھے ہوے پر بغیر سماعت کے بھروسہ کرنے اور نیز احادیث کے بنانے اور وضع

کرنے اور جھوٹی حدیثون کو لکھنا بونمین لکھدینے کی نسبت لکھا ہے کہ اسمین شک نہین کہ جو شخص احوال رواۃ مذکورہ کا تتبع کرے تو وہ اکثر اخبار بلکہ کل کو سوائے شاذ ونادر کے ائمہ سے صادر ہونا نہ پائے گا۔ اور یہ بات اوسوقت معلوم ہوگی جبکہ اخبار کے ہم تک پہونچنے اور ارباب کتب یعنی مشائخ ثلاثہ اور جو اونسے پہلے ہین اونکے اہتمام کی کیفیت مین تامل کرے۔ کہ جو کچھ اونھون نے اپنی کتب مین لکھا ہے اوسکی کیا کچھ تنقیح کی ہے۔ اور صرف کتاب سے دیکھکر روایت کے لینے پر اکتفا نہین کیا اور نہ اوسکو اپنی تصانیف مین داخل کیا اس وجہ سے کہ اوس کتاب مین بعض کذاب لوگون نے کچھ ملا دیا ہو۔ احمد بن محمد بن عیسی کی یہ حکایت ہے کہ وہ حسن بن وشا کے پاس آئے اور اونسے علاء بن زرین اور ابان بن عثمان احمر کی کتابین طلب کین۔ جب حسن نکالکر لائے تو احمد نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ انکا سماع کرون تو حسن نے جواب دیا کہ تمھین ایسی جلدی کیا ہے انکو لیجاؤ اور لکھ لو۔ اوپھر یہ کہا کہ خدا تمپر رحم کرے تم انکو لیجاؤ اور لکھو اور جو شخص میرے بعد ہو اوس سے پڑھ لینا۔ احمد نے کہا کہ مین نے اوسسے کہا کہ کیا یہ جھوٹ سے مامون نہین ہین۔ حسن نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کی ایسی طلب ہوگی تو مین بہت سی حاصل کرلیتا۔ مین نے اسی مسجد مین سو شخصون کو دیکھا ہے کہ وہ سب یہ کہتے تھے کہ مجھ سے محمد بن جعفر ع نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور حمدویہ ایوب بن نوح سے روایت کرتے ہین کہ اونکے پاس کئی قمطر تھے جنمین ابن سنان کی حدیثین تھین۔ ایوب نے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو لکھ لو مین نے خود محمد بن سنان سے لکھی ہین لیکن مین اونکی روایت تمسے نکرونگا اس لئے کہ اونسے اپنے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ جس قدر حدیثین مین نے تم سے بیان کی ہین اونمین نہ سماع ہے اور نہ روایت بلکہ مین نے اونکو لکھا ہوا پایا تھا۔ دیکھو روایت کرنے مین اوس شخص سے

جس سے اتفاق نے نہین سنا بلکہ کتابون مین لکھا پایا کیسی احتیاط کرتے تھے - اور ایک شاہد تمکو
کافی ہے کہ علی بن حسن بن فضال اپنے باپ کی کتابون کو اپنے باپ سے نہین روایت
کرتے باوجودیکہ اونھون نے باپکے ساتھ مقابلہ کیا تھا بلکہ اپنے بھائیون احمد و محمد سے اور
وہ باپ سے روایت کرتے ہین اور علی نے اسکا یہ عذر بیان کیا کہ جس روز اونھون نے حدیث
کا مقابلہ اپنے باپ کے ساتھ کیا تھا تو وہ صغیر سن تھے اور اونکو روایات کی معرفت اچھی طرح
نہ تھی اسلئے اونھون نے دوبارہ اپنے بھائیون سے پڑھا غرضکہ ظاہر یہ ہے کہ محدثین کا
دارمدار حدیث کا خود صاحب کتاب کے سننے پر ہے یا اوسپر جسنے صاحب کتاب سے سنا ہو
- پس وہ حدیث کو نہ بیان کرتے تھے مگر جبتک کہ خود سنا ہو اگرچہ سننا صاحب کتاب سے
کئی واسطون سے ہو - اور نیز یہ کہ جس شخص کی نسبت سننے کی صاحب کتاب سے معلوم
ہوتی تھی اوسپر اونکو اطمینان اور نہایت وثوق ہوتا تھا - یہانتک کہ اون واسطون کا
اتباع تصحیح حدیث اور تردید مین کرتے تھے جیسے کہ صدوق کو اپنے شیخ ابن ولید کے ساتھ
اتفاق ہوا - اور کبھی وہ اون واسطون پر وثوق نکرتے تھے اگر کچھ بھی قدح اونمین معلوم
ہوتا اور اونکی صدق مین کچھ بھی خلیت قدح کو ہوتی - اسی لئے ایک جماعت محدثین
سے منقول ہے کہ وہ روایت نکرتے تھے ایسے شخص سے جو ضعفا سے روایت اور مرسل پر
اعتماد کرتا ہو اگرچہ وہ فی نفسہ ثقہ ہو - جیسے کہ برقی کی نسبت اتفاق ہوا - بلکہ ایسے شخص سے
بھی روایت مین احتراز کرتے تھے جو قیاس پر عمل کرتا ہو - باوجودیکہ یہ معلوم ہے کہ عمل کو
روایت مین کچھ دخل نہین - جیسے اسکافی کی نسبت اتفاق ہوا - جہان کہ اوسکے ترجمے
مین ذکر کیا ہے کہ وہ قیاس کو جائز سمجھتے تھے تو اس سبب سے اونکی روایات چھوڑ
دی گئین - اور ایسے شخصونکی روایت مین توقف کرتے تھے جو پہلے مذہب حق پر تھے

اور پھر اوس سے عدول کر گئے اگرچہ اونکی روایات وکتب حالت استقامت کی ہوتین - یہانتک
کہ اونکی اجازت امام یا نائب امام دین جیسے امام عسکریؑ سے لوگون نے کتب بنی فضال کا حال
پوچھا اور یہ کہا کہ ہمارے گھر اوسکی کتابون سے بھرے پڑے ہین تو اونھون نے اونکو اجازت
دی اور شیخ ابوالقاسم بن روح سے کتب ابن غالفر کا حال دریافت کیا جنکو اوسنے قبل
مذہب شیعہ سے مرتد ہونیکے تصنیف کیا تھا - شیخ نے اونکو اونپر عمل کرنیکی اجازت دی -
غرض یہ ہے کہ اخیر زمانہ مین یعنی زمانہ امام رضا علیہ السلام سے جو کچھ اہتمام ہمارے علمانے تنقیح اخبار مین
کیا ہے اوسکی امارات بے تعداد ہین - اور تتبع کرنیوالے کو ظاہر ہوسکتی ہین - اور اس شدت اہتمام کا
باعث یہ تھا کہ یہ روایات اساس دین اور قوام شریعت سید المرسلین ہین صلی اللہ علیہ وسلم - اسی لیے امامؑ
نے ایک جماعت رواۃ کی شان مین کہا ہے کہ اگر یہ لوگ نہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے - اور لوگ
نہین پسند کرتے ہین غیر معتبر روایتونکا لکھنا اپنی مولفہ کتب تواریخ مین جنمین جھوٹ واقع ہونے سے
نہ دینی ضرر ہے نہ دنیوی بس وہ لوگ کیونکر پسند کرین گے ایسے امر کو اپنی اون کتب مین
جو مولف ہین واسطے رجوع خلائق کے امور دین مین باوجودیکہ امامؑ نے خبر دی ہے کہ لوگون پر ایک
زمانہ ہرج کا آئے گا کہ وہ سوائے کتابون کے اور چیز سے مانوس نہونگے - اور کلینی نے اپنی
کتاب کافی کے دیباچہ مین ذکر کیا ہے کہ یہ میری کتاب بعد کو سب لوگونکی مرجع ہوگی - محدثین نے
اونکو متنبہ کیا اور محدثین کو ائمہؑ نے کہ کذاب لوگ اصحاب ائمہ کی کتب مین جھوٹی احادیث
ملا دینگے جیسا کہ اکثر روایتون سے ظاہر ہوتا ہے - جسمین سے ایک یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمن نے
سیدنا ابوالحسن رضاؑ کے سامنے اصحاب باقر و امام صادقؑ کی کتابونکو پیش کیا تو آپ نے
اونمین سے بہت سی احادیث کا انکار کیا اور کہا کہ یہ احادیث ابی عبداللہ کی نہین ہین - اور
فرمایا کہ ابوالخطاب نے ابوعبداللہ پر جھوٹ لگایا اور اسیطرح پر آجتک اصحاب ابوالخطاب اصحاب

ابی عبداللہؑ کی کتابون مین حدیثین ملا دیتے ہین - اور اونکی روایات مین سے ایک یہ ہے کہ ہشام بن حکم سے مروی ہے کہ اوسنے سنا کہ ابو عبداللہ کہتے تھے کہ مغیرہ بن سعد لعنہ اللہ جان بوجھکر میرے باپ پر جھوٹ لگاتا ہے اور اونکے اصحاب کی کتابین لیتا ہے - اور اوسکے اصحاب میرے باپ کے اصحاب کے ساتھ لگے رہتے تھے کہ میرے باپ کے اصحاب کی کتابین لیتے اور مغیرہ لعنہ اللہ کو دیدیتے - اور وہ اوسمین کفر اور زندقہ ملا دیتا اور اوسکو ابو عبداللہ کیطرف منسوب کرتا اور ایک روایت فیض بن مختار کی ہے جو پہلے ذیل کلام شیخ مین گذر چکی - سو اوسکے اور بہت سی روایتین ہین ہمنے جو کچھ ذکر کیا اوس سے ظاہر ہو گیا کہ اخبار کثیرہ کا حال جو مجملا معلوم ہوا تو کذابین اور وضع احادیث سے خالی نہ تھا - اور یہ امر قبل زمانہ اصحاب ائمہ کے تدوین حدیث اور رجال کے تھا - اور جھوٹے اخبار کا ہونا معلوم ہونے سے کل احادیث کا قطعی الصدور یا ظنی الصدور رہونے کا جو دعوی ہے وہ باطل ہوتا ہے اور ہم جسکے درپے ہین وہ نہین باطل ہوتا - یعنی اکثر یا کثیر احادیث کے صادر ہونے کا دعوی علم اجمالی ہے بلکہ یہ دعوی بدیہی ہے"

اختلاف اور جھوٹ اور وضع احادیث کے علاوہ تقیے کے عقیدے نے حضرات امامیہ کے یہان کی حدیثون کو ایسی مشتبہ حالت مین کردیا ہے کہ بجز اعتقاد محض کے عقل کو اوسمین دخل نہین ہے - نہ کوئی عقلی اصول اس قسم کے حدیثون کی تکذیب اور تصدیق کے لئے قرار دیا جا سکتا ہے - چنانچہ شیخ مرتضی موصوف اپنے رسائل مین جسکا عنوان ہے خاتمۃ فی التعادل والترجیح لکھتے ہین کہ ابن ابی جمہور نے غوالی اللالی مین علامہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے ہین کہ مین نے امام باقرؑ سے پوچھا کہ فدایت شوم آپ کیطرف سے دو خبر یا دو حدیثین متعارض اور مختلف بیان کیجاتی ہین ہم کسکو صحیح سمجھین اور کس پر عمل کرین امام نے فرمایا کہ اے

زارہ اوسپر عمل کرو جو تمھارے اصحاب مین مشہور ہو اور شاذ و نادر کو چھوڑ دو۔ پھر مین نے پوچھا کہ یا سیدی اگر دونو مشہور و ماثور ہون تو آپ نے فرمایا کہ اوس حدیث کو مانو جو تمھارے نزدیک ان دونو حدیثون کے راویون مین سے عادل اور ثقہ تر نے بیان کیا ہو تب مین نے کہا کہ اگر دونون راوی عدل و ثقاہت مین برابر ہون تو ہم کیا کرین آپ نے فرمایا کہ یہ دیکھو کہ اونمین سے کونسی حدیث سنیون کے موافق ہے جو موافق ہے اوسے چھوڑ دو اور جو اونکے مخالف ہو اوسکو صحیح سمجھو کیونکہ حق اونکی مخالفت مین ہے پھر مین نے پوچھا کہ اگر دونون حدیثین سنیون کے موافق یا دونون مخالف اونکے ہون تو کیا کرون فرمایا کہ جسمین احتیاط ہو اوسپر عمل کرو پھر مین نے پوچھا کہ اگر احتیاط مین دونون برابر ہون تو کیا کرون فرمایا کہ اسمین تجکو اختیار ہے جسے چاہے لے جسے چاہے چھوڑ دے"

اور صدوق نے امام ابوالحسن رضاؑ سے ایک لمبی حدیث مین روایت کیا ہے کہ مختلف حدیثون کی نسبت امام نے فرمایا کہ اونکو خدا کی کتاب سے ملاؤ جو اوسکے موافق ہو اوسپر عمل کرو اور اگر خدا کی کتاب مین نہ پاؤ تو سنن رسول پر رجوع کرو پس جو کچھ اوسمین ممنوع ہو اوسے حرام سمجھو اور جو اوسکے موافق ہو اوسپر عمل کرو۔

اور اوسی کتاب مین ابی عمر و کنانی سے ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اے ابوعمرو اگر مین تجھ سے کچھ کہون یا کوئی فتوی دون اور پھر بعد اوسکے تو میرے پاس آئے اور اوسی بات کو پوچھے اور مین برخلاف اوسکے جو پہلے بیان کیا تھا اور مخالف اوسکے جسکا فتوی پہلے دیا تھا تجھ سے کہون تو تو کس پر عمل کریگا اور کسے صحیح سمجھے گا۔ تو ابوعمرو نے کہا کہ آپکی اخیر بات کو اور اخیر فتوے کو صحیح سمجھونگا۔ امام نے فرمایا کہ ہان یہی ٹھیک ہے اے ابا عمرو اللہ انکار کرتا ہے سوائے اسکے کہ وہ چھپکر عبادت کیا جاے قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا کرو تو یہی تمھارے اور میرے حق مین بہتر ہے خدا انکار کرتا ہے ہمارے لئے اپنے دین مین الا تقیے کو۔ انتہی

اِن اقوال سے جو ہمنے حضرات امامیہ کی معتبر کتابون اور مستند علمون سے نقل کیے

یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ اونکی حدیثین مختلف اور متعارض ہین اور لوگونے اما مون پر بہت تہمت کی ہے اور اونکے نام سے ہزارون جھوٹی حدیثین بیان کی ہین اور ہزارہا غلط روایتین کتابون مین فریب سے لکھدی ہین - اور اونکے محقق عالمون اور مشہور محدثین نے صرف کتابون مین لکھے ہونے پر اعتبار نہین کیا جبتک کہ اوسکو صاحب کتاب سے بواسطہ یا بلا واسطہ نہین سنا - اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس قسم کے اختلاف اور تعارض کے اور باوجود موجود ہونے ہزارہا وضعی حدیثون کے اور باوجود باقی ہونے احتمال غلطی اور وضع کے موجودہ حدیثون مین حضرات امامیہ نے اپنے یہانکی حدیث کی مستند و معتبر کتابون کو شریعت اور مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے اور اصول و فروع مین اونسے استناد کیا ہے اور اختلاف اور تعارض رفع کرنے کے لئے درایت کے اصول قرار دیے ہین اور اون اصول مین سب سے عمدہ سنیونکی مخالفت اور تقیہ ہے - ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ حضرات امامیہ کو کس طرح زیبا ہوگا کہ وہ سنیون کی کتابون پر اعتراض کرین اور اونکو صرف اس خیال سے کہ جھوٹی حدیثین لوگون نے بنالی تھین تمام حدیثون کو غیر قابل اعتبار قرار دین اور باوجود اوس تحقیق و تنقیح کے جو راویون کے حالات کے متعلق ہمارے محدثین نے کی اونکی مساعی جمیلہ سے قطع نظر کرکے اونکی کتابونکو عموماً مشتبہ اور غلط قرار دین - اور صرف اس خیال سے کہ اونھون نے اپنے یہان وضع احادیث کو تسلیم کیا اور ایسی حدیثونکو حرف غلط کیطرح مٹا دیا اور اوسکی غلطی اور وضع کو ظاہر کردیا سنیون پر یہ اعتراض کرین کہ وہ اپنی کتابون کو خود غیر قابل اعتبار بتاتے ہین اور اپنے مذہب کی عمارت کو اپنے ہاتھون سے منہدم کرتے ہین ایسی حالت مین اور ایسے اعتراض پر بجز اسکے اور کچھ مجھ سے کہا نہین جاتا کہ جو شخص شیش محل مین رہتا ہو اوسے چاہیے کہ سنگین عمارت مین رہنے والے پر پتھر نہ پھینکے -

یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دونو فریق کی روایتون کا حال قریب

برابر کے ہے اور دونو کے یہان صحیح اور غلط قوی اور ضعیف حدیثین موجود ہین اور دونو کے یہان
تفتیش روایت اور تصحیح حدیث کے لئے درایت کے قواعد مقرر ہین تو کوئی فریق ایک دوسرے پر اون
حدیثون اور روایتون کو اپنے دعوے کے ثابت کرنے مین پیش نہین کر سکتا جس سے فریق مخالف
کے اصول عقائد اور مسائل اجماعی مین خلل پیدا ہو۔ اور اسطرح پر عمل کرنے سے گویا باب الزامی
دلائل کے پیش کرنیکا بند ہوتا ہے۔ یعنی جو حدیثین صحابہ کے فضائل مین شیعونکی کتابون سے پیش
کرتے ہین اونکا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ یہ صحیح نہین ہین یا خلاف اجماع اور خلاف اصول مسلمہ
کے ہین اس لیے وہ ہمپر حجت نہین ہوسکتین اسیطرح شیعہ مطاعن صحابہ مین جو روایتین
اور حدیثین سنیونکی پیش کرتے ہین وہ اوسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ حدیثین یا غلط ہین یا ضعیف
یا مخالف اجماع امت اور اصول سابقہ کے ہین۔ اس اعتراض کو ہم تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بلاشبہ
اس قسم کے الزامی دلیلین کافی نہین ہین اور اس سے کسی فریق کا دعوی بمقابل دوسرے فریق
کے بلحاظ اوس کے اصول کے ثابت نہین ہوتا مگر ہمارا استدلال شیعونکی روایتون سے
نہ اسلئے ہے کہ ہم اوسکو حقیقۃ اپنے دعوے کے اثبات کے لئے ضروری سمجھتے ہین بلکہ اس
قسم کا استدلال الزامی ہے کہ جسطرح وہ ہماری بعض ضعیف روایتون سے استدلال کرتے ہین
ہم اونکی صحیح اور قوی حدیثون سے اوسکو باطل کرنا چاہتے ہین۔ اور یہ طریقہ بھی متاخرین کا ہے
جو اونھون نے شیعون کے طرز پر اختیار کیا ہے ورنہ ہمارے متقدمین صرف قرآن مجید اور عقل سلیم سے
اپنے عقائد اور دعاوی کو ثابت کرتے آئے ہین اور الزامی جواب سے احتراز کرتے رہے ہین
اور ہمنے اپنی اس کتاب مین گو الزامی جواب دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے مگر صرف اسلئے
کہ حضرات امامیہ یہ نہ سمجھین کہ اونکے اعتراض خود اونکی روایتون سے باطل نہین ہوتے ورنہ ہمنے
قرآن مجید اور عقلی دلائل کو صحابہ کے فضائل ثابت کرنے اور اونپر جو الزام شیعون نے

لگانے ہین اونکے دور کرنے مین مقدم سمجھا ہے اور اونھین کو جابجا بیان کیا ہے۔ اور ہم نہایت دعوے سے کہ سکتے ہین کہ اگر الزامی جوابات کا طریقہ بند کردیا جاے تو ایک لحظہ کے لئے حضرات امامیہ سنیون کے مقابلے مین ٹھہر نہین سکتے۔ اور قرآن مجید اور عقل سلیم سے وہ اپنے دعوے کو صحابہ کے مطاعن کے متعلق ثابت نہین کرسکتے۔

آشنائے کو شانے سے ملا دیکھ	قدمین ہمین کچھ بلند ہونگے
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان	تا سیہ روے شود ہر کہ در و غش باشد

پانچوان مقدمہ

اگرچہ اسلام مین بہت سے فرقے پیدا ہوگئے۔ اور اصول و فروع مین باہم اون کے اختلاف ہے۔ مگر عموماً یہ اختلاف راے اور سمجھ کی غلطی اور فلسفہ کے اسلام مین داخل ہونے اور آیات قرآنی مین تاویل کرنے پر مبنی ہے۔ کسی نے ان مختلف فرقون مین سے صحابہ کرام یا اہل بیت علیہم السلام سے مخالفت نہین کی اور نہ اونکو مورد طعن و لعن بنایا۔ الا دو فرقون نے۔ ایک امامیہ دوسرے خوارج۔ انکا اختلاف منجر صحابہ یا اہل بیت کی عداوت پر ہے اور اوسکا اصلی سبب خلافت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کو اصول دین مین داخل کرنے سے یہ دونو فرقے جادۂ اعتدال سے متجاوز ہوگئے۔ ایک نے اہل بیت کا ایسا دامن پکڑا کہ صحابہ کرام کو اسلام کے دائرے سے خارج سمجھے۔ اور دوسرا فرقہ خوارج کا صحابہ کرام کی طرف اتنا جھکا کہ اہل بیت کو ملامت کا نشانہ بنایا۔ اور اونپر لعن و طعن کرنے کو عین اسلام قرار دیا۔ اسی مسئلۂ خلافت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے صحابہ کرام سے یہانتک عداوت پیدا کی کہ اونکو اسلام اور ایمان سے بھی بے بہرہ قرار دیا اور آیات قرآنی اور اونکے مساعی جمیلہ سے جو اسلام کے لئے کین چشم پوشی کی۔ اور اوسی عقیدے نے اونکو اون روایتون کے

بنانے اور ماننے پر مجبور کیا جو صحابہ کے معائب اور مطاعن کے متعلق ہین - مگر ہمکو اسی کا افسوس نہین ہے کہ اس عقیدۂ امامت نے ایک فرقے کو اسلام کے صحابہ کا مخالف بنا دیا بلکہ حیرت اور افسوس اسپر ہے کہ اس عقیدے نے انبیا اور آئمہ کرام کی اولاد کو بھی طعن و ملامت سے محفوظ نہ رکھا - اور حسد اور بغض اور انکار امامت نے انبیا اور اکثر خاندان اہل بیت کو اوسی طرح پر قابل الزام اور مورد طعن بنایا جیسا کہ صحابہ کو بنایا تھا - فرق اتنا ہے کہ صحابہ کی عداوت کا اظہار اور اونکی برائیون کا اعلان صاف طور پر کیا جاتا ہے - اور انبیا اور خاندان اہل بیت کی نسبت ضعیف تاویلین کیجاتی ہین - اور اونکی عصمت اور بزرگی کا زبانی اقرار باقی ہے ورنہ اگر غور سے دیکھا جاے تو اس مسئلۂ امامت نے نہ انبیا کو چھوڑا نہ سواے معدودے چند ائمہ کے باقی خاندان نبوت کو طعن و ملامت سے محفوظ رکھا کوئی ائمہ پر حسد کرنیکی وجہ سے مطعون بنایا گیا - کوئی انکار امامت کے سبب سے کافر ٹھہرا - کوئی دعوی امامت کی وجہ سے کفر و فسق کے درجے پر پہونچا - غرضکہ ایک صحابہ کی مخالفت کا ہم کیا افسوس کرین جسطرف نظر اوٹھا کر دیکھتے ہین مسئلۂ امامت کے تیرون کا سبکو نشانہ پاتے ہین - ؎

گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک ۔۔۔ زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہین

اول انبیاؑ کا حال سنیے کہ حضرات امامیہ کمال فخر سے کہا کرتے ہین کہ جو عقیدہ انبیاء کی بزرگی اور فضیلت اور اونکی پاکی و عصمت کا ہم رکھتے ہین کوئی دوسرا فرقہ اہل اسلام کا اسمین ہمارا شریک نہین ہے - اور یہ عزت خاص شیعیان پاک کو نصیب ہے کہ حضرات انبیاء کے دامن عصمت کو ہر طرح کے گناہ صغیرہ و کبیرہ اور ہر قسم کے عیب و برائی سے پاک سمجھتے ہین - کما قال الفاضل المحقق والبحر المدقق فی حسامہ کہ تمام اہل اسلام اتفاق دارند بر نیکہ در باب عصمت انبیا انچہ امامیہ مبالغہ میدارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر نہ دارد

زیرا کہ امامیہ منفرد اند باینکہ میگویند انبیا از اول عمر تا آخر از گناہ صغیرہ و کبیرہ عمدا و سہوا منزہ می باشند بخلاف دیگران۔ وقال بعض فاضلہم کہ اہتمام شیعیان آل عبا در باب تنزیہ انبیا و اوصیا از اول عمر تا آخر عمر از جمیع گناہان صغیرہ و کبیرہ بحدی ست کہ ہیچ فرقہ را غیر ایشان حاصل نیست حتی اینکہ اجتہاد را ہم بر زمرۂ انبیا و اوصیا جائز نمیدارند فضلا عن وقوع الخطا فی الاجتہاد۔ مگر جب اونکے مذہب کی کتابونکو دیکھیے اور ائمہ کی احادیث سنئے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیب جسکو مشرک اور کافر بھی بدترین عیبون سے جانتے ہین بلکہ جسکو ملحد اور لامذہب بھی اخلاقی برائیون بلکہ ذلیل ترین خصائل مین شمار کرتے ہین اوسے وہ انبیاء کیطرف منسوب کرتے ہین۔ اور باین دعوی عصمت و طہارت اونکو مرتکب کبائر سمجھتے ہین۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔ چنانچہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی شان مین جو احادیث ائمہ کیطرف سے بیان کی ہین وہ ذرا گوش دل سے سنئے۔

محمد بن بابویہ نے عیون اخبار الرضا مین علی بن موسی رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب خدا نے آدم کو مسجود ملائکہ ہونے اور جنت مین داخل ہونیکی بزرگی دی تو اونھون نے اپنے دل مین خیال کیا کہ مین بزرگترین مخلوقات ہون پس اللہ جل شانہ نے ندا کی کہ اے آدم اپنے سر کو اوٹھا اور دیکھ میرے عرش کے پایے کو پس آدم نے اپنا سر اوٹھایا تو کیا دیکھا کہ لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ امیر المومنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العلمین والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ۔ تب حضرت آدم نے کہا کہ الٰہی یہ کون ہین خدا نے جواب دیا کہ یہ تیری ذریت ہین اور تجھ سے بہتر ہین۔ اور تمام میری خلق سے افضل ہین۔ اور یہ نہوتے تو مین نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ آسمان و زمین کو۔ لیکن خبردار رہنا اے آدم اونکو حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا اگر ایسا کیا تو مین تجھے اپنے جوار سے نکال دونگا۔ پس دیکھا آدم نے اونکو بنظر حسد

پس مسلط ہوا اونپر شیطان یہانتک کہ کھایا اونھون نے اوس درخت سے کہ منع کیا تھا خدا نے اوس سے

یہ کوئی خیال نکرے کہ یہی ایک حدیث حضرت ابوالبشر جدامجد کی شان مین امام بن موسی رضا ع سے نقل فرمائی ہے بلکہ وہ حدیث بھی سنیے جسمین حوا کے گناہ مین دادی کو بھی شریک کیا ہے۔

معانی الاخبار مین بسند مفضل بن عمر حضرت جعفر صادق ع سے روایت ہے کہ جب آدم وحوا نے ساق عرش پر نام آنحضرت اور علی اور فاطمہ اور حسنین کا نور سے لکھا ہوا دیکھا تو کہا اے پروردگار ہمارے کیا بزرگ ہے مرتبہ انکا اور کیسے محبوب ہین یہ لوگ تیرے۔ تب خدا نے فرمایا کہ اگر یہ نہوتے تو مین تمکو پیدا نکرتا یہ لوگ میرے علم کا خزانہ اور میرے اسرار کے امانت دار ہین۔ اے آدم وحوا تم رہنا کہ انکو بنظر حسد نہ دیکھنا اور انکے مرتبے اور انکی منزلت کی تمنا نہ کرنا ورنہ میری نافرمانی اور عصیان مین داخل ہوگے اور تب تم دونو ظالمون مین ہوجاوگے۔ پس شیطان نے اون دونو کو وسوسہ دیا اور فریب مین لایا کہ آخر اونھون نے بنظر حسد اون پنجتن کیطرف دیکھا اسلیے آدم وحوا دونو معزول و ذلیل ہوگئے"۔

جناب اجتہاد مآب مولوی دلدار علی صاحب حسام مین بجواب مولنا وسیدنا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کے اس حدیث کی نسبت دو جواب دیتے ہین۔ ایک تو یہ کہ یہ حدیث احادیث صحاح سے نہین ہے کہ اوسپر اعتقاد کرنا اور اوسکی تصحیح کرنا ضروریات دین سے ہو۔ دوسرے یہ کہ حسد دو قسم پر ہے ایک بمعنی غبطہ دوسرے بمعنی استدعاء زوال نعمت اول مباح ہے دوسرا مذموم پس کیون حسد آدم کا اول قسم پر محمول نکیا جاے۔ اور حسد کی اس تقسیم پر ہی حضرت قبلہ وکعبے نے کفایت نہین فرمائی بلکہ بخاری کی ایک حدیث کو نقل کرکے سنیون کا مونہہ بھی بند کرنا چاہا ہے چنانچہ فرماتے ہین "اما حدیث حسد حضرت آدم کہ در کتب اما میہ مروی گشتہ دسبب تشنیع ناصب عداوت عترت طاہرہ بر شیعیان اہل بیت گردیدہ پس از جملہ

احادیث صحاح نیست تا اعتقاد کردن بآن وتصحیح نمودن آن از جملہ ضروریات نزد امامیہ باشد وایضاً
گویا بگوش این ناصب عداوت عترت نرسیدہ کہ حسد بردو قسم ست یکی بمعنے غبطہ ست ودوم حسد بمعنے
استدعاء زوال نعمت۔ اوّل مباح ست ودوم مذموم دمی دانم کہ اگر بمجرد ادعاے این تقسیم
اکتفا نمایم ناصب عترت طاہرہ تکذیب خواہد نمود لہذا بذکر یک حدیث صحاح ایشان کہ دلالت
صریح وارد بر انچہ ادعا نمودہ ام مے پردازم دوہن اورا باین تقریب می دوزم کہ گفتہ اند دہن
سگ بلقمہ دوختہ بہ ولیساغ بعد ذلک ان یقال فی حقہ فبھت الذی کفر کانہ التقم الحجر
وآن این ست کہ بخاری بروایت نمودہ از ابوہریرہ ان رسول اللہ صلعم قال لاحسد الا
فی الاثنین رجل اتاہ اللہ القرآن فھو یتلوہ اٰناء اللیل والنھار فسمعہ جار لہ
فقال لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعلت مثل ما یعمل ورجل اتاہ اللہ مالا
فھو ینفقہ فی حقہ فقال رجل لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعلت مثل ما یعمل
وبتفاوت یسیر قریب باین مضمون حدیث دیگر ست کہ آنرا بخاری ومسلم وترمذی روایت کردہ اند پس چرا جائز نباشد
کہ حسد حضرت آدم ازین قبیل بودہ باشد وچگونہ چنین نباشد وحال اینکہ مفضل بن عمر کہ ناصبی آن را
مذکور ساختہ متضمن کلمہ وحملھا علی تمنی منزلتھم ست در قوت تفسیر بمعنے حسد ست لیکن
چون غبطہ ہرچند مباح ست اما بنظر بہ علو منزلت وشرف مرتبت جناب عترت سید المرسلین غبطہ
ایشان از قبیل ترک اولی ست لہذا حق سبحانہ وتعالی علے حسب جری العادت الالٰہیہ حضرت
آدم را معاتب ساختہ۔ وایضاً حسد بمجرد اینکہ بمقتضاے بشریت عارض شود ومادامیکہ بمقتضاے
آن کار کند آدمی گنہگار بران نمی شود چنانچہ در تمیز احادیث از ائمہ عترت ماثور گشتہ وایضاً
معلوم ست کہ حضرت آدم متمسک گردیدہ بکلماتیکہ تفسیر آن بنا بر احادیث بسیار باسماء آل عبا
شدہ پس باین قرینہ بدین حسد بمعنے غبطہ کہ از قبیل ترک اولی بودہ کہ

مگر حضرت قبلہ کی اس تقریر سے وہ دفع جواب کے بزرگون نے حضرت ابو البشر پر لکھا یا دور نہین ہوا اس لیے کہ اگر اس حدیث کے احادیث صحاح مین نہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ صحاح اربعہ یعنی کلینی و تہذیب و استبصار و من لا یحضرہ الفقیہ مین نہین ہے تو اس سے عدم صحت لازم نہین آتی - صدہا حدیثین ہین جو سوا ان چار کتابون کے دوسری کتابون مین منقول ہین اور جنکو حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہین - اور اگر مراد یہ ہے کہ راوی اوسکا ضعیف ہے یا سلسلہ روایت مین کوئی نقص ہے تو اوسکا بیان فرمانا تھا - مگر حضرت بیان فرماتے تو کیا فرماتے اسلیے کہ یہ حدیث عیون اور معانی الاخبار سی معتمد کتابون مین ہے جسکے مولف کی سچائی اور صداقت اوسکے لقب سے ظاہر ہے فانہ صدوق اور وہ خود صحاح اربعہ مین سے ایک کتاب کا مصنف ہے اور پھر اس حدیث کو بسند صحیح ائمہ معصومین سے روایت کیا ہے - ایسی حدیث کی صحت کا انکار کرنا جو متصل بہ امام معصوم ہو اور کوئی راویون مین سے اوسکے مجروح اور مقدوح نہو نالایق قابل تسلیم نہوگا - اور خود قبلہ و کعبہ نے اسی کتاب حسام اور دیگر کتابون مین بہت سی حدیثین عیون اور معانی الاخبار سے نقل کین اور اونکو اپنے دعوے کی تائید مین پیش کیا ہے - ایسی حالت مین بغیر کسی اور قسم کے ثبوت کے یہ کہکر کہ این حدیث از جملہ احادیث صحاح نیست بیچا چھوڑنا اگر جائز ہو تو پھر سینون کی کسی خبر کو جو متعلق مطاعن صحابہ کے ہو باوجود ثبوت راویون کے ضعف کے پیش کرنا درست نہوگا - مگر صاحب استقصاء الافحام نے اس حدیث کی صحت کو قبول کیا اور قبلہ و کعبہ کے کلام کی توجیہ ان لفظون سے فرمائی کہ غرض آنجناب از انکار معدود بودن این حدیث و از احادیث صحاح آنست کہ این حدیث از جملہ احادیث قطعیۃ الصدور نیست الی قولہ کہ مراد آنجناب یعنی صحت یعنی قطعیۃ الصدور درست نیست زیرا کہ ازان مفہوم می شود کہ اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ مے بود اعتقاد کردن بآن از جملہ ضروریات می بود و پر ظاہر ست کہ این لازم نمے آید مگر بعد صحت یعنی قطعیۃ الصدور [illegible]

اس توجیہ سے قبلہ و کعبہ کے جواب کو صحیح ثابت نکر سکے۔ بلکہ ہمارے دعوے کے معین اور مؤید ہو گئے۔ اس لیے کہ وہ فرماتے ہین کہ "اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ مے بود اعتقاد کردن بآن از جملہ ضروریات مے بود و پر ظاہر ست کہ این لازم نمی آید مگر بعد صحت بمعنی قطعیۃ الصدور"۔ ہم اس جواب کو تسلیم کرتے ہین بشرطیکہ ایسے قاعدے کو وہ ہمارے یہانکی حدیثونکی نسبت بھی مرعی رکھین۔ نہ یہ کہ ہمارے یہان کی ضعیف بلکہ موضوع حدیثون سے استدلال کرین اور انھین ہمارے مقابلے مین پیش فرماوین اور اپنے یہانکی صحیح حدیثون کو بھی قطعیۃ الصدور یعنی یقینی نہونیکی وجہ سے قابل حجت نہ سمجھین۔

مگر ہم اس حدیث کو اور روایتون سے جسکی صحت اور اعتماد مین کچھ اعتراض نہین کیا گیا ثابت کرتے ہین۔ تفسیر امام حسن عسکری مین بذیل آیہ یَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ کے لکھا ہے کہ "مراد درخت سے علم محمد و آل محمد تھا کہ حق تعالی نے اونھین کے ساتھ مخصوص کیا تھا اوسیکو آدم نے کھایا اور بہشت سے نکالے گئے"۔ اس مضمون کو ملا باقر مجلسی کی زبان سے سنئے جسکو وہ حیات القلوب مین فرماتے ہین "در تفسیر امام حسن عسکری مذکور ست کہ چون حق تعالی ابلیس را لعنت کرد با اکرام او و گرامی داشت ملائکہ را بسجدہ کردن ایشان آدم را امر کرد کہ آدم و حوا را بہشت برند و فرمود کہ یَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ یعنی اے آدم ساکن شو تو و جفت تو در بہشت وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا و بخورید از بہشت کشادہ و گوارا ہر جا کہ خواہید یعنی وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ و نزدیک مشوید این درخت را کہ درخت علم محمد و آل محمد ست کہ حق تعالی ایشان را منع کرد از انکہ نزدیک آن درخت شوند کہ مخصوص محمد و آل محمد ست و کسی با بر خدا نمی خورد از ان درخت مگر ایشان الی قولہ و حق تعالی فرمود کہ نزدیک این درخت مروید کہ خواہید طلب کنید درجہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم و فضیلت ایشان زیرا کہ خدا ایشان را مخصوص گردانیدہ است باین درجہ از سائر خلق

و این درختیست کہ ہرکہ ازین درخت بخورد باذن خدائے تعالی الہام کردہ مے شود علم اولین و آخرین را بے آنکہ از کسی بیاموزد و ہرکہ بے رخصت خدا بخورد از مراد خود نا امید مے شود و نا فرمانی پروردگار کردہ است فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس خواہر شوید از ستمگاران بنا فرمانی شما و طلب کردن شما درجہ را کہ اختیار کردہ است خدا آن درجہ غیر شما را ہرگاہ قصد کنید آن درخت را بغیر حکم خدا الی قولہ پس باین سبب فریب خورد آدم و غلط کرد و ازان درخت خورد پس رسید بایشان آنچہ خداوند در قرآن ذکر کردہ است فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت جسکے کھانے سے آدم و حوا منع کئے گئے تھے وہ درخت علم محمد و آل محمد کا تھا جسکے کھانے سے علم اولین و آخرین بغیر سکھائے آجاتا ہے اور اسی درخت کے کھانے سے آدم و حوا جنت سے نکالے گئے مگر حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کے بہکانے سے آدم و حوا نے اوسے کھایا اور اوسکے سبب سے وہ مصیبت مین گرفتار ہوے مگر دوسری حدیث سے جسکو بسند معتبر حضرت امام علی نقیؑ سے نقل کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت حسد تھا کہ جسکے کھانے سے خدا یتعالی نے منع کیا تھا۔ مگر اونھون نے عمدا اوسے کھایا یعنی ائمہ پر حسد کیا۔ کما یقول المجلسی فی حیات القلوب کہ بسند معتبر از حضرت امام علی نقی منقول ست کہ درحقیقہ آدم و زوجہ اش را نہی کرد از خوردن از ان درخت حسد بود و حق تعالی عہد کرد بسوے آدم و حوا کہ نظر نہ کنند بسوی آنہا کہ حق تعالی آنہا را بر ایشان و بر جمیع خلائق فضیلت دادہ است بدیدۂ حسد و نیافت حق تعالی از و در ین باب عزم و اہتمامی۔ اس حدیث سے یہی ثابت نہین ہوا کہ حضرت آدم نے شیطان کے بہکانے سے حسد کے درخت کو کھایا یعنی ائمہ کو حسد کی نظر سے دیکھا اور حکم الٰہی کو نمانا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم و حوا نے کچھ حکم ماننے کا ارادہ اور اہتمام بھی نکیا۔ یعنی خدا کے حکم کی بھی پروا نکی جیسا کہ ان لفظون سے ثابت ہوتا ہے کہ "نیافت حق تعالی از و در ین باب عزم و اہتمامی"۔ شاید کسیکے خیال مین

یہ آوے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو بھول گئے اور نسیان کی حالت مین خلاف حکم آلہی کر بیٹھے۔
جیسا کہ بعض مفسرین امامیہ نے لکھا ہے کہ نسیان کی حالت مین حضرت آدم مرتکب اس فعل کے ہوے
اسلیے کہ بسند معتبر جو حضرت امام محمد باقر ع سے منقول ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو
نہ بھولے تھے۔ اور باوجود حکم خدا کے وہ مرتکب منہی عنہ کے ہوے۔ کما یقول المجلسی فی
حیات القلوب" بسند معتبر مرویست کہ از امام محمد باقر پرسیدند از تفسیر قول خدا
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کہ جمعے تفسیر کردہ اند کہ حضرت آدم فراموش کردنی خدا۔ حضرت فرمود
کہ فراموش نکرد وچگونہ فراموش کردہ بود وحال آنکہ در وقت وسوسہ کردن شیطان نہی خدا را بیان
وی گفت کہ خدا شمارا برای این نہی کردہ است کہ ملک نباشید ودر بہشت ہمیشہ نباشید پس نسیان در اینجا
بمعنے ترک ست یعنی ترک کرد امر خدا را"۔ اس سے ثابت ہوا کہ دیدہ و دانستہ آدم نے خدا کے حکم کو
نہ مانا اور باوجودیکہ شیطان نے خدا کے حکم کی یاد بھی دلائی مگر اونھون نے خیال نکیا اور کیونکر خیال
کرتے اسلیے کہ ائمہ کا مرتبہ دیکھکر العیاذ باللہ وہ جوش حسد کا ہوا تھا کہ وہ دین و دنیا سب بھول گئے تھے
اور اونکے درجے اور مرتبے کی تمنا اور خواہش نے اونکو نعوذ باللہ ایسا بے اختیار اور بے قابو کردیا
تھا کہ وہ کچھ اوسکا عزم اور اوسکا اہتمام بھی کرنا نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادق ع کی ایک حدیث
سے اسکا حال سنیے۔ کہ حب جاہ وتمنا سے درجہ آل محمد نے اونکو حسد کرنے پر مجبور کیا۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب
مین بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق کی ایک حدیث نقل کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالی
نے پیغمبر پاک اور باقی ائمہ کی روحونکو سب سے زیادہ بلند درجہ دیا اور اونکو تمام آسمان وزمین پر عرض کیا
اور کہا کہ یہ میرے دوست اور ولی اور خلق پر حجت ہین جو کوئی اونکے درجے کا دعوی کرے اوسپر ایسا
عذاب کرونگا کہ جو کسی در خلق پر نکیا ہوا اور مشرکین کے ساتھ اوسکو جہنم مین ڈالونگا اور جو اونکی ولایت اور امامت کا
اقرار کرے اوسکو اپنی بہشت مین جگہ دونگا پس اونکی ولایت ایک امانت ہے خلق پر پس تم سے کوئی سکو لیتا ہے

تمام آسمان اور زمین اور پہاڑون نے اوس سے انکار کیا اور اپنے پروردگار کی عظمت سے ڈرے جب خدا نے آدم وحوا کو بہشت مین جگہ دی اور اونھون نے پنجتن پاک اور دیگر ائمہ کے درجے کو دیکھا تو پوچھا کہ خدایا یہ درجہ کسکے لئے ہے۔ خدا نے فرمایا کہ ساق عرش پر نظر کر جب آدم وحوا نے عرش کیطرف دیکھا تو محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و ائمہ کے نام دیکھے تو بہت تعجب سے کہا کہ خدایا یہ تیرے بہت ہی محبوب ہین اور تیرے نزدیک بڑے ہی بزرگ اور شریف ہین۔ خدا نے فرمایا کہ حسد کی آنکھ سے انکو نہ دیکھنا۔ اور اونکے اس درجہ کی جو میرے نزدیک ہے آرزو نکرنا اور جو مرتبہ بزرگی اور کرامت کا مین نے انھین دیا ہے اوسکی تمنی نہونا اگر ایسا کیا تو میری نافرمانی کروگے اور ستمگار اور ظالمون مین داخل ہوگے۔ آدم وحوا نے پوچھا الٰہی کون ہین ستمگار اور ظالم۔ فرمایا کہ وہ جو اونکی منزلت کا ناحق دعوی کرین۔ تب آدم وحوا نے کہا کہ پروردگارا ان ظالمون کو جو جگہ تو نے جہنم مین دی ہے وہ بھی ہمین دکھا حق تعالی نے دوزخ کو حکم کیا اور جو کچھ انواع واقسام کے عذاب اور مصیبت ظالمون کے لئے مقرر کئے گئے وہ سب اوسپر دوزخ نے ظاہر کئے کہ پائین ترین درکات جہنم مین اونکی جگہ ہے اور وہ چاہتے ہین کہ جہنم سے نکلین مگر ہر بار جہنم اونکو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور ہر چند اونکے پوست پختہ وسوختہ ہو جاتے ہین پھر دوسرے پوست بدل دیے جاتے ہین تاکہ عذاب سے نجات نہ ملے۔ یہ سب دکھا کر اور یہ سب کچھ فرما کر خدا نے کہا کہ اے آدم وحوا میرے ان نوردن اور حبیبون کو یعنی پنجتن پاک اور اماموں کو حسد کی نظر سے نہ دیکھنا ورنہ اپنے جوار سے نکال دونگا اور تمکو خوار کرونگا۔ پس وسوسہ ولایا اونکو شیطان نے اور اونکی منزلت کی آرزو کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ آدم وحوا نے اونکو حسد کی آنکھ سے دیکھا اور اس سبب سے خدا نے اونکو اونپر چھوڑ دیا اور اپنی توفیق اور یاری اونسے اوٹھالی۔

یہی مختصر مضمون اوس حدیث طویل کا ہے جسے ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔ کہان ہے چشم بینا کہ اس حدیث کو دیکھے اور کہان ہے گوش شنوا جو اس روایت کو سنے۔ کہان ہے دل بینا کہ اوسکے

مضمون پر غور کرے کہ باوجودیکہ حق تعالی نے آدم وحوا کو بنجبن پاک اور ائمہ اطہار کی منزلت اور درجہ کی خواہش کرنیکے برے نتیجو نسے آگاہ کیا اور باوجودیکہ اوس مرتبے کے چاہنے والون اور اوس عزت کی آرزو کرنے والون کے لئے جو عذاب مقرر فرمائے ہین وہ سب اونکو دکھلا دیے اور کوی دقیقہ حجت اور کوی درجہ نصیحت کا فی نرکھا مگر آدم وحوا نے کچھ نسنا اور حسد کرنے سے باز نہ آے - اور باوجود ایسی روایت کے جس سے حضرت آدم وحوا کا ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ثابت ہوتا ہے جسکی سزا مشرکین کے ساتھ پائین ترین درکات جہنم مین جلنا تھا حضرات شیعہ دعوی کرتے ہین کہ انبیا معصوم اور گناہان صغیرہ وکبیرہ سے محفوظ ہین - اور نہ صرف ایسے دعوے پر قناعت کرتے ہین بلکہ فرماتے ہین کہ در باب عصمت انبیا آنچہ امامیہ مبالغہ مے دارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آنقدر ندارد - اگر عصمت اسی کا نام ہے اور وہ مبالغہ جو اونکی عصمت کے باب مین امامیہ کرتے ہین یہی ہے تو وہ ایسے دعوے مین سچے اور اپنے قول مین صادق ہین - خدا نکرے کہ ہیچارے سنی انبیا کی عصمت کے ایسے حامی ہون اور اونکی عصمت کے حمایت کے پردے مین اونکو ائمہ کا حاسد اور پائین ترین درکات جہنم کا مستحق ٹھہرائین -

ایک اور حدیث سنیے جس سے پوری تصدیق اور تائید آدم وحوا کے حسد کرنے کی ہوتی ہے اور جس سے تمام مختلف اقوال کا جو کہ بہ نسبت اوس درخت کے ہین جسے آدم نے کھایا آخری اور قطعی فیصلہ بقول امام ہوتا ہے - ملا باقر مجلسی حیات القلوب مین فرماتے ہین کہ بسند معتبر منقولست کہ ابو الصلت ہروی از امام رضا پرسید کہ یا ابن رسول اللہ مرا خبر دہ از ان درختی کہ آدم وحوا از ان درخت خوردند چہ درخت بود بدرستیکہ مردم اختلاف کردند بعضے روایت کردند کہ آن گندم بود بعضے روایت کردند کہ آن درخت حسد بود - فرمود کہ ہمہ حق ست ابو الصلت گفت چگونہ ہمہ حق ست باین ہمہ اختلاف - فرمود کہ اے ابو الصلت درخت بہشت انواع میوہا بر میدارد پس آن درخت گندم بود و ورا ان انگور ہم بود و آنہا مثل درختان دنیا نیستند و بدرستی کہ چون خدا گرامی داشت ملائکہ را و امر بسجدہ کردند او را داخل بہشت گردانید در خاطر خود

گذرانید کہ یا خلق کردہ است خدا بشر کہ بہتر از من یا بشد چون خداوند است کہ چہ در خاطر او گذشت ندا کرد او را کہ سر
بلند کن اے آدم و نظر کن بسوی ساق عرش من چون آدم سر بلند کرد و دید کہ در ساق عرش نوشتہ است
کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المؤمنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ
نساء العلمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ آدم گفت پروردگار
کیستند آنہا حق تعالی فرمود کہ انہا ذریت تو اند و ایشان بہتر اند از تو و از جمیع آفریدہ ہای من و اگر ایشان
نمی بودند نہ ترا خلق می کردم نہ بہشت و دوزخ و نہ آسمان و زمین پس زنہار نظر حسد بسوی ایشان
مکن کہ ترا از جوار خود بیرون کنم پس نظر کرد بسوی ایشان بدیدہ حسد و آرزوی منزلت ایشان کرد پس مسلط
شد شیطان بر او تا خورد از میوہ کہ او را ازان نہی کردہ بودند و مسلط شد بر حوا تا نظر کرد بسوی فاطمہ بدیدہ
حسد تا خورد ازان درخت چنانچہ آدم خورد پس خدا ایشان را از بہشت بیرون کرد و از جوار خود بزمین
فرستاد۔ اس حدیث کے جواب مین جناب قبلہ و کعبہ جو یہ فرماتے ہین کہ حسد یہان بمعنی غبطہ کے
ہے اور ایسا حسد مذموم نہین ہے مگر خود جناب والا اسے یقین نہین فرماتے اسی لئے فرماتے ہین
کہ "چرا جائز نباشد کہ حسد آدم ازین قبیل بودہ باشد و چگونہ چنین نباشد"۔ اور اگر حضرت کو یقین بھی ہو
کہ یہ تاویل درست ہے تو الفاظ حدیث کے اور اوسکا مضمون اوسکی تائید نہین کرتا۔ اور حسد حضرت
آدم کا غبطہ نہین سمجھا جا سکتا بلکہ وہی حسد ہے جو مذموم ہے اسلیے کہ اونکو حق تعالی نے ٹوکا یا تھا اور
ائمہ کی منزلت کی آرزو کرنے پر مورد عتاب بلکہ ظالمون اور ستمگارون مین محسوب ہونے کا
خوف دلایا تھا۔ مگر پھر بھی آدم نے حسد کیا اور اوسکی سزا پائی۔ کیا قبلہ و کعبہ نے اس وعید کو
خیال نہین فرمایا جو حق تعالی کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے فایاک ان تنظر الیھم
بعین الحسد فاخرجتک عن جواری والقیا فتدخل من ذلک فی تھیی
وعصیانی فتکون من الظلمین۔ اور کیا قبلہ و کعبہ نے اسکا بھی لحاظ نہین فرمایا کہ وہ گناہ جسکے کرنے پر

ایسی بھاری سزا کا خوف انکو دلایا گیا تھا اون سے سرزد ہوا اور اوسکی سزا اونھون نے پائی اور
جنت سے نکالے گئے جیسا کہ ان لفظون سے ثابت ہوتا ہے کہ فنظر الیھم بعین الحسد وتمنی
منزلتھم فسلط علیھم الشیطان وفنظر الیھم بعین الحسد فحذ لا الذلک
اگر اونکا حسد مباح اور غبطہ تھا تو خدا کا ظالم ہونا والعیاذ باللہ منہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فعل مباح پر جو آدم
سے سرزد ہوا اونکو اپنے جوار قرب سے جدا کرکے اور بہشت سے نکال کر اپنی وعید کو پورا کیا۔

اسکی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جسکی صحت کا کوئی انکار نہین کرسکتا اور جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ خدا نے آدم سے محمد و ائمہ اطہار کی ولایت کا عہد لینا چاہا مگر اونھون نے نہ کیا بلکہ اونکا ارادہ بھی
نہ تھا چنانچہ ابن بابویہ علل الشرائع کے باب اکیسو ایک مین تحریر فرماتے ہین العلۃ التی من اجلھا
سمی اولو العزم اولی العزم حدثنا ابی ہ عن سعد ابن عبد اللہ بن احمد بن محمد
بن عیسے بن علی بن الحکم عن مفضل بن صالح عن جابر بن یزید عن ابی جعفر فی قول اللہ
عزوجل ولقد عھدنا الی ادم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما قال عھد الیہ فی محمد
والائمۃ من بعدہ فترک ولم یکن لہ عزم فیھم انہ ھکذا وانما سمی اولو العزم لانھم عھد
الیھم محمد والاوصیاء من بعدہ والمھدی وسیرتہ فاجمع عزمھم ان ذلک کل والاقرار بہ
پس جبکہ اس قسم کی حدیثین انبیا علیہم السلام کی شان مین حضرات امامیہ کی معتبر کتابون مین موجود
ہین اور اسپر بھی وہ انبیا علیہم السلام کی عصمت کے معتقد ہین اور ان حدیثون کو غیر قطعی الصدور فرماتے
یا اونمین تاویل کرتے ہین تو یہ انصاف نہین ہے کہ ہمارے بیان کی اون چند بے سروپا حدیثون سے
استدلال کرین جنسے صحابہ کرام کی فضیلت مین فرق آتا ہو۔ اور کیون ہمارے جوابات اور تاویلات
کو جو بہ نسبت اونکے جوابات اور تاویلات کے زیادہ قوی اور زیادہ مدلل ہین ایسی حدیثون کے
متعلق تسلیم نکرین۔ مگر بات یہ ہے کہ حضرات امامیہ کو امامت کے مسئلے کی عظمت کے بڑھانے کے

خیال نے مجبور کیا کہ ایسی حدیثین بیان کرین جس سے امامت مثل نبوت کے سمجھی جاے خواہ اوس سے صحابہ کرام کافر ٹھہرین خواہ انبیا علیہم السلام مورد طعن و ملامت سمجھے جاوین۔

انبیا کے متعلق اور روایتون کا ذکر کرنا اس موقع پر مین چھوڑتا ہون اور خاندان اہل بیت پر جو کچھ اس مسئلۂ امامت کی بدولت الزام لگاے گئے ہین اونھین بطور نمونے کے بیان کرتا ہون۔ یہ بات معتقدات امامیہ مین سے ہے کہ جو کوئی مدعی یا منکر امامت ہے وہ کافر ہے۔ اگرچہ علوی یا فاطمی۔ فقط انکار امامت اوسکے کفر کے لئے کافی ہے۔ مگر تاریخ سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ امام حسین ع کی شہادت کے بعد بنی فاطمہ مین سے کوی امام ایسا نہین ہوا جسکے زمانہ مین اونکے بھائیون اور رشتہ دارون مین سے کسی نکسی نے امامت کا دعوی نکیا ہو۔ یا امامت کو کسی ایک پر منحصر سمجھا ہو۔ اور باہم امام کے اور مدعیان امامت کے کچھ نکچھ جھگڑا نہ ہو۔ چنانچہ شروع سے یعنی حضرت امام زین العابدین کے وقت سے اس بات کو ہم ثابت کرتے ہین۔ بعد شہادت امام حسین ع کے حضرت امام زین العابدین امام مانے جاتے ہین مگر محمد بن حنفیہ نے جو حضرت امام زین العابدین کے چچا تھے خود اپنے آپ کو مستحق امامت قرار دیا اور حضرت امام زین العابدین سے کہا کہ بہ نسبت تمھارے مین زیادہ تر استحقاق امامت کا رکھتا ہون تم مجھ سے اس باب مین جھگڑا نکرو۔ اور مجھے وصی اور امام سمجھو۔ اس قصے کو جو باہم محمد بن حنفیہ اور امام زین العابدین صاحب کے ہوا کتاب الحجۃ اصول کافی مین اس طور پر بیان کیا ہے عن ابی جعفر قال لما قتل الحسین ارسل محمد بن الحنفیۃ الی علی بن الحسین ع فخلا به فقال له یا ابن اخی قد علمت ان رسول الله صلی الله علیه وآله دفع الوصیۃ والامامۃ من بعده الی امیر المؤمنین ع ثم الی الحسن ثم الی الحسین ع وقد قتل ابوك رض ووصی علی روحه ولم یوص وانا عمك وصنو ابیك وولادتی من علی ع فی سنی قدیمی

احق بها منك فی حداثتك فلا تنازعنی فی الوصیة والامامة ولا تحاجنی

یعنی امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ جب امام حسینؑ مقتول ہوچکے تو محمد بن حنفیہ نے ایک شخص کو بھیجکر امام زین العابدین کو بلوایا اور اونسے خلوت مین یہ گفتگو کی کہ اے برادرزادہ من تمکو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت و امامت کو اپنے بعد امیرالمومنین کو دیا تھا اور آپکے بعد امام حسن کو اور اونکے بعد امام حسین کو - اور اب تمھارے باپ مقتول ہوے خدا اونسے راضی ہوا اور اونکی روح پر رحمت بھیجے اور اونھون نے کسی شخص خاص کو وصیت نفرمای مین تمھارا چچا ہون اور تمھارے باپ کی برابر ہون اور میرا پیدا ہونا بھی علےؑ سے ہے پس بسبب میرے سن و سال اور اون امور کے جو مجھ سے پیشتر ہوے ہین جیسے جنگ جمل و جنگ صفین مین شجاعتین اور تجربہ کاری کے مین تمسے بوجہ تمھاری نئی عمر ہونیکے امامت کے لئے اولی ہون تو تم مجھ سے وصی و امام ہونے مین مباحثہ مت کرو - فقال له علی بن الحسینؑ یا عم اتق الله ولا تدع ما لیس لك بحق انی اعظك ان تكون من الجاهلین ان ابی یا عم صلوات الله علیه اوصی الی قبل ان یتوجه الی العراق وعهد الی قبل ان یستشهد بساعة وهذا سلاح رسول الله صلی الله علیه وآله عندی فلا تتعرض لهذا فانی اخاف علیك نقص العمر وتشتت الحال ان الله جعل الوصیة والامامة فی عقب الحسینؑ فاذا اردت ان تعلم ذلك فانطلق بنا الی الحجر الاسود حتی نتحاكموا الیه ونساله عن ذلك قال ابو جعفرؑ وكان الكلام بینهما بمكة

یعنی اونسے علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے چچا خدا کے عذاب سے ڈرو اور اپنے لئے دعوی ایسی چیز کا مت کرو جسکا تمھین حق نہین ہے مین تمکو نصیحت کرتا ہون کہ تم منجملہ جاہلون کے ہو - اے میرے چچا میرے باپ صلوات اللہ علیہ نے مجکو بہلے کوفے کے جانے سے وصیت کی تھی - (یہ اشارہ ہے ام سلمہؓ کو کتب سپرد کرنے اور سفارش کرنے کا چنانچہ باب سرٹھ مین گذر چکا)

اور اس وصیت مین مجھ سے سفارش اور تاکید قبل ایک ساعت راہ خدا مین مقتول ہونے کے کی۔
اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلاح میرے پاس ہین جو انکی نشانی ہے پس تم اس امر کیطرف توجہ
مت کرو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالی تمھاری عمر مین کوتاہی کرے اور تمھاری حالت کو آخرت مین یا دنیا
مین بوجہ مسائل مشکل کے جواب سے عاجز رہنے کے پریشان کرے۔ اللہ تعالی نے وصی اور امام ہونا اولاد
حسینؑ مین رکھا ہے یہ اشارہ آیہ اولوالارحام سورہ احزاب کیطرف ہے جسکا بیان حدیث دوم باب
چونسٹھ مین ہوچکا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمکو اطمینان ہوجاے تو ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس چلو تاکہ
ہم اوسکے سامنے اپنا قصہ بیان کرین اور جو کچھ تم نزاع کرتے ہو اوسکا سوال اوس سے کرین امام
محمد باقرؑ کہتے ہین کہ یہ گفتگو ان دونو مین مکہ مین ہوئی تھی فانطلقا حتی اتیا الحجر الاسود فقال
علی بن الحسینؑ لمحمد بن الحنفیة ابدأ انت فابتهل الی الله عز وجل فسأله ان
ینطق لك الحجر فابتهل محمد فی الدعاء وسأل الله ثم دعا الحجر فلم یجبه فقال علی
بن الحسین یا عم لو کنت وصیا واماما لاجابك قال له محمد فادع الله انت یا ابن اخی
وسأله فدعا الله علی بن الحسین لما اراد ثم قال اسألك بالذی جعل فیك میثاق الانبیاء
ومیثاق الاوصیاء ومیثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی والامام بعد الحسین
بن علیؑ قال فتحرك الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعه ثم انطقه الله بلسان عربی
مبین فقال اللهم ان الوصیة والامامة بعد الحسین بن علی و فاطمة بنت
رسول الله صلی الله علیه وآله لك قال فانصرف محمد بن علی وهو یتولی علی بن الحسینؑ
یعنی دونو صاحب چلکر حجر اسود کے پاس گئے (ظاہر یہ ہے کہ یہ معاملہ رات کو ہوا ہوگا تاکہ
مخالف مطلع نہون) اور بعض کا محمد بن حنفیہ کیطرف سے یہ عذر کرنا کہ یہ معارضہ حق ظاہر ہونے کے
لئے تھا کچھ ٹھیک نہین بقرینہ اسکے کہ اونھون نے خلوت مین بھی معارضہ کیا تھا چنانچہ پہلے

بیان ہوا۔ پس علی بن الحسین نے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ تم ابتدا کرو کہ دعوی بزرگتری کرتے ہو خدا کے سامنے تضرع کرو اور اوس سے یہ درخواست کرو کہ تمھارے لئے حجر کو گویا کرے۔ پھر حجر سے دریافت کرنا۔ محمد بن حنفیہ نے دعا میں تضرع کرکے خدا تعالی سے اپنے مطلب کی استدعا کی اسکے بعد حجر کو پکارا اور اوس نے کچھ جواب نہ دیا۔ علی بن حسین نے کہا کہ اے چچا اگر تم وصی امام ہوتے تو تمکو یہ جواب دیتا۔ محمد بن حنفیہ نے اونسے کہا کہ اے بھتیجے تم بھی جاؤ اسسے دعا کرو اور اس سے سوال کرو۔ پھر علی بن حسین نے بوجہا خدا سے دعا کی اور حجر سے کہا کہ میں تجکو اوس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جسنے تجھ میں رسولوں کے پیمان رکھے ہیں جنھوں نے نبوت کے بعد رسالت کو پایا کہ اگر استطاعت رکھیں گے تو ہر سال تیرے پاس آئیں گے تاکہ لوگ مسائل دین کو اونسے لیں اور پیروی ظن کی نہ کریں۔ اور بعد انبیا کے اونکے اوصیا کے پیمان تجھ میں رکھے کہ اگر استطاعت رکھیں تو تیرے پاس ہر سال آویں۔ اور پیمان مردم کو تجھ میں رکھا ہے کہ جب کبھی طول العمر میں استطاعت ہو تو ایکبار تیرے پاس آویں اور مسائل دین کو حاصل کریں اور جو لوگ نہ آسکے ہوں اونکو خبر دیں۔ تاکہ کوئی احکام الٰہی میں پیروی ظن نکرے۔ تو کچھ اور کام مت کر بلکہ یہ کہ ہمکو بتلا کہ بعد حسین بن علی کے وصی و امام کون ہے۔ امام باقر کہتے ہیں کہ حجر نے حرکت کی اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے نکل پڑے۔ بعد اسکے اوسکو اللہ تعالی نے زبان عربی فصیح میں اس طرح گویا کیا کہ وصی اور امام بعد حسین بن علی و پسر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے تمھارے لئے ہے۔ امام باقر کہتے ہیں کہ پھر محمد بن علی چلے آئے اور علی بن حسین کو اپنا امام سمجھتے رہے۔

اس حدیث سے اور کچھ نہیں تو یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ محمد بن حنفیہ نے امامت کا دعوی کیا تھا اور مجرد دعوی کرنا اونکی تکفیر کے لئے کافی ہے۔ اگر بعد اسکے اونھوں نے امام زین العابدین کو امام سمجھا تو گویا وہ کفر سے تائب ہوے مگر تھوڑے دن تک اونکے مرتد رہنے میں تو شک و شبہہ نہیں۔

اب زید شہید کا حال سنئے۔ کتاب الحجۃ اصول کافی مسمی بالصافی تصنیف ملا خلیل مطبوعہ نول کشور صفحہ ۳۱۱ میں

ابو جعفر محمد بن نعمان احول بیان کرتے ہین کہ حضرت زید بن علی بن الحسین نے اونھین بلایا۔ اور اوسوقت
حضرت زید چھپے ہوے تھے۔ مین اونکے پاس گیا تب حضرت نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی ہم مین سے خروج کرے
تو تم اوسکے ساتھ خروج کروگے مین نے کہا کہ اگر تمھارے باپ یعنی حضرت امام زین العابدین یا تمھارے
بھائی امام محمد باقر خروج کرین تو مین اونکا ساتھ دونگا تب زید شہید نے فرمایا کہ مین ہشام بن عبد الملک
خلیفہ بنی امیہ پر خروج کرنا چاہتا ہون تم میرا ساتھ دو۔ مین نے جواب دیا کہ مین تمھارا ساتھ نہین
دے سکتا۔ اور اوسکا سبب یہ ہے کہ اگر دنیا مین امام معصوم مفترض الطاعۃ موجود ہے تو جو
شخص کہ تمھارا ساتھ نہ دے ناجی ہے اور جو تمھارے ساتھ خروج کرے وہ ہلاک ہونے والون مین سے
ہے۔ ملا خلیل اس حدیث کی شرح مین فرماتے ہین کہ بنا بر این شق ظاہر ست فسق زید و تا بعان او در ان
خروج کہ مبنی ست بر مذہب ظاہر الفساد او کہ با فاطمی بودن اجتہاد و خروج بسیف را شرط امامت مے شمرد
غرضکہ اس سے حضرت زید شہید کا فاسق ہونا اور اونکا ہشام بن عبد الملک پر خروج کرنا حضرات
شیعہ کے پیشواؤن کے نزدیک ایسا گناہ تھا کہ وہ خود ہلاک ہونے والون مین داخل ہین اور
جس کسی نے اونکا ساتھ دیا اور جو لوگ اونکے ساتھ شہید ہوے وہ از روے مذہب اہل تشیع کے
اور بموجب اس روایت کے گنہگار اور ہلاک ہونے والون مین سمجھے جاتے ہین۔ اور اسکا سبب صرف یہی ہے
کہ حضرت زید نے خروج کیا اور امامت کا دعوی فرمایا اور وہ درحقیقت امام معصوم مفترض الطاعۃ
نہ تھے اور اونکا مذہب بھی از روے اصول اہل تشیع کے فاسد تھا کہ وہ صرف فاطمی ہونا امامت کی
شرط نہ جانتے تھے بلکہ اسکے ساتھ اجتہاد اور جہاد کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ غرضکہ سمجھ مین نہین آتا کہ
حضرات شیعہ حضرت امام زین العابدین کے اوس فرزند کو جسنے بنی امیہ پر خروج کیا اور جسنے شہادت
کا درجہ پایا کس مونہہ سے فاسق اور بوجہ دعوی امامت کے کافر سمجھتے ہین اور امامت کے اصول کو
بہ نسبت زید شہید کے زیادہ سمجھنے کا دعوی کرتے ہین۔ اگر درحقیقت امامت کی شرائط اور اوسکے اصول

وہ ہین جو حضرات شیعہ مانتے ہین تو اس بات کو تسلیم کرنا ضرور ہے کہ یہ وہ شرائط ہین جسکو حضرت زید شہید نہین سمجھے تھے۔ اور یہ وہ اصول ہین جو حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند زید کو نہین بتائے تھے اور اسی لئے اصول کا جواب سنکر حضرت زید شہید متعجب ہوے اور کہنے لگے کہ اے ابو جعفر میرے باپکو مجھ سے ایسی محبت تھی کہ مین اونکے ساتھ کھانے پر بیٹھتا تو وہ گرم لقمے کو ٹھنڈا کرکے مجھے کھلاتے تاکہ گرم لقمے سے مجھے تکلیف نہو۔ تو کیا مجھے وہ دوزخکی آگ سے نڈراتے اور جن چیزون مین آخرت کی نجات ہے اوسکی تجھے خبر کرتے اور مجھ سے نکہتے۔ گویا اس کہنے سے حضرت زید شہید نے اصول کی تکذیب کی اور ان اصول کو امامت کے جسے شیعہ مانتے ہین باطل ٹھہرایا۔ اب ذرا اصول کا جواب سنیے۔ کہ وہ زید شہید کے جواب مین فرماتے ہین کہ اس لئے آپکے باپنے آپکو خبر نہین دی کہ اونھون نے خوف کیا ہوگا کہ اگر تم اونکی بات کو نہ مانوگے تو داخل جہنم ہوگے۔ اور مجھ سے کہا کہ اگر مین اوسے نہ مانون تو اونکو میرے دوزخمین جانے کی کیا پروا ہے اس روایت کو کافی کی جو معتبرین کتب احادیث شیعہ سے ہے اور جسکا درجہ صحت کا خدا کی کتاب سے کم نہین دیکھکر ہر شخص متعجب ہوگا کہ امام نے اپنے ایک بیٹے کو تو امام بنایا اور اپنا وصی کیا اور اوسکو معصوم اور مفترض الطاعۃ قرار دیا اور غیرو کو اوسکی طاعت کی ترغیب دی اور امامت کے اصول سمجھاے۔ اور دوسرے بیٹے کو نہ صرف ان چیزون سے محروم رکھا اور وراثت سے خارج کیا بلکہ امامت کی حقیقت بھی نہ بتائی۔ اور نہ جسکو وصی قرار دیا تھا اور جو اونکے بعد امام ہونیوالا تھا اوسکی کیفیت سے آگاہ کیا بلکہ اونکو غفلت مین رکھا اور گمراہی کی راہ پر چلنے کے لئے کوئی روک نہ رکھی جسکے سبب سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کے حقوق کو نہ پہچانا اوسکے حقوق کا خیال نہ رکھا بلکہ خود اوسکا مدعی ہوا۔ اور امامت کا دعوی کرکے نہ صرف انکار امامت کی وجہ سے بلکہ امامت کے دعوے کے سبب کافر اور مخلد فی النار ہونیکا مستحق ٹھہرا۔ اور باوجود اسکے کہ ایسی روایتون کی تصدیق کرتے ہین اور ان اصولون کو مانتے ہین اور ائمہ کے حقیقی بھائیونکو اصول امامت سے

بے خبر سمجھتے ہین اور امام کو اپنے بیٹون سے بھی گویا ایک نوع تقیہ باز قرار دیتے ہین - اور پھر صحابہ پر صرف
خلافت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہین اور اونکو منکر نص امامت کہتے ہین - جبکہ حضرت امام زین العابدین نے
اپنے فرزند دلبند نور نظر پارۂ جگر زید شہید کو امامت کی حقیقت نہ بتائی اور اوسکے اصول نہ سمجھائے
اور اونکے بعد جو امام ہونے والا تھا اوسکی اطاعت کے لئے ہدایت نفرمائی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اونھون نے
امامت کا دعوی کیا اور خروج فرمایا اور شہید ہوے جسکو موافق اصول شیعون کے کہنا چاہیے کہ ہلاک
ہوے یا خودکشی کی - تو ایسے فرقے سے کیا تعجب ہے کہ وہ صحابہ کو انکار خلافت کیوجہ سے کافر اور مرتد کہین
کوی خیال نہ کرے کہ یہ اعتقاد صرف ابو جعفر احول کا تھا اور اوسی کے نزدیک حضرت زید شہید فاسق تھے
بلکہ یہی خیال حضرت امام جعفر صادق ع کا تھا - اسلیے کہ جب احول نے حضرت زید شہید سے ملنے اور اس
طور سے گفتگو کرنے کا ذکر امام جعفر صادق ع سے کیا تو اونھون نے اوسکی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ تمنے
خوب ہی زید کو پکڑا اور آگے اور پیچھے اور اوپر اور نیچے کہین بھی کوئی راہ اونکے نکلنے کی نچھوڑے - اس سے
صاف ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق کے نزدیک بھی زید شہید کا خروج نا جائز تھا اور اونکے ساتھی ہالک
اور مستحق دوزخ تھے - نعوذ باللہ من ذالک - جیسا کہ شرح اصول کافی مسمی بہ صافی کی کتاب الحجۃ مین ملا
خلیل کافی کی حدیث کے ترجمے مین فرماتے ہین کہ احول کہتے ہین کہ پس حج کردم پس حکایت کردم
امام جعفر صادق ع را بسخن زید و آنچہ گفتہ اورا - پس گفت مرا گرفتی اورا از پیش او و از پس او و از جانب دست
راست او و از جانب دست چپ او و از بالای سر او و از زیر قدمہای او و وانگذاشتی برای او راہی کہ بآن راہ رود -
یہ گفتگو جو درمیان احول اور حضرت زید شہید کے ہوی یہ اوس زمانہ کی ہے جبکہ اونکے والد بزرگوار
حضرت امام زین العابدین اور اونکے بھائی امام محمد باقر وفات پا چکے تھے اور امام جعفر صادق اونکے
بھتیجے امامت پر تھے - اس لئے کہ ملا خلیل کافی مین کہتے ہین کہ احول ذکر امام محمد جعفر صادق ع نکرد و بفرض
پدر و برادر اکتفا کرد برای تقیہ و خوف افشا چہ برادر رفتہ گرفتگیرے نیست و خروج زید در صدد بست و یکمی

بودہ - وانتقال امام محمد باقرؑ از دار دنیا در صدد چہاردہ ہجری بودہ - اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کی امامت کے منکر تھے لیکن ایک دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کے بھی امامت کے منکر تھے - اور نہ صرف منکر تھے بلکہ جو شرائط امام مین اونکے نزدیک ہونی چاہیین وہ اونمین نہ تھین - اور اس امر کو کچھ اونھون نے پوشیدہ نہ رکھا تھا بلکہ خود امام باقرؑ نے خفا ہو ہوکر اونکا امامت کی قابلیت نہ رکھنا اونکے مونہہ پر کہدیا تھا - جیساکہ کافی مین لکھا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کے پاس آئے اور اونکے پاس چند خطوط کوفیون کے تھے - جسمین لکھا تھا کہ آپ کوفہ کو آئیے - آپ کے لئے لشکر جمع ہے اور بنی امیہ پر خروج کیجیے - حضرت امام باقرؑ نے کہا کہ یہ خطوط ابتدا مین کوفیون کیطرف سے ہمارے حق کی پہچان کے اور ہماری قرابت کے جو رسول اللہ سے ہے اور ہماری دوستی اور اطاعت کے فرض ہونیکی جیساکہ وہ خدا کی کتاب مین پاتے ہین - پھر یہ بھی امام باقرؑ نے فرمایا کہ امام مفترض الطاعۃ ایک ہی ہوتا ہے تمام رشتہ دارون مین سے پیغمبر کے - اور خدا تعالی صبر و تقیے کا حکم دیتا ہے اونکو اوس زمانہ مین جبکہ ظالمون کا تسلط ہو - اور امام حسینؑ کے بعد سے تا مہدی آخر الزمان تمام امام مامور بصبر ہین - اور خدا نے اوسکے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے - اور مہدی موعودؑ کے زمانہ تک صبر لازم ہے - پس باید کہ سبک عقل نکند البتہ تر آن جمعیکہ یقین بربوبیت رب العالمین ندارند و بدرستی کہ ایشان اصلا فائدہ نمی رسانند در دفع از تو عذابی از جانب اللہ تعالی کہ در قیامت باشد برای اینکہ اگر امام نبودی چرا خروج کردی پس پیش از وقت کاری ممکن و پیش گیری مکن در حکم بچیزی اللہ تعالی را کہ عاجز کند ترا محنت پس بپندار از دست ترا - اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام باقرؑ حضرت زید کے ارادے کو نہ صرف برا سمجھتے تھے بلکہ اوسے عذاب آخرت جانتے تھے - اور امام نہونیکی حالت مین اونکے خروج کو قیامت کے دن مستحق ذلت اور سزا سمجھتے تھے - اور نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ اونھون نے صاف صاف اپنے بھائی زید سے کہہ بھی دیا - یہ سنکر حضرت زید غضبناک ہوے اور اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ تم امام نہین ہو

بلکہ مین امام ہون کیونکہ تلوار لیکر خروج کرنا امامت کی شرطونمین سے ایک شرط ہے جو مجھ مین ہے تم مین
اور امام وہ نہین ہے جو گھر مین بیٹھا رہے اور اپنے اوپر پردے لٹکائے رکھے اور جہاد سے بچتا رہے۔
بلکہ امام وہ ہے کہ جو اپنے ملک کو ضرر سے بچاوے اور خدا کی راہ مین جہاد کرے۔ چنانچہ الفاظ کافی یہ ہین
فغضب زید عند ذلک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیته وارخی
ستره وتبطأ عن الجهاد ولکن الامام من منع حوضه وجاهد فی سبیل الله حق جهاده
ورفع عن رعیته وذب عن حریمها اور بالا خلیل جو اسکی شرح مین فرماتے ہین اوسکے یہ الفاظ ہین پس غضبناک
شد زید نزد آن۔ ایما بانکہ تو امام منی ومن امام بعد ازان برائے آنکہ خروج بسیف یکی از شروط امامت
آن در من نیست نہ در تو گفت نیست امام از جملہ ما اہل بیت رسول کسیکہ نشستہ خانۂ خود و آویخت پردۂ
خود را و کارہ شد از جہاد و امر بترک جہاد کرد ولیکن امام از ما کسی ہست کہ نگہداری کرد از ضرر مملکت خود را
وجہاد کرد در راہ اللہ تعالی ودفع کرد ضرر را از رعیت خود و راند ضرر را از نگاہداشتن خود۔ پس امام باقرؑ نے
فرمایا کہ اے میرے بھائی تم اپنے علم یقینی سے کیا اس بات کو جانتے ہو کہ تم مین امامت کے وہ خواص
ہین جسکو تمنے اپنے نفس سے منسوب کیا ہے۔ اگر ہے تو خدا کی کتاب یا سنت پیغمبر سے اوسکو پیش کرو
یا پچھلے زمانہ مین کوئی امام ایسا گذرا ہو کہ اوسکی صفات تمھارے موافق ہون اور یہ کہ جب تک تلوار
لیکر اوس نے خروج نکیا ہو تو وہ امام نہو۔ اور اوس حالت مین زمانہ امام سے خالی رہا ہو۔ اگر خروج بالسیف
امامت کے لئے ضروری ہے تو لازم آتا ہے کہ امام زین العابدین امام نہون یا اہل رسالت نہین کیونکہ
پیغمبر خدا امور بجہاد نہ تھے اور غارین پوشیدہ ہوے تھے رسول نہون۔ چنانچہ اصل عبارت شرح
کافی یہ ہے۔ پس گفت امام محمد باقرؑ ایا می شناسی بعلم یقینی ای برادر من از خود ت چیزے را کہ بسبب
دادی نفس خود را بوی آنکہ خواص امام باشد پس آوری برای چیز گواہی یقینی را از کتاب اللہ تعالی یا بر بات
یقینی را از سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یا زنی بآن چیز مثل کہ اللہ تعالی دارایم گذشتہ کسی را امام کرد و با شد

کہ صفات او موافق صفات تو باشد مثل آنکہ جہل باحکام الٰہی داشتہ باشند و اجتہاد کنند۔ مثل اینکہ باد امیکہ
خروج بسیف نکردہ باشد امام نباشد و زمانہ خالی از امام باشد و چون خروج کند امام شود پس لازم آید کہ
بعضے بنی العباس امام نباشد و ایضاً رسول علیہ السلام در اوائل رسالت مامور بجہاد نبود و در غار پنہان شد
امام نباشد۔ و ایضاً مملکت امام کل روی زمین است و جہاد کل از رسول واقع نشد و امثال اینہا در انبیای
سابق و اوصیای ایشان بسیار است چہ بدرستیکہ اللہ تعالیٰ حلال کردہ جنس حلال را و حرام کردہ جنس حرام
را و در محکمات کتاب خود لازم کردہ لازمی چند را و زدودہ ملزوم چند را برای ائمہ حق و ائمہ باطل و طریقت خود
کردہ در ائمہ حق و باطل طریقتی چند را و نگذرانیدہ امامی را کہ ایستادہ است با مارت اللہ تعالیٰ در شبہہ
در اینچہ نہی از اختلاف و پیروی ظن ہست چہ دران صریح ست در اینکہ مجتہد امام نیست تا مبادا کہ
سبقت گیرد بر اللہ تعالیٰ بکارے پیش ازان جاے تا آن کار باجتہاد کند در راہ او پیش از حلول
اجل آن جہاد۔ انتہی شرح اصول کافی صفحہ ۴۴۹ و ۴۵۰۔

پھر ابوذر اور بہت سی باتوں کے اور بہت سی نصیحتوں کے حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ کیا تم
ابوبکر و عمر و عثمان کے طریقوں کی تجدید کرنا چاہتے ہو۔ جنھوں نے رسول خدا کی مخالفت کی
اور اپنی رائی اور اجتہاد کے تابع ہوے اور خلافت کا دعوی کیا بغیر اسکے کہ اونکے پاس
کوئی دلیل خدا کی جانب سے یا کوئی وصیت رسول کی طرف سے ہوتی۔ اور پھر فرمایا کہ اے میرے بھائی
میں خدا سے تجھے پناہ دلاتا ہوں کہ تو کنانہ میں سولی دیا جاے چنانچہ اصل عبارت کافی کی یہ ہے۔

اتریدیا اخی ان تحیی ملة قوم قد کفروا بایات اللہ وعصوا رسوله واتبعوا
اهواءهم بغیر هدی من اللہ وادعوا الخلافة بلا برهان من اللہ ولا هدی
من رسوله اعیذک باللہ یا اخی ان تکون هذا المصلوب بالکناسة ثم
ارفضت عیناه وسالت دموعه ثم قال اللہ بیننا وبین من هتک سترنا

وجحدنا حقنا واقشی سترنا ونسبتنا الی غیر جدنا وقال فینا مالم نقله فی انفسنا

اور اسکا ترجمہ ملا خلیل صاحب یہ فرماتے ہین۔ ایامی خواہی کہ تجدید کنی طریقت جمعی را کہ منکر شدند آیات محکمات اللہ تعالی راکہ در انہا نہی از اختلاف و پیروی ظن ہست مراد ابوبکر و عمر و عثمان و سائر آئمہ ضلالت ست کہ مخالفت کردند رسول او را و تابع شدند رایہای و اجتہادات خود را بی راہنمائی از جانب اللہ تعالی و دعوی کردند خلافت رسول را بی برہانی از جانب اللہ تعالی و نہ وصیتی از جانب رسول او پناہ میدہم ترا باللہ تعالی ای برادرم از نیکہ واقع در روزگار امام محمد باقر نمے شود چہ در روزگار امامت امام جعفر صادق شد بعد ازان اشک از دیدہ امام محمد باقر جاری شد اشکہای او بعد ازان گفت اللہ تعالی قاضی ست میان ما و میان جمعی کہ دریدند پردہ ما را۔ بیان شرک ائمہ ضلالت و جمیکہ بر راہ ایشان می روند باشد و منکر دانستہ شدند حق ما را کہ اطاعت باشد خواہ در امر بصبر و تقیہ و خواہ در غیر آن و فاش کردند راز ما را کہ دعوی امامت باشد و نسبت دادند ما را بغیر مرتبہ بزرگی ما بمعنی کہ باعث این شد کہ در سال صد و چہل ہجری اظہار دولت حق نشود چنانچہ مے آید در حدیث اول باب ہشتاد و یکم و گفتند در ما چیزے را کہ نگفتیم در خود اشارت باین ست کہ خیال ایشان این ست کہ ما با وجود افشای سر ارادہ خروج داریم و این باعث آزار ما می شود و حال آنکہ ما ارادہ آن نداریم تا وقت ظہور مہدی موعود۔

یعنی یہ کہکر امام باقر ع کی آنکھون سے پانی جاری ہونے لگا اور فرمانے لگے کہ خدا فیصلہ کرنیوالا ہے ہمارے درمیان اور اون لوگون کے جنھون نے ہماری پردہ دری کی اور اون لوگون کے کہ جو اونکی راہ پر چلتے ہین اور ہمارے حق و اطاعت جو اونپر فرض ہے اوسکے منکر ہین۔ یا صبر و تقیہ جسکا حکم ہے اسکے سبب سے ہمپر انکار کرتے ہین۔ اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت اس بات کا ہوگا کہ حضرت زید شہید مدعی امامت تھے۔ اور امام باقر کی امامت سے منکر۔ اور امام باقر اپنے بھائی زید کو دعوی امامت اور خروج بالسیف کے سبب سے قیامت کے دن مستحق عذاب الہی جانتے تھے اور اونھین

ابوبکر و عمر و عثمان کے طریقون کے تجدید کرنے والا اور منجملہ ائمہ ضلالت سمجھتے تھے۔

اب یہ امر دیکھنا ہے کہ حضرات علما امامیہ حضرت زید شہید کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہین اور اس دعوی امامت کی نسبت جو اونھون نے کیا تھا کیا فرماتے ہین۔ اور باوجود اس دعوے کے اونکو فسق اور کفر سے کیونکر بچاتے ہین۔ اوسکی کیفیت یہ ہے کہ عموماً اعتقاد حضرات شیعہ کا نسبت حضرت زید شہید کے اچھا ہے اور اونکو بعد حضرت امام محمد باقر کے افضل اور صاحب ورع و عبادت سمجھتے ہین اور دعوی امامت کی نسبت فرماتے ہین کہ اونھون نے اپنے لئے نہین کیا بلکہ وہ اپنے بھائی امام محمد باقر ہی کو امام سمجھتے تھے۔ اور اونکا خروج اپنی امامت کے لئے نہ تھا بلکہ اوس سے سبب ہی دوسرا تھا۔ جناب مولینا مولوی دلدار علی صاحب مرحوم تحفہ اثنا عشریہ کے جواب مین جسمین زید شہید کے دعوی امامت کا ذکر ہے فرماتے ہین۔ کہ شیخ مفید در ارشاد خود می فرماید کہ زید بن علی بعد امام محمد باقر افضل برادران و صاحب ورع و عبادت و فقاہت بودہ و بسخاوت و شجاعت موصوف۔ و خروج بشمشیر نمودہ و امر بمعروف و نہی از منکر می کرد و طلب خون جناب سید الشہدا می نمود۔ و بسیارے از شیعیان اعتقاد بامامت او داشتند و منشا این اعتقاد آنہا این بود کہ چون دیدند کہ او خروج بشمشیر نمود و دعوی میکرد بطرف الرضا من آل محمد گمان کردند کہ مراد او ازین صرف نفس خود ش ست و چنین نبود چہ او عارف بود بانکہ منصب امامت حق برادر بزرگوار او جناب امام محمد باقر ست و او وصیت کردہ بود در آخر وقت بحضرت صادق۔ و سبب خروج او این بود کہ روزے پیش ہشام بن عبد الملک کہ خلیفہ وقت بود در وقت خلیفہ امر نمود باہل شام کہ در مجلس او حاضر بودند کہ جنان در مجلس تنگی نمایند کہ زید تا پیش خلیفہ نرسد زید گفت کہ ہیچ یک از بندگان خدا فوق این نیست کہ وصیت بتقوی نماید و من ترا وصیت می کنم بہ پرہیزگاری۔ ہشام گفت کہ تو خود را از اہل خلافت می پنداری و حالانکہ تو از ام ولدی۔ زید گفت مادر جناب حضرت اسمعیل ام ولد بود و باین حال کہ مرتبہ نبوت نزد یک خدا فوق ترازمرتبہ خلافت ست۔ و چون ہشام زید را از لشکر خود بیرون کرد زید در

کوفہ آمدہ خروج نمود و مردان بسیار با و بیعت کردند و آخر الامر بیعت نمودند و او شہید شد و چون خبر
شہادت او بجناب صادق رسید بسیار غمگین و ملول گردید و کسانیکہ بازید شہید شدہ بودند مرکب بسیار بوزنہ آنہا
حضرت صادق از مال خود تقسیم نمود۔ انتہی و چون عبد الکاذب الغادر میان ہشام بن احکم و
ہشام بن عبد الملک امتیاز نمودہ این مناظرہ را بر مناظرہ امامت رجعا بالغیب حمل نمودہ انتہی۔
اگرچہ جناب قبلہ و کعبہ نے حضرت زید شہید کو کفر سے بچانے کے لئے بہت کوشش کی مگر وہ
اس بات کے ثابت کرنے میں کامیاب نہوئے کہ حضرت زید شہید نے امامت کا دعوی نکیا
تھا۔ اور نہ اس امر کے ثبوت پیش کرنے میں کہ حضرت زید شہید امام محمد باقر کو امام سمجھتے تھے۔ بلکہ
بعد دیکھنے ان روایتوں کے جو ہمنے اصول کافی سے اوپر نقل کین میں قبلہ و کعبہ کی تحریر پر
مقصود الغریق یتشبث بکل حشیش صادق آتا ہے۔ اور حضرت زید شہید کا باوجود
ثابت ہونے دعوی و شہادت پر منکر امامت سمجھنا ایک ایسا قول ہے جو اوس تاریخی واقعات سے
جو پایہ ثبوت پر پہونچے ہوئے ہین مطابق نہین ہو سکتا۔ اور اگر زید شہید کیا نعوذ باللہ کوئی سا
امام ہی سکتا اولاد نے اپنے لئے امامت کا دعوی نہین کیا۔ چنانچہ زید شہید کے بعد اون کے
بیٹے یحیی نے اور امام موسی کاظم کے بعد اونکے فرزند ابراہیم و عباس نے اور حسن ابن حسن علی
اور اونکے بیٹے عبد اللہ اور اونکے فرزند محمد ملقب بہ نفس زکیہ و ابراہیم بن عبد اللہ اور زکریا
ابن محمد باقر اور محمد بن عبد اللہ بن حسین بن حسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحیی بن عمر
و غیرہ نے اولاد مین سے ائمہ کرام کے امامت کا دعوی کیا اور اکثر نے خروج فرمایا اور شہید ہوئے
کہان تاریخی واقعات کی تکذیب ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلہ کی وجہ سے
پڑا اور جسکے سبب سے شیعون کے بہت سے فرقے ہوگئے وہ سب اس بات پر شاہد ہین کہ ائمہ
علیہم السلام کی اولاد نے کبھی امامت کو اصول دین سے نہین سمجھا۔ اور نہ منکر امامت کو

مثل منکر نبوت کے خیال کیا۔ اگر ائمہ کرام کی اولاد کا یہ عقیدہ ہوتا کہ امامت مثل نبوت کے ہے اور ہر امام نے اپنے بعد ایک ہی کو اپنی اولاد مین سے امام بنایا اور اوسی کے لئے امامت کی وصیت فرمائی۔ اور ہر ایک امام اپنی اولاد کو اوس وصیت سے اطلاع دیتا رہتا اور منکر امامت کو مثل منکر نبوت کے کافر ٹھہراتا تو کیا ممکن تھا کہ ائمہ کرام کی اولاد اطہار اپنے باپ کی وصیت نہ مانتی اور امام برحق کو امام برحق نہ سمجھتی۔ اور خود امامت کا دعوی کرتی۔ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلہ سے شیعون مین ہوا ہے اور جس سے بہت سے فرقے اس مذہب مین ہوگئے ہین نہوتا اور نہ اتنے مختلف فرقے پیدا ہوتے۔ حالانکہ اختلاف کی یہ کیفیت ہے کہ ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی کے بعد اونکے بیٹے محمد بن حنفیہ امام ہین اور یہ کیسانیہ فرقہ ہے۔ پھر محمد بن حنفیہ کے بعد یہ اختلاف ہے کہ بعضے کہتے ہین کہ اونکا انتقال ہی نہین ہوا۔ اور بعض اونکے انتقال کے قائل ہین۔ مگر یہ کہتے ہین کہ امامت اونکے بیٹے ابو ہاشم کو منتقل ہوئی۔ اور جو لوگ محمد بن حنفیہ کو امام نہین سمجھتے بلکہ حسنین کو اونمین یہ اختلاف ہے کہ بعضے امام حسن کی اولاد مین امامت کو منتقل سمجھتے ہین اور اونکے بیٹے عبداللہ اور اونکے بعد محمد۔ پھر اونکے بھائی ابراہیم کو امام سمجھتے ہین۔ اور محمد اور ابراہیم وہ ہین جنھون نے خلیفہ منصور کے زمانے مین خروج کیا تھا اور شہادت پائی تھی۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ بعد حضرت امام حسینؑ امام حسنؑ کی اولاد مین امامت کبھی منتقل نہین ہوئی۔ اور جسنے دعوی کیا وہ کافر ہے اور امام حسینؑ کے بعد اونکے فرزند امام زین العابدین امام برحق ہین پھر اونکے بعد بھی اختلاف ہے۔ زید آپکے فرزند زید کی امامت کے قائل ہین اور اونکا یہ عقیدہ ہے کہ بنی فاطمہ مین سے جو شخص خروج کرے اور عالم زاہد شجاع اور سخی ہو وہی امام مفترض الطاعۃ ہے۔ پھر امام جعفر صادق کے بعد بھی امامت مین اختلاف ہے کیونکہ اون کے پانچ بیٹے تھے محمد و اسمعیل و عبداللہ و موسی

وغیرہ۔ انمین سے ہر ایک کی امامت کا علیحدہ علیحدہ فرقہ معتقد ہے۔ بعض محمد کی امامت کے قائل ہین جسکو عماریہ کہتے ہین۔ بعض اسماعیل کی امامت کے معتقد ہین اور باپ کے سامنے اونکی موت کا انکار کرتے ہین اور یہ فرقہ مبارکیہ کہلاتا ہے۔ پھر انمین سے بعض ایسے ہین کہ انھین کی امامت کو ختم کرکے رجعت کے قائل ہین اور بعض ایسے ہین کہ اونکی اولاد مین آجتک امامت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہین اس فرقے کا نام اسماعیلیہ ہے۔ اور بعضے عبداللہ کی امامت کے قائل ہین اور اونکی موت کے بعد اونکی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہین۔ اور بعضے موسی کو امام برحق سمجھتے ہین اس لئے کہ آپ کے دادا نے فرمایا ہے کہ تم مین ساتوان امام قایم ہے اور وہ صاحب توریت کے ہمنام ہوگا۔

غرضکہ اسی طرح اس مسئلۂ امامت مین صرف اس وجہ سے اختلاف ہے کہ کسی امام کی اولاد نے بالاتفاق کسی خاص ایک امام کی امامت پر اتفاق اور امامت کے دعوے سے احتراز نہین کیا۔ صرف حضرات اثنا عشری حضرت علی سے لیکر تا حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے بارہ امامون کے معتقد ہین اور اونکے عقیدے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ باقی اور امام زادے جنھون نے امامت کا دعوی کیا یا امام برحق کو امام نہین مانا وہ سب کے سب نعوذ باللہ کافر اور مخلد فی النار ہین۔

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث فدک

اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتون کو بیان کرین گے۔

(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اوسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا۔

(۳) فئے کی معنی اور اوس کا مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین۔

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین۔

(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور ازہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن

ہے خیبر مین - اور بعضے کہتے ہین کہ وہ حجاز کے ایک طرف مین واقع ہے - اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اوسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا - اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۴۷ مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے - اور اوسے خدا نے اپنے رسول کو فئے کیا تھا - اسلئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا - اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت - اور معجم البلدان یاقوت حموی مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت مین تین دن کی راہ پر - اور یہ گاؤن ہجرت کے ساتوین سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین آیا تھا - اور اوسمین بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے - فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے کہ فدک ایک قصبے کا نام ہے اوسمین اور مدینے مین تین دن کا فاصلہ ہے - قاضی نور اللہ تستری احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤن مین سے ایک گاؤن تھا جھوٹ ہے اسوجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتین بیان کین اونمین سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ کے لیے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا - اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام کے دسوین باب کی فصل اول مین شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کرکے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہین جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے -

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہین اور اوسکی حدبندی کا قصہ اونھون نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے - ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھوین جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ مین فدک کی حدبندی کی نسبت بسند عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ بیان کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہؑ کے گھر مین بیٹھے ہوے تھے کہ جبرئیلؑ آئے اور کہا اے محمدؐ اوٹھو خدای تبارک وتعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپکے لیے اپنے پروں سے

فدک کی حد بندی کردون۔ آپ جبریل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر مین لوٹ آئے۔ اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبریل نے میرے لیے اپنے پروردگار سے فدک کی حد بندی کردی ہے۔

ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہین فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبریل امین نے اپنے پروردگار سے جو حدود فدک کے مقرر کیے تھے وہ اوسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤن مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کیے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت مین ہے۔ جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی۔ اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جسے اب ہم بیان کرتے ہین۔

بحار الانوار مین مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسی کاظمؑ سے کہا کہ آپ فدک لیجیے حضرت نے انکار کیا۔ اور جب کبھی ہارون رشید اوسنے فدک کے لیے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے۔ آخر جب اوسنے بہت اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ مین اوسے نہ لونگا جبتک مع اپنے حدود کے نہ دیا جاوے۔ ہارون رشید نے کہا اچھا اوسکے حدود بتلاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اگر مین نے اوسکے حدود بتاے تو تم ہرگز نہ دوگے ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمھارے نانا کی ضرور دونگا۔ تب امام نے کہا کہ پہلی حد اوسکی عدن ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اوسکی سمرقند ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ ٹمٹمانے لگا۔ پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اوسکی افریقہ ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اوسکی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون رشید نے کہا کہ آپنے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔ امام نے کہا کہ مین نے تمسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر مین فدک کے حدود

تبا ونگا تو تم کبھی ندوگے - اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کرلیا - اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حدا دسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری اُحد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی - اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے - اسپر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیون کے قبضے مین ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی - پس اوسکو خدا اور رسول نے اپنے لیے فئے بغیر جنگ وجدل کے کرلیا - اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہؑ کو دیدو -

ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ دونو حد بندیان جو بیان کی گئین اوسکے خلاف ہین جو لغت نویسون نے بیان کین ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعوی اون سب پر تھا - اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیبًا تھا - (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلئے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہان تک مسلمانونکا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا - اور حضرت فاطمہؑ اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین - مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کرچکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جسطرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے - پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اونھین لوگون کے سپرد کردیا تھا جن سے صلح لیا گیا تھا - اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوسمین سے نصف وہ لوگ لے لیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیدیا کرین چنانچہ مطابق اسکے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے - اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل وعیال کے لیے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کردیتے -

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی

حیات القلوب مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کرلیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکۂ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابوداود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ مین لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے مین آنیکا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہوگیا تو ان لوگون نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمین امن دین ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جاوین گے۔ اور ابوداود نے زہری کی راویت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہوگئے تھے اونھون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کردیجیے اور ہمین چلے جانیکی اجازت دیدیجیے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسکو اہل فدک نے سنا اور اونھونے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابوداؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کررہے تھے کہ اوسی اثنا مین فدک والون سے اور چند معین گاؤن والون سے صلح ہوگئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر مین آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ کی شان نزول مین لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اسلیئے کہ فدک کے باشندے جلاوطن کردیے گئے تھے اور اون کے سب گاؤن اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے مین آگئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلے مین سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکالکر باقی کو ہتیارون وغیرہ مین خرچ کردیا کرتے تھے۔

امام ابوالعباس احمد بن یحیی بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور اونھون نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اوس مال اور چیز کو کہتے ہین جو امام غنیمت مین سے اپنے لیے علیحدہ کرلے) اول بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتون کے لیے روک لیے تھے اور فدک مسافرون کے لیے تھا اور خیبر کے تین حصے کرکے دو مسلمانون کو تقسیم کردیے تھے اور ایک حصہ اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اوسی کتاب مین یہ بھی روایت ہے کہ لوگون نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنیکو بھیجا اونکا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیون نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کرلی۔ مسلمانون نے سوارون سے اس قسم کا حملہ نہین کیا تھا اسلیے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اونکی صرف مین اوسکی آمدنی آیا کرتی تھی اوسکے باشندے وہین فدک مین رہا کیے یہانتک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوے اور اونھون نے حجاز سے یہودیون کو نکالدیا۔ ابوالہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی حثمہ اور زید بن ثابت انصاریون کو فدک مین بھیجا اونھون نے اوسکی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کرکے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اونکو نکال باہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اسیکی تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر مین بھی لکھا ہے جسکی اصل عبارتین ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔

قاضی نوراللہ شستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مولف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالی نے سنہ سات ہجری مین اپنے رسول پر صلح کے طور پر

فتح کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر مین نازل ہوے اور اوسکے قلعون کو فتح کیا اور اوسمین کوئی نرہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور اونپر حصار کی سختی ہوئی تو اونھون نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اونکے جلاوطن ہونے پر اونکو اجازت دیدین آپ نے اسکو منظور کرلیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پونہچی تو اونھون نے آپ کی خدمت مین قاصد بھیجکر دریافت کیا کہ ہمسے نصف اموال اور ثمار پر صلح کرلین آپ نے اسکو بھی منظور کرلیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جسپر گھوڑون اور شترون کی دوڑ نہین ہوئی اسلیے یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی۔

اور بحار الانوار مین بروایت امام جعفر صادقؑ فدک کے قبضے مین آنحضرتؐ کے آنے کی کیفیت اسطرح پر لکھی ہے کہ ایک جہاد مین رسول اللہ صلعم تشریف لیگئے جب آپ اوس سے لوٹے اور راستے مین کسی جگہ ٹھہرے اور اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ ای محمدؐ اوٹھو اور سوار ہولو۔ آپ سوار ہوے اور جبریلؑ آپ کے ساتھ تھے اور آپکے لیے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہین یہان تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑون کا آنا سنا تو اونکو یہ خیال ہوا کہ اونکا کوئی دشمن چڑھ آیا اونھون نے شہر کے دروازے بند کردیے اور شہر سے باہر ایک گھر مین ایک بوڈھیا رہتی تھی اوسکو کنجیان دروازون کی دیکر خود پہاڑون پر جا چڑھے۔ جبریلؑ بوڈھیا کے پاس آئے اور اوس سے کنجیان لیکر شہر کے دروازے کھولے۔ پیغمبر صاحبؐ نے اوسکے گھر گھر مین دورہ کیا۔ جبریلؑ نے کہا ای محمدؐ یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالی نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگون کو۔ یہی معنی ہین اس قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ الخ۔ پھر جبریلؑ نے دروازے بند کردیے اور کنجیان آپ کو دیدین۔ اور رسول اللہ صلعم نے اونکو اپنے سیف کے غلاف مین رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے مین معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوے اور زمین آپ کے لیے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلے مین پونہچ گئے۔ اور لوگ اوس وقت تک اپنے مقامون پر بیٹھے ہوے تھے

متفرق نہوے تھے اور نہ کہین گئے تھے کہ اتنے مین آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے اور اللہ تعالی نے مجھی کو غنیمت مین اوسکو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیان ہین فدک کی اور اُنکو اپنے غلاف سیف مین سے نکالکر دکھلائین پھر لوگ سوار ہوے اور جب مدینے مین پہونچے تو آپ فاطمہؑ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالی نے غنیمت مین فدک دیا ہی اور وہ تیرے باپ ہی کے لیے خاص ہے نہ اور مسلمانون کے لیے مین اوسمین جو چاہون سو کرون الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک عجیب غریب روایت نقل کرتے ہین جو اونکے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جسمین اونکو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے مین پیغمبرؐ کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اوسنے عبید بن یحیی سے اور اوسنے محمد بن علی بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے پاس آئے اور آنحضرتؐ نے اپنے ہتیار لگاے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے بھی اپنے ہتیار لگاے اور زین کھینچا پھر دونون آدھی رات کو اوس طرف چلے جسے کوئی نہین جانتا تھا اور جہان خدا نے اونکو لیجانے کا ارادہ کیا تھا یہان تک کہ وہ فدک مین پہونچے اوسوقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اوٹھا کر لیچلو یا مین تمکو اوٹھا کر لیچلون۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ مین آپکو اوٹھا کر لیچلونگا آپ نے فرمایا کہ نہین مین تمکو لیچلونگا پس آپنے علیؑ کو اپنے بازو پر اوٹھالیا اور لیچلے یہان تک کہ قلعۂ فدک کی شہرپناہ پر پہونچگئے اور وہان سے علیؑ قلعے مین داخل ہوے اور اونکے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہان جاکر علیؑ نے اذان دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اوس آواز کو سنکر گھبرائے ہوے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ کھولکر باہر نکل گئے۔ پھر اونکے سامنے آنحضرتؐ آگئے اور علیؑ بھی اونکی طرف پہونچگئے۔ پھر علیؑ نے

اٹھارہ آدمی اونکے سردارون اور بزرگونمین سے قتل کیے اور باقیون نے اپنے آپ کو حوالے کردیا۔ اور آنحضرت نے اونکے بچون کو اپنے آگے کرلیا اور جو اونمین سے بچے اونکے مال واسباب کو اونکی گردنون پر رکھکر مدینے کو لیگئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے مین تکلیف نہین کرنی پڑی۔ اسلیے فدک آپ کے اور آپکی ذریت کے لیے مخصوص ہوا اور مسلمانون کا اوس مین کوئی حصہ نہوا۔ (صفحہ ۹ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اون اموال مین سے ہے جسکو فیٔ کہتے ہین اسلیے اب ہم فیٔ کے معنے اور اوس کا مصرف بیان کرتے ہین۔

فیٔ کے معنے اور اوسکا مصرف

لسان العرب مین ہے کہ فیٔ اوس غنیمت اور خراج کو کہتے ہین جو مسلمانون کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوئی ہو۔ اصل مین فیٔ کے معنے رجوع کے ہین گویا اصل مین مسلمانون ہی کا تھا اونھین کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فیٔ اوس سایے کو کہتے ہین جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فیٔ کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اوس کا مصرف کیا ہے۔ آیۂ مفصلۂ ذیل مین جو سورۂ حشر مین واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالے فرماتا ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۷۲ مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ مبرد کا قول ہے کہ فاء یفیٔ جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹادے تو افاء اللہ بولتے ہین۔ ازہری کا قول ہے کہ فیٔ اون مالونکو

کہتے ہین جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانون کو دلواتا ہے۔ اسکی کئی صورتین ہین یا مخالفین اپنے وطنون سے نکل جاوین اور اونکو مسلمانون کے لیے چھوڑ جاوین۔ یا جزیہ پر صلح کرلین جسکو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کرین۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ مین ملے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتیارون کے اور جس چیز سے چاہین بھر لین اور باقی ماندہ چھوڑ جاوین پس یہ باقی ماندہ مال فئے ہے۔ یہی وہ مال تھا جسکو خدا نے کفار سے مسلمانون کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفاد وجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہین جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہین۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل و لا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہین۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہین اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہین کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپنے مال غنیمت کو لوگونمین تقسیم کردیا ہے ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کردیجیے۔ اسپر خدا تعالی نے ان دونو چیزون مین فرق بیان کردیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جسکے حاصل کرنے مین تمنے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑون اور اونٹون سے اوسپر حملہ کیا ہو۔ اور فئے اسکے خلاف ہے اسکے حاصل کرنے مین تمکو کچھ تکان نہین ہوئی اسلیے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی مین رہیگا وہ جہان چاہین اسکو صرف کرین۔

اسی آیت کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اونکے اموال لڑائی کے بعد ضبط کیے گئے تھے اسلیے چاہیے کہ وہ مال غنیمت ہون نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہین۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیون کے متعلق نہین ہے بلکہ فدک کے

متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے مگر جب اون سے لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانون کے پاس گھوڑون اور اونٹون کا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینے سے صرف دو میل تھے مسلمان وہان سے پیادہ پا وہان چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے اسلیے خدا تعالی نے ان چیزون کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہین اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لیے خاص کردیا۔ اسکے بعد ایک روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالون کو مہاجرین مین تقسیم کردیا تھا۔ انصار مین سے صرف تین آدمیون کو دیا تھا جو حاجت مند تھے۔ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ۔

اون اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ مین آئے اور بعد آپ کے خلفا اور ائمہ اوسپر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اونکے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جاے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہین اوسمین اور دیگر اقسام مین مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور ان اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفا اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ چنانچہ اوسے ہم بیان کرتے ہین۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث مین آیا ہے اوسکے دو معنے ہین ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنے مین اون اموال پر بولا جاتا ہے جو مسلمانون کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کامون مین صرف کرنے کے لیے تحصیل کیے جاتے ہین۔ اور ان معنی مین صدقہ زکوۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فیئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنی مین اوسکا استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد صرف زکوۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔ اور وہ صدقہ جو اہلبیت رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوۃ اور خیرات۔

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے مین آتا اوسکی تین قسمین تھین - زکوٰۃ - غنیمت - فئے - زکوٰۃ
پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اوس کا ذکر سورۂ توبہ مین ہے اور اوسی مین زکوٰۃ کا مصرف
بیان کیا گیا ہے - غنیمت اوس مال کو کہتے ہین جو لڑائی مین ہاتھ آئے اور اوسی کو بعض انفال
بھی کہتے ہین - اور اس کا ذکر سورۂ انفال مین آیا ہے -

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ
وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ کہ صدقات کے
مستحق صرف یہ لوگ ہین فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نکرتے ہون اور مسکین یعنی وہ محتاج جو ہمیشہ
مانگتے ہون اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لیے مقرر ہون اور وہ لوگ جن سے جہاد مین مدد لینی ہو
اور اونکی تالیف قلوب منظور ہو - اور غلامون کے آزاد کرنے اور قرضداارون کے قرض چکانے
اور خدا کی راہ مین مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافرون کو دیا جاوے - پیغمبر خدا صلعم
پر صدقات کی تقسیم مین بعض منافقون نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولت مندون سے
مال لیتے ہین اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہین اور عدل
کی رعایت نہین کرتے - اسلیے خدا نے اس آیت مین صدقات کا مصرف بیان کردیا کہ رسول
کو اس سے کچھ تعلق نہین ہے نہ وہ اپنے لیے اوسمین سے کوئی حصہ لیتے ہین نہ اوسمین سے
کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزون کے لیے دیا جاتا ہے پیغمبر صرف اوسکے امین اور خازن
ہین اور بموجب حکم خدا کے اوسکی تقسیم کرنے والے - فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول
ما اعطیکم شیئا ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ مین تمھین
نہ کچھ دیتا ہون اور نہ روکتا ہون مین صرف خزانچی ہون جہان حکم ہوتا ہے وہان خرچ کرتا ہون -

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع مین خدا یتعالیٰ فرماتا ہے یَسْـَٔلُوْنَكَ
عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

پ ۹ ع ۲
سورۂ انفال رکوع اول

وَرَسُولَهٗ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ یعنی پوچھتے ہین تجھسے اے محمد مال غنیمت کی نسبت کہدے
اونسے کہ یہ اللہ اور اوسکے رسول کا ہے - سو ڈرو اللہ سے آپس مین جھگڑا نکرو - اللہ اور
اوسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو - یہ آیت بدر کی لڑائی مین جو غنیمت ہاتھ
آئی تھی اوسکے متعلق نازل ہوئی - چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانون
کو ہاتھ لگی تھی اسلئے اوسکی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا - اور جیساکہ معالم التنزیل وغیرہ مین
بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت مین غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا
کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لیے پسند کرلیتا اور اوسی پسند کی
ہوئی چیز کو صفی کہتے (جسکی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جابجا اس بحث مین آیا ہے)
اور بروقت تقسیم کے چوتھہ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنیوالون
اور فتح کرنے والون مین تقسیم ہوتا - اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اوسکو اپنی
ملکیت سمجھتا - اور اسطور پر زبردست اور توانگر لوگ غریبون پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا
مال خود لے لیتے - مال غنیمت کی نسبت بھی انھین خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا - اور چونکہ
اسوقت تک مسلمانون کے لیے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہین ہوا تھا اسلئے
لوگون نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ چوتھا اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت
مین سے لے لین اور باقی چھوڑ دین تاکہ ہم آپسمین تقسیم کرلین اسپر خدا نے یہ حکم بھیجا
کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہین ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اسپر کچھ جھگڑا نکرو -
واضح ہو کہ اللہ والرسول سے یہ مدعا نہین ہے کہ خدا کے لیے نصف حصہ ہو اور
نصف رسول کے لیے بلکہ اوس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اوس کا امین
اور تقسیم کرنے والا ہے - رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہین ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت
اور خانگی مالیت ہے بلکہ اسطرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور
خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اوسپر دعوی نہین کرسکتا

بلکہ خدا جسطرح پر حکم دیگا اوسطرح پر کیا جائیگا - پھر اسی سورت کی بیالیسوین آیت مین یہ حکم
آیا وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ کہ مال غنیمت مین سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے
لیے ہے جو قرابت مندون اور غریبون اور یتیمون اور مسافرون کی مدد پہونچانے اور اون کی
حاجت برلانے کے لیے ہے گا - اور چار خمس اون لوگونمین جو لڑتے تھے یا لڑائی کے
متعلق کامون مین مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا -

الفاظ ذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت
ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص
کے لیے خدا نے مقرر نہین کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اسلیے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت مین
آپ کی اور آپ کے رشتہ دارونکے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیمون اور مسکینون اور مسافرونمین
تقسیم کیا جاے - اور اسمین خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اوسنے اپنے رسول کو
صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلا کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ
کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اوس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال ومتاع اور
حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے - اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے
عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت مین اپنی ذات خاص کے لیے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ
اوس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اوسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت
مین سے نکالا گیا ہے اوسمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربی سب شریک
ہین اور انھین کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لیے وہ اوسکے تصرف مین
بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے - اور یہ وہ امر ہے کہ جسکو دیکھکر دشمن سا دشمن اسلام
کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہین لگا سکتا
اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اوسکے احکام کسی کی ذاتی آسایش

اور آرام کے لیے نہین ہین اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیون نہو اور جو کچھ اوس کے نام سے قصر کیا گیا ہے وہ بھی اسلیے کہ اپنی اور اپنے رشتہ دارون کی معمولی ضرورت پوری کرینگے اور وہ یتیمون اور بیوہ عورتون اور مسافرون کی خبر گیری مین خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس مین سے آتا اور اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ مین خرچ کر دیا کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہجاتا تو جب تک خدا کی راہ مین وہ خرچ نہ جاتا آپ کو چین نہ آتا واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ

تفسیر صافی مین ہے کہ قل الانفال للہ والرسول مختصۃ بھما یضعانھا حیث شاءا کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ ہمان وہ چاہین اوسے صرف کرین تہذیب مین امام باقر اور امام جعفر صادق سے بیان کیا گیا ہے کہ کہتے اور انفال اوس مال کو کہتے ہین جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو اور فئے اور انفال ایک چیز ہے۔ فئے کے متعلق جو آیتین ہین وہ سورۂ حشر مین بیان کی گئی ہین پہلی آیت یہ ہے وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اوسے دلاتا ہے اوسمین تقسیم نہین ہوسکتی اسلیئے کہ تم اونٹ اور گھوڑون پر سوار ہوکر جنگ کے لیئے نہین گئے اور تمکو لڑائی نہین کرنی پڑی اسلیئے اوسمین مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہین ہوسکتی۔ اسکے بعد دوسری آیت مین فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہوا وہ خدا اور اوسکے پیغمبر اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام مین لانے کے لئے ہے۔

فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار مین تھا کہ خدا کے حکم کے مطابق اوسکو کام مین لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانون کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی مین خرچ کرتے۔ جو بات آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالام۔ یعنی جہان خدا کا حکم ہوتا تھا وہین صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جسکو جی چاہتا دیدیتے اور جسکو نچا ہتا نہ دیتے۔ بلکہ اوسمین ایسا تصرف کرتے تھے جسطرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہان اوسکے مولی کا حکم ہو وہان صرف کرے۔ اور اوسکی تشریح خود آپ نے فرمادی ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مین اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہون اور نہ منع کرتا ہون۔ مین تو ایک تقسیم کرنے والا ہون جہان مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہون اور جہان نہین ہوتا نہین دیتا۔ اور جسطرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اوس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اسلئے کہ جو کچھ اون زمینون سے آتا جو فئے تھین اوسمین سے آپ اپنی ذات خاص کے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریون اور سامان لشکر کی تیاری مین صرف فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے اوس سے مراد یہ ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا ساتھیون مین سے حصہ نہین ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اوسکی تقسیم ہو سکتی ہے وہ رسول کے قبضے مین رہے گا کہ اوسکو اسلام کے ضرورتون اور لشکر کے کامون اور اقارب اور یتامی اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری مین صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنیکی ضرورت پیش آتی تھی اور اوسکے انتظام کے لیے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال مین سے چار خمس لشکریون پر تقسیم ہو جاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لیے کافی نہوتا اسلئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنون سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار

مین رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتون مین کام آوے۔

تفسیر صافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے مین وہ مال داخل ہین جو بغیر لڑائی کے دارالحرب سے حاصل ہون اور وہ زمین جسکے رہنے والے نکالدیے گئے ہون اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہون کی جاگیرین اور لاوارث کا مال یہ سب فئے مین داخل ہے۔ اور وہ خدا اور اوسکے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اوس کا جو اوسکے قائم مقام ہو" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہین تھی بلکہ خاص اہتمام مین رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اوسکے اختیار مین ہوا جو آپ کا قائم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وھی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" کے جو حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے بے معنے ہوے جاتے ہین۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی مین منقول ہین یہ ہین "وفی الجامع عن الصادقؑ الانفال کل ما اخذ من دارالحرب بغیر قتال وکل ارض انجلی اھلھا عنھا بغیر قتال وسماھا الفقھاء فیئا والارضون الموات والاجام وبطون الاودیۃ وقطائع الملوک ومیراث من لا وارث لہ وھی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" اور پھر دوسری حدیث اوسی مین کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ "الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیھم وکل ارض خربۃ وبطون الاودیۃ فھو لرسول اللہ وھو للامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگون کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد اونکے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اونکے بعد امام کے اختیار مین ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعون کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے مین تقسیم میراث کے معتقد ہونگے

یہ نفرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا مین جاری ہے کہ شاہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ممالک ریاست ہو وہ دو حیثیتین رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد اونکے قبضے مین ہوتی ہے وہ اونکا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اوسکی آمدنی بیت المال مین داخل کیجاتی ہے۔ جسکو اس زمانے مین اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہین۔ پہلے مال مین میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اوسکے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ مین جہان خمس کے مصرف کا بیان ہے وہان صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہین وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ھذہ الایۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ھو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فھو للامام کہ حضرت امام موسی رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ ان للہ خمسہ وللرسول مین جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لیے ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہین تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہوسکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہونچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اوسی مین بیان کیا گیا ہے کہ سہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام۔ خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لیے ہونیکا سبب یہ ہے کہ جو باتین پیغمبر کو کرنی پڑتی تھین یعنی مسلمانون کی مدد اور قضاء دیون اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج وجہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہین کما قال القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسہم سہم اللہ

وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالی قد الزمہ بما الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونہم وحملہم فی الحج والجہاد۔

تفسیر منہج الصادقین مین ذیل آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ کے لکھا ہے کہ فئے اوس مال کو کہتے ہین جو کفار سے مسلمانون کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سوارون نے اوسپر حملہ نکیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لیے ہوتا ہے اونکی زندگی مین اور بعد اونکے اوس آدمی کے اختیار مین جو ائمۂ دین سے اونکا قائم مقام ہو اور اونکو اختیار ہے کہ جس کو چاہین دین اور جس کام مین مناسب جانین صرف کرین اور یہ قول امیر المؤمنین کا ہے۔ چنانچہ اوسکے الفاظ یہ ہین "سوم فئے است (یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ وولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد درحیات وی وبعد از وی کسی را کہ قائم مقام وی باشد از ائمۂ دین وایشان بہر کس کہ خواہند دہند وبہر چہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیر المومنین ست صلوات اللہ وسلامہ علیہ"

اور یہ قول جو جناب امیر المومنینؑ کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اوسکی تقسیم میراث کے طور پر نہین ہوسکتی تھی بلکہ وہ آپکے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار مین رہتا تھا۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسکے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس وعمر وفقہای ما برانند کہ مستحقان فئے وخمس بنو ہاشم اند از فرزندان ابوطالب وعباس" اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہین سمجھتے بلکہ وہ اوس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہین جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہؑ۔ قطع نظر روایتون اور اقوال اور حدیثون کے خود قرآن مجید سے معلوم

ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہین ہوسکتا اسلیئے کہ آیہ ما افآء اللہ علی رسولہ من اھل القری مین جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے صرف کے لیے ہے اونمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اسلیئے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہین ہے بلکہ ان لوگون کی خبرگیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اسکے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اوسکے مصارف بتادے۔ بلاشبہ اوس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اوسکی ذات کے لیے مقرر ہے وہ اوسمین سے نکالکر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق اون مصارف مین صرف کرے جو اوسکے بادشاہ نے بتادیے ہین نہ یہ کہ اوسکے اختیار مین آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہان چاہے خرچ کرے اور اوسے بطور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لیے چھوڑ جاوے۔ اسیطرح فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار مین دیا اور اوسکے مصارف بتادیے کہ اپنی ذاتی ضرورتون مین صرف کرنیکے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام مین خرچ کرے اگر یہ منظور نہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اوسکے شریک نہ کیے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ صراحت سے بیان کردیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیآء منکم کہ یہ حکم ہمنے اسلیئے دیا ہے کہ مال فئے مالدارون ہی کے ساتھ مخصوص نہوجاے کہ دست بدست اونمین پھرتا رہے اور یہ اُسی صورت مین ہوسکتا ہے جبکہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا نہوجاے اور اباً عن جد ایک سے دوسرے کو پہونچتا رہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین مین اسی آیت کے ذیل مین لکھا ہے کہ "حق سبحانہ آنرا (یعنی فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید و قسمت آن را بر وجہیکہ مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ برین طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فئے دولۃ آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیآء منکم میان توانگران

از شما کہ بآن مکاثرت کنید و بقوت و غلبہ زیادہ از حق خود بردارید و فقرا را اندک دہید یا محروم سازید
چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود۔ اسکے بعد مفسر موصوف لکھتے ہین کہ خطاب باہل ایمان ست غیر
از پیغمبر و اہل بیت وی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس قول کی کوئی سند نہین ہے اور نہ
اس کا مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت مین سے کسی کا ذاتی ہے کہ اوسمین ترکہ و میراث
جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اوس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدی کا
تفسیر منہج الصادقین مین نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربی سے بھی مراد امام ہے نہ عام قرابتدار
اسلئے کہ امام پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اوسکے اختیار مین ہونا چاہیے جیسا کہ وہ
لکھتے ہین کہ از علم الہدیٰ نقل ست کہ ذی القربی کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند بر انکہ
مراد ازان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربی واقع می شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر مین ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء
منکم کے لکھتے ہین کہ الدولۃ اسم للشیء الذي یتداولہ القوم بینہم یکون لھذا مرۃ
ولھذا مرۃ ای لئلا یکون الفیء متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاھلیۃ
وھذا خطاب للمؤمنین دون اھل بیتہ علیہم السلام وفی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی ان
تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولھذا قسم رسول اللہ
اموال خیبر ومن علیہم فی رقابھم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاھم شیئا من
المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریھم ونسائھم وقسم اموالھم علی المھاجرین ومن
علی اھل مکۃ یعنی اس آیت مین اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو
نبی کے قائم مقام ہون سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور اونکی
جانون کے باب مین اونپر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دیکر جلاوطن کر دیا۔
اور بنی قریظہ کے مردون کو قتل کیا اور اونکے بچون اور عورتون کو قید کیا اور اونکے اموال
کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات مین فرق رکھتا ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہین ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار مین رکھا گیا تھا تاکہ اوسپر آپ متولیانہ قابض رہین۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اوسے کام مین لاوین۔ بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار مین دیا گیا تاکہ وہ بھی اونھین مصارف مین اوسے صرف کرین جس مین رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال مین بسبب اسکے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہین ہوسکتی تھی۔ اور چونکہ فدک اموال فئے مین سے تھا اسلئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ مین بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنی بھی نہوتی تاہم فدک بوجہ نہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرا احکام میراث سے مستثنی رہتا

اسی سے بعض دور اندیش امامیہ نے فاطمہؑ کے دعوی فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جانکے اوسکا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؑ کا دعوی ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہین ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہین اور اوسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہین جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علمانے اسکی نسبت سُنّیون کی روایتون سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبۂ فدک

اسکے متعلق جو کچھ شیعون کے اون بزرگون نے لکھا ہو جنکا زمانہ ائمہ کرامؑ کے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہین گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہوگا۔ ہمکو جہانتک علم ہے سب سے اول کتاب جسمین یہ بحث تفصیلا بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے۔ جسکو جناب سید مرتضی ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مُغنی کے جواب مین لکھا ہے

یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچوین صدی کے شروع مین تالیف ہوئی ہے۔ اسلئے کہ اوسکے مؤلف ۵۵۰ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۶۰۰ھ ہجری مین انتقال فرمایا۔ ۶۰۱ھ ہجری مین یہ کتاب ایران مین چھاپی گئی اور اوسکی نسبت یہ لکھا گیا۔ وھو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام والایاتون ابدا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لان اجدادہ الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہ لھم ھادیا ومؤیدا ونصیرا کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جسکے مانند گذشتہ زمانے مین کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکیگا اسلئے کہ اسکی تصنیف مین ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اوس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمے پر لکھا ہے ۶۶۳ھ ہجری مین لکھی گئی۔ اسکی تعریف مین بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کاصلہ لم یات مصنف ولا مولف بمثلہ علی مر الاعصار والاعوام العلماء العامۃ العمیاء کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مولف نے ایسی کتاب کو چشم علماء اہل سنت کے روبرو نہین لکھی۔

اسکے بعد کتاب کشف الحق ونہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جنکی نسبت قاضی نور اللہ تستری اپنی کتاب احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجایتو خدا بندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہرون سے جمع کئے گئے تھے مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ اونکے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اسطور پر ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہوجاتے۔ اور اوسکے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق ونہج الصدق والصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امراء اور بہت بڑے گروہ علماء اور اکابر کے شیعہ ہوگیا اور باوجودیکہ اوس زمانے مین علماء اہل سنت مین سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے

کہ قطب الدین شیرازی وعمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نکی - یہ کتاب غالبًا ساتوین صدی کے اخیر مین لکھی گئی ہے - اوسکے مصنف ۶۴۰ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۷۲۴ھ ہجری مین وفات پائی -

ساتوین صدی مین ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جسکا نام طرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف ہے - جسکے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی ہین - جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۶۶۴ھ ہجری مین اونھون نے وفات فرمائی - علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃ ایک ذمے کے نام سے لکھا ہے اور اوسکا نام عبد المحمود قرار دیا ہے - آغاز مین کتاب کے ایک تمہید اوس ذمے کی طرف سے لکھی ہے کہ مین نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبون کا اختلاف سنکر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کرون - سب سے اول مین نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر اونمین اکثر کو مالکی حنفی شافعی حنبلی مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نبی کے زمانے مین تھے نہ اونکے اصحاب اور نہ عقائد مین باہم متفق - پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہین - پھر شیعون کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو امامون اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہین - پھر مین نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اونسے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہین ہین اور اونکے مذہب کی برائی اونھین کی کتابون سے ثابت کی - گویا اس پیرایے مین علامہ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے - اور اس کتاب مین بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر مین ادا کیا ہے - اوسکی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام مین بہت بڑا حصہ اونکی تقریر کا بحث فدک مین نقل کیا ہے -

اسکے بعد قاضی نور اللہ شستری نے نہایت مشہور کتاب مین اس فن مین تالیف کیون سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے - جو جواب مین ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب مین لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے -

گیارھوین صدی مین جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب بھی ملۃ سید البشر فی رأس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابین لکھین جن مین سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتون اور وقعات کا گویا ایک دریا ہے۔ اسکی آٹھوین جلد کتاب الفتن مین ایک خاص باب فدک کی بحث مین ہے۔ جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ۔ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب مین جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرھوین صدی مین ایک نیا دور شروع اور ہندوستان مین شیعہ وسنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونیکے بعد علماء شیعہ نے اس فن مین اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھاے اور دہلی اور لکھنو کے علما و مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابین تصنیف کین۔ جن مین سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان مین ہے۔ اور جس مین جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اوسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اوسکے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات مین تشیید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی اون کتابونمین سے ہین جنپر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اوسمین لکھا ہے اوسکی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اوس کا جواب ہی نہین ہوسکتا۔ جیساکہ منشی سبحان علی خاصاحب اپنے بعض رسائل مین فرماتے ہین کہ از انجاکہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا ومقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بہ طعن الرماح این مسئلہ دلدوز مخالفین را بچنان بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالاتر ازان ممکنہ متامل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ بر ہمان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از اجری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد۔

سوائے انکے ایران مین بھی چند کتابین بالفعل ایسی طبع ہوئی ہین جنمین فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ اونکے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جسکے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہین جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے مین تھے۔ دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جسکی دوسری جلد خاص امامت کی بحث مین ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جسکے ۴۰۷ صفحے مطبوعہ ہین اور اوسمین حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع اون روایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہین۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جسمین مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہؑ کا حال لکھا ہے جسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اسکے سوائے جو اور فارسی اور اردو مین رسالے لکھے گئے ہین اونمین صرف خمشہ چینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور اوسی کے اقوال اور مضامین اولٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہین۔

ان کتابونمین جنکے نام ہمنے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق مین میراث کے دعوی کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اوسکے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اوسکے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث مین پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول میراث کا دعوی کیا تھا یا ہبہ کا۔ عموماً علماء امامیہ یہ فرماتے ہین کہ حضرت سیدۃ النساءؑ نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے اول یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک اونھین ہبہ کر دیا تھا اور وہ اوسپر متصرف اور قابض تھین۔ جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوے تب اونھون نے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔ یہ سنکر وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئین اور یہ دعوی کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور مین اوسپر قابض تھی تمنے کیون میرا قبضہ اوٹھا دیا۔ اسپر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اونسے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہؑ نے حضرت علیؓ اور حسنین اور ام ایمنؓ کو شہادت مین

پیش کیا - اور ان سب نے حضرت فاطمہؑ کے دعوی کی تائید مین گواہی دی مگر ابو بکر صدیق رضؓ نے یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا اونکی گواہی کو رد کیا - اور فدک اونھین واپس نکیا - اسپر وہ خفا ہوگئین اور بعد اسکے میراث کا دعوی کیا - اسلئے سب سے پہلے اس بحث مین یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوی مقدم تھا - چنانچہ عماد الاسلام کے دسوین باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے مین جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے "کما یقول المسئلة الرابعة ان فاطمةؑ هل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلة او بالعکس ولیستفاد من کلام اکثر العامة ان دعوی النحلة ظهرت منها بعد دعوی المیراث وقالت الامامیة بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہؑ نے پہلے میراث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس - اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوی میراث کے بعد پیش کیا گیا - اور امامیہ اسکے برعکس کہتے ہین" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہین کہ ہبہ کا دعوی اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے - مگر یہ دعوی میراث کے دعوی کے بعد حضرت فاطمہؑ نے کیا تھا - حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہین اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہین کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا - اسلیے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی اور اونھون نے حضرت علیؑ اور حسنینؑ اور ام ایمنؓ کو شہادت مین پیش کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اوسکو نامانا اور یہ عذر کرکے کہ از روے احکام شریعت کے شہادت کافی نہین ہے فاطمہؑ کے دعوی کو رد کیا اور پھر اسپر بہت طرح سے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ پر ملامت کی ہے اور اونکا ظلم و ستم ثابت کیا ہے - اور سنیون کے نزدیک فاطمہؑ اور علیؑ اور حسنینؑ کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کیواسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب منہدم ہوجاتی ہے - جب نفس دعوی کی نسبت

کوئی صحیح روایت ہی سنیون کے یہان نہین ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب مین حضرات علماء امامیہ نے دکھایا ہے اوسپر ثبت الجدار ثم انقش کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریرین اور وہ پرجوش اور زبردست تحریرین جو اس باب مین کی ہین ہبا منثورا ہوجاتی ہین۔ اسی واسطے جناب مولنا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین فرمایا ہے وللہ درہ وعلی اللہ اجرہ ریخا فادہ عظیمہ بایدانست کہ شیعہ در اول درباب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند وچون از عمل ائمہ معصومین واز روی روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازین دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند وطعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکر فدک را بفاطمہ ندادحالانکہ پیغمبر برای او ہبہ نمودہ بود۔ ودعوی فاطمہ رض رجوع نمود وازوی گواہ وشاہد طلبید الی قولہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا رض وشہادت دادن حضرت علی رض وام ایمن رض یا حسنین رض علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست۔

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ خود علماء شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوی ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ مین لکھا ہے وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولا ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لا محالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ کہ بعض روایات مین جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا پس بشرط صحیح ہونے اسکے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اوسکی مستحق تھین جب اوسمین ایک روایت نقل کرکے شبہ ڈالدیا تو جو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اوس کا دعوی کیا۔ مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی کو

بعد اسکے اسلئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہین کیونکہ تقدیم وتاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہین ہوتا خصوصًا اوسوقت جبکہ ہبہ کا دعوی فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہوا ہو

آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا تھا یا نہین

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہین کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اوسی بنا پر حضرت فاطمہؑ نے جبکہ وہ غصب کرلیا گیا ابو بکر صدیق رضؓ کے سامنے دعوی کیا اسلئے بار ثبوت اونکے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتون سے ان دونون دعوون کو ثابت کرین اگر وہ اسے ثابت کرسکین تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ پر لگاتے ہین اور اوسکے متعلق جو باتین پیش آئین اونسے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہین اونکے جوابات دین۔ لیکن اگر وہ اپنا دعوی ہی ثابت نکرسکین تو ہمین ضرور نہین کہ بربنا فرض وتسلیم کے اون لغو وبیہودہ الزامات کا جواب دین اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کرین اسلئے ہم ایک تفصیلی نظر اون تمام کتابون پر جنکے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہین کہ کیا ثبوت اونکی طرف سے ان دونون دعوون کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس قسم کی روایتین کس قسم کی کتابون سے بتائید اپنے دعوے کے اونھون نے بیان فرمائی ہین۔

شانی مین متعلق فدک کے ہبہ کئے جانیکی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی بلکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا فرمایا اور پھر عمر بن عبد العزیز نے اولاد فاطمہؑ پر اوسے رد کیا" اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعون کے اس قول کو نقل کرکے قاضی عبد الجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب مین روایت پیش کرتے ہین وہ صحیح نہین ہے اوسکی تردید مین ہبۂ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہین کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدی کے نزدیک سوای اوس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کے شیعون مین مشہور ہوئی تھی

کوئی صحیح روایت سنیون کی معتبر کتابون مین اونھون نے نہین پائی ورنہ اسے پیش فرماتے۔
تلخیص شافی مین بھی کوئی دوسری روایت ہبۂ فدک کی تائید مین پیش نہین کی گئی۔
علامہ مطہر ابن حلی کی کتاب کشف الحق ونہج الصدق مین بھی کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے نظر نہین آئی۔

طرائف مین ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے
روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا
الی محمد صلعم بانہم انہ لما فتح خیبر اصطفی لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبریل
بہذہ الآیۃ فات ذا القربی حقہ فقال محمد صلعم من ذا القربی وما حقہ قال فاطمۃ فدفع
الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتی توفی ابوہا محمد صلعم
کہ ان لوگون نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود
کے دیہات کے ایک گاؤن اپنے لیے علیحدہ کرلیا پھر جبریل یہ آیت لائے کہ اپنے ذا القربی
کو اونکا حق دیدو اوسپر آنحضرت نے پوچھا کہ ذا القربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے جبریل
نے کہا کہ ذا القربی فاطمہ ہین اسپر آپ نے فدک اونھین دیدیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات
اور عطا کئے کہ اوس کا غلہ حضرت فاطمہ لیا کرین تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اسکے علاوہ اسی کتاب مین ایک اور روایت سید الحفاظ
ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین ومن طریف مناقضاتہم ما رووہ فی
کتبہم الصحیحۃ عندہم برجالہم عن مشائخہم حتی استندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ
قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی
ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا
عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت
آیۃ وات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک کہ سنیون کے عجیب مناقضات

مین سے وہ روایت ہے جسکو اونھون نے اپنی معتبر اور صحیح کتابون مین اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالا یون لکھتے ہین کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وات ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک اونھین دیدیا۔ بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک مین ملا باقر مجلسی آیہ وات ذا القربی حقہ کی شان نزول مین فرماتے ہین رواہ کثیر من المفسرین ووردت بہ الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ۔ کہ اس آیت کے شان نزول مین بہت روایتین بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہین۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابۃ الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہین کہ اس آیت مین جو ذا القربی کا لفظ ہے اوس سے مراد قرابت رسول صلعم سے ہے۔ پھر اونھین سے ایک روایت نقل کرتے ہین اخبرنا السید مھدی بن نزار الحسنی باسنادہ ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وات ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃؑ فدکؔ قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ بن موسی یسئالہ عن قصۃ فدکؔ فکتب الیہ عبید اللہ بھذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدکؔ علی ولد فاطمۃ انتھی۔ کہ ہمکو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھون نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہین کہ جب آیت وات ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبید اللہ نے اوسکے جواب مین اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہؑ کو دیدیا۔ اس روایت مین ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وات ذا القربی حقہ کی تفسیر مین جو سورۂ بنی اسرائیل مین واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح ذکر کیا ہے۔ واخبرنا السید ابو حمید مھدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد

ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرنی عمر بن الحسین
بن علی بن مالك قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین
قال حدثنا ابو معمر بن سعید جیثم و ابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی و علی بن مسهر عن
فضیل بن مرزوق عن عطیة الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله و آت ذا القربی حقه الخ
اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر مین تفسیر منهج الصادقین مین اسطرح بیان کیا ہے ۔
و نیز سید ابو حمید مهدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد الله الحسکانی نقل می کند که در بغداد
حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد که عمر بن حسین بن مالک گفت که جعفر بن
محمد الاحمصی بمن گفت که حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری
که گفتند چون آیه و آت ذا القربی حقه نازل شد حضرت سالت باغ فدک را بفاطمه عطا فرموده الخ
دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس
المقانعی عن ابی کریب عن معاویة عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری
قال لما نزلت وات ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ء واعطاها فدك
تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہین روی السید
ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان
قال روی حدیث فدك فی تفسیر قوله تعالی وات ذا القربی حقه عن عشرین طریقا منها
ما رواه عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی و هیثم بن خلف الدوری و عبد الله بن سلیمان
بن الاشعث و محمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن
عابس و حدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن
عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما
نزلت وات ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ء واعطاها فدك کہ سید
ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود مین تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے

مین سے وہ روایت ہے جسکو اونھون نے اپنی معتبر اور صحیح کتابون مین اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالا یون لکھتے ہین کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک اونھین دیدیا۔

بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک مین ملا باقر مجلسی آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی شان نزول مین فرماتے ہین رواہ کثیر من المفسرین ووردت بہ الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ۔ کہ اس آیت کے شان نزول مین بہت روایتین بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہین۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابۃ الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہین کہ اس آیت مین جو ذاالقربی کا لفظ ہے اوس سے مراد قرابت رسولؐ سے ہے۔ پھر اونھین سے ایک روایت نقل کرتے ہین اخبرنا السید مھدی بن نزار الحسنی باسنادہ ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذاالقربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃؑ فدکؔ قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ بن موسی یسئالہ عن قصۃ فدکؔ فکتب الیہ عبید اللہ بھذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدکؔ علی ولد فاطمۃؑ انتھی۔ کہ ہمکو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھون نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہین کہ جب آیت وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبید اللہ نے اوسکے جواب مین اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہؑ کو دیدیا۔ اس روایت مین ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی تفسیر مین جو سورہ بنی اسرائیل مین واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح پر ذکر کیا ہے۔ واخبرنا السید ابو حمید مھدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد

ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرنی عمر بن الحسین
بن علی بن مالك قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین
قال حدثنا ابو معمر بن سعید جیثم وابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی وعلی بن مسهر عن
فضیل بن مرزوق عن عطیة الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذا القربی حقه الخ
اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر مین تفسیر منہج الصادقین مین اسطرح بیان کیا ہے۔
و نیز سید ابو حمید مهدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد الله الحسکانی نقل می کند که در بغداد
حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد که عمر بن حسین بن مالک گفت که جعفر بن
محمد الاحمصی بمن گفت که حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری
که گفتند چون آیه وآت ذا القربی حقه نازل شد حضرت رسالت پناه فدک را بفاطمه عطا فرموده الخ۔
دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس
المقانعی عن ابی کریب عن معاویة عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری
قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ء واعطاها فدك
تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہین روی السید
ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان
قال روی حدیث فدك فی تفسیر قوله تعالی وآت ذا القربی حقه عن عشرین طریقا فمنها
ما رواه عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وهیثم بن خلف الدوری وعبد الله بن سلیمان
بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن
عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریفی عن علی بن
عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما
نزلت وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ء واعطاها فدك کہ سید
ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود مین تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے

کہ وہ کہتے ہین کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی تفسیر مین بیس طریقون سے مروی ہے اونمین سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبید اللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور اونھون نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھون نے علی بن عابس سے اونھون نے فضیل بن مرزوق سے اونھون نے عطیہ عوفی سے اور اونھون نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک دیدیا۔

قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب احقاق الحق مین بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے رواہ الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما افتح خیبر اصطفی قری من قری الیھود الخ

عماد الاسلام مین ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف مین مذکور ہے یعنی سید احفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہین فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ماروا سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذا القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ

ابراهیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار" ۔ یعنی کنز العمال مین شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم مین ابو سعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ ای فاطمہؑ فدک تمہارے لیے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ مین اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب مین تفسیر درمنثور سیوطی سے نقل کی ہے کما یقول وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک ۔

اور اوسی کتاب مین چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین وما فی معارج النبوۃ الشھیر بسیر مولنا الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ "ودر مقصد اقصی مذکورست کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بردست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبریلؑ فرود آمد و گفت کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشان چیست جبریل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بادہ و آنچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وی حجتی نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابو بکر آورد و گفت این کتاب رسول خداست برای من و حسن و حسین"

ان چار روایتون کو نقل کرکے آپ فرماتے ہین "وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید" یعنی سید مرتضیٰ شافی مین کہتے ہین کہ سوائے

کہ وہ کہتے ہین کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تفسیر مین بیس طریقون سے مروی ہے اونمین سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبید اللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور اونھون نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھون نے علی بن عابس سے اونھون نے فضیل بن مرزوق سے اونھون نے عطیہ عوفی سے اور اونھون نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔

قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب احقاق الحق مین بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے رواہ الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما افتح خیبرا اصطفی قری من قری الیھود الخ

عماد الاسلام مین ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف مین مذکور ہے یعنی سید احفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہین فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) مارواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ

ابراهیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار" ۔ یعنی کنز العمال مین شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم مین ابو سعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ ای فاطمہؑ فدک تمھارے لیے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ مین اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب مین تفسیر درمنثور سیوطی سے نقل کی ہے کما یقول وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک ۔

اور اوسی کتاب مین چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین وما فی معارج النبوۃ الشھیر بسیر مولنا الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ "و در مقصد قصی مذکورست کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبریلؑ فرود آمد و گفت کہ حق تعالی می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشان چیست جبریل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بدہ و آنچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وی حجتی نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابو بکر آورد و گفت این کتاب رسول خداست برای من و حسن و حسین"

ان چار روایتون کو نقل کر کے آپ فرماتے ہین "وقال السید المرتضی رح فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید" یعنی سید مرتضی شافی مین کہتے ہین کہ سوائے

ابو سعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقون سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انھین دیدیا۔ اوجبکہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اوسکے ماننے کی کوئی وجہ نہین ہے فقط لیکن نہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین اور نہ جناب سید مرتضی نے اپنی کتاب شافی مین اون روایتون کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہین جن مین یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتون مین بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہین ہے۔ خصوصًا جبکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین اس روایت کو شیعون کی طرف سے باین الفاظ ذکر کیا تھا قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اوسکی نسبت اپنے جواب مین یہ لکھا تھا الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ھذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعون کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب مین وہ روایت کرتے ہین اکثر غلط ہے۔

آگے چلکر قاضی عبد الجبار نے صاف لکھدیا تھا وان صح عقد الھبۃ کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہ کے قبضے مین ہونا چاہیے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبد الجبار اس روایت پر یقین نہین رکھتے تھے۔ ایسی حالت مین جناب علم الہدی کا بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقون سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور اونکے دعوی کے ثبوت کے لیے کافی نہین تھا۔ اونکو چاہیے تھا کہ اون طرق مختلفہ سے جس کا اونھون نے بالاجمال دعوی کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور اون تمام روایتون کو بیان کرکے اپنے دعوی کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح مین جناب مجتہد سید محمد صاحب در منثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہین کما یقول تری السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ تعالے وآت ذا القربی حقہ اخرج البزار وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری

قال لما نزلت هذه الآية وآت ذا القربى حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة وأعطاها فدك ۔ واین روایت صحیح ست در آنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذا القربی حقہ یعنی عطا نما صاحب قرابت راحق او نازل گردید آنجناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را بآنحضرت عطا فرمود۔ شیخ علی متقی در کتاب کنز العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه قال النبی یا فاطمة لك فدك و سید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود مسند از ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ۔ و نیز صاحب وضۃ الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصی روایت اعطاء فدک و نوشتن وثیقہ را نقل کردہ چنانچہ آنفا عبارت آن معرض بیان در آمد و عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ با وصف اعطای فدک و ہبہ آن و نوشتن وثیقہ برای آن از زمان نبی خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آن بوقوع نہ پیوستہ باشد بلکہ لفظ اعطا نیز بران دلالت دارد کما لا یخفی۔ و صاحب تاریخ آل عباس کہ از معتمدین اہل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ نوشتہ کہ بعد از انکہ جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود و سد کس از علمای حجاز و عراق و غیر ایشان را تاکید کرد کہ کتمان صواب ننمودہ از متابعت حق و راستی سر نہ پیچند پس ایشان روایت واقدی و بشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر جبریل با آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذا القربی و چیست حق او جبریل گفت فاطمہ است و فدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد۔

صاحب تشیید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورہ بالا کے علاوہ پیش نہیں کی۔

کفایہ موسوم عصمت اولایہ کے جلد دوم میں صفحہ ۳۵ سے صفحہ ۳۸ تک تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذا القربی حقہ کی نسبت صفحہ ۳۶ میں یہ لکھا ہے۔ کہ از برای احدی از امت شبہ نبود در آنکہ فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم و احدی را در ان حقی نبود از امت۔ و اخبار طرفین از خاصہ و عامہ ناطق باین امرست۔ و نیز ظاہر آیہ وآت ذا القربی حقہ

بالتصدیق کثیر سے از علما و مفسرین و روات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نملہ وعطیہ دادہ بحضرت فاطمہ
چون ثعلبی و جوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان و شہرستانی و صاحب تاریخ آل عباس
و واقدی و بشر بن الولید و عبد الرحمن بن صالح و عمر بن شبہ و ابن حجر و صواعق و ابن ابی الحدید
و ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابو القاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد و احمد بن عثمان بغدادی
و قاضی عبد اللہ ابن موسی انہ لما نزلت آیۃ وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃ رض
فدک فقط۔ اس مین مؤلف نے روایت ہبۂ فدک اور دعوی فدک کو مخلوط کر دیا ہے۔ اور انکی
روایتون اور اقوال کو نقل نہین کیا مگر سوای ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہو چکا نام
بھی نہین لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۳۵ مین اوس کتاب کے باین الفاظ بیان کی گئی ہے
کما فیہ" و ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سُدّی و دیلمی روایت کردہ است کہ
حضرت علی ابن الحسین یکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل
این آیہ خواندہ کہ وآت ذا القربی حقہ آن شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربی کہ حق سبحانہ و تعالی
امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے"

ان کتابون کے علاوہ ایک اور کتاب ایران مین بالفعل چھپی ہے اور اوس کا نام
غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام اور اوسکے
مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہین اور انکی نسبت صاحب حدائق شیخ یوسف بحرانی نے
اپنی کتاب سمی بلؤلؤۃ البحرین مین یہ لکھا ہے کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا
متتبعا للاخبار مما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسی وکانت وفاتہ للسنۃ
السابعۃ بعد المأۃ والالف ۔ وصنف کتبا عدیدۃ تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ۔ یعنی
سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث و اخبار ہین کہ مثل انکے
اگلے لوگون مین سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہین ہوا اور انکی بہت تصنیفات ہین جن سے
اونکی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت

کرنے مین لکھی ہے اور اوسمین تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت کے متعلق جتنی روایتین
اور حدیثین ہین خواہ اہل سنت کی خواہ شیعون کی اون سب کو نقل کیا ہے اور اونھون نے
اس کتاب کے دیباچہ مین اون تمام کتابون کے نام لکھے ہین جن سے اونھون نے روایتین
نقل کی ہین - اور بلاشبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اوسکے مؤلف کی غزارت علم اور کمال فقہیت
کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھوین اور اٹھارھوین باب مین آیہ وآت ذا القربی
حقہ کے متعلق جتنی حدیثین اور روایتین فریقین کی ہین وہ نقل کی ہین مگر باوجود اس جامعیت
کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اونھون نے سنیون کی طرف سے بیان
نہین کی - البتہ گیارہ حدیثین شیعون کی نقل کی ہین چنانچہ اوسکے صفحہ ۳۲۲ مین یہ لکھا ہے الباب
السابع عشر قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ والمسکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث
واحد الثعلبی فی تفسیرہ فی ھذہ الآیۃ قال عنی بذلک قرابۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی
روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اھل الشام اقرأت
القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذا القربی حقہ قال وانکم القرابۃ التی امر
اللہ تعالی ان یؤتی حقہ قال نعم فقط اس کا ترجمہ جو لفظ بہ لفظ مین بزبان فارسی ہے وہ اوپر ہم
لکھ چکے - اسکے بعد وہ لکھتے ہین الباب الثامن عشر فی قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ
والمسکین الآیۃ من طریق الخاصۃ وفیہ احد عشر حدیثا یعنی امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق
گیارہ حدیثین ہین اور اوسمین عطیہ عوفی کی وہ روایتین بھی منقول ہین جسکو بعض سنیون کی
کتابون سے علماء امامیہ نے نقل کی ہین - جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہین
الثامن العیاشی باسنادہ عن عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وافاء اللہ علیہ
فدکا وانزل اللہ علیہ وآت ذا القربی حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک - التاسع العیاشی
باسنادہ عن عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسألہ
عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسی بھذا الحدیث - العاشر العیاشی باسنادہ

عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ ان المامون رد فدکا علی ولد فاطمۃ

منشی سبحان علی خانصاحب نے جو فن ادب مین مشہور ہین ایک کتاب امامت مین لکھی ہے اوسکے دوسرے حصہ کے صفحہ ۲۰۰ مین فدک کی بحث ہے مگر اسمین خانصاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اوسی کے مضمون کو اولٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہین کہ این فاقد الادراک سہیتعاب دلائل اثبات حق بضعۃ الرسول بر ہمان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی این اعتقاد امشار الیہ است می سازد فقط۔ اسمین کوئی روایت جدید منقول نہین ہے جو قابل تفصیل ہو۔

ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا اوس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھوین صدی تک جتنی مشہور کتابین شیعون کی اس بحث کے متعلق تھین اون سب سے ہمنے اون روایتون کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابون سے اونھون نے نقل کی تھین بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابین ہونگی جو ہمین نہین مل سکین مگر ایسے مشہور اور نامور عالمون نے جیسے کہ جناب علم الہدی اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شستری اور مولنا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالبًا انکے مطالعے سے کوئی اور روایت رہ نگئی ہوگی خصوصًا مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اسلئے ہمکو اس یقین کرنیکی وجہ ہے کہ جو کچھ اونھون نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اونکے پاس نہ تھا اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ یہ ثبوت نہ عقلًا نہ نقلًا شہادت مین داخل کرنیکے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اسلئے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ اوس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے مین چھپا ہوا ہے جسکے مختلف رنگ دوسرون نے لئے ہین اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہرین نکلی ہین اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہان سے ساری شاخین پھوٹی ہین۔ اور ہم یقین کرتے ہین کہ علما شیعہ جنکو ان روایتون پر بہت کچھ

نازہے اور جنھون نے اوسکی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جسکی بنا پر بہت بڑے الزام حضرات شیخین رضؓ پر لگائے ہین اور بہت دردناک تقریرونمین اونکا ظلم وستم ظاہر کیا ہے اور جناب سیدۃ النسا فاطمہ زہراؑ کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے مین ڈالنے والی باتین بنائی ہین اپنے پیش کیے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہمارے فاش کرتے ہین حیران اور ششدر ہوجائین گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نوراللہ شستری نے کشف الحق کے شائع ہونیکے بعد سنیون کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھین گے ای یتمنون ان یکونوا جمادا او شجرا او یبھتون کانھم الفھوا حجرا یعنی تمنا کرین گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہوجائین اور ایسے مبہوت ہوجائین گے گویا اون پر پتھر پڑ گئے ہین۔

علمارامامیہ کی مذکورۂ بالا کتابونمین جو حدیثین اور روایتین پیش کی گئی ہین جنکو وہ سنیونکی روایت کہتے ہین اونکی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کرکے دو قسم کی مفصلۂ الذیل روایتین پائی جاتی ہین۔ ایک وہ جنمین پوری تفصیل راویون کی لکھی گئی ہے دوسری وہ جسمین یا تو مشہور منقول عنہ کتاب کا نام ہے یا بجاے پوری سند بیان کرنیکے صرف بعض راویون کے نام لکھدیے ہین پہلی قسم مین چار اور دوسری قسم مین پانچ روایتین ہین۔ اول قسم کی روایتین یہ ہین۔

ایک وہ روایت جو طرائف مین سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جسکو علماء الاسلام اور دوسری کتابونمین بھی نقل کیا ہے اسکے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہین اول محی السنہ ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابونصر شعیب بن علی تیسرے موسی بن سعید چوتھے ولید بن علی پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتوین فضیل آٹھوین عطیہ نوین ابوسعید جنپر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری وہ روایت جو بحارالانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین تفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اوسکے راوی یہ ہین۔ اول سید ابوحمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے حاکم ابوالقاسم بن عبداللہ الحسکانی تیسرے حاکم ابوالحد ابوحفص چوتھے عمر بن احمد بن عثمان

پانچوین عمر بن حسین ابن علی بن مالک چھٹے جعفر بن محمد احمصی ساتوین حسن بن حسین آٹھوین ابو معمر بن سعید نوین ابو علی قاسم کندی دسوین یحیی بن یعلی گیارھوین علی بن مسہر بارھوین فضیل بن مرزوق تیرھوین عطیہ کوفی چودھوین ابو سعید خدری۔

تیسری۔ وہ روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاوس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی اول محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہین دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت مین علی بن عباس ہے) ساتوین جعفر بن محمد حسینی آٹھوین علی بن منذر طریقی نوین فضیل بن مرزوق دسوین عطیہ عوفی گیارھوین ابو سعید خدری۔

چوتھی۔ وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے۔ اوسکے اول راوی محمد بن عباس ہین دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ پانچوین فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابو سعید خدری۔

اور دوسری قسم کی روایتین یہ ہین۔

پہلی وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام مین نقل کی ہے۔ اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اوسمین دو راویون کے نام منقول ہین ایک ابراہیم بن محمد بن میمون دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویون نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچایا ہے۔

دوسری وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ مین در منثور سیوطی سے بلا حوالۂ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح مین اوسپر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ مامون نے عبید اللہ بن موسیٰ سے فدک کا حال تحریر اً دریافت کیا تو اونھون نے اسی حدیث کو جسکا

۱ دیکھو صفحہ ۱۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ

۲ دیکھو صفحہ ۱۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ

۳ دیکھو صفحہ ۱۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ

۴ دیکھو صفحہ ۱۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ

ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اوسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اسمین دو نام مذکور ہین ایک فضیل بن مرزوق دوسرے عطیہ۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف مین بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس مین سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالۂ واقدی قاضی نورالله شوستری نے احقاق الحق مین نقل کیا ہے۔

پانچوین وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصی سے عماد الاسلام وغیرہ مین نقل کی گئی ہے

یہ ہے کل مایۂ ناز علمارا امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اون تمام روایتون کا جسکو وہ بہت بڑے زور شور سے سنیون کے مقابلے مین ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہین۔ اور چونکہ یہ روایتین مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک مین بیان کی جاتی ہین بیچارے ناواقف سنی اونھین دیکھکر گھبرانے لگتے ہین اور یہ سمجھکر کہ یہ روایتین تو ہماری ہی کتابون سے نقل کی گئی ہین اور غالبا صحیح ہونگی حیران رہجاتے ہین۔ اور اکثر لوگون کو خجلان اور اپنے عقائد مین شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہمنے اون سب کو ایک جگہ جمع کردیا اس سے دیکھنے والون کو معلوم ہوسکے گا کہ سلسلہ ان تمام روایتون کا ابو سعید پر ختم ہوتا ہے اور ابو سعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انھین سے اس روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اسمین لگائے گئے ہین اوسکی جڑ ابو سعید ہین۔ مگر ابو سعید کے نام مین ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری ہین جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہین ہین بلکہ یہ وہ ابو سعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہین۔ اونکے بہت سے نام اور مختلف کنیتین ہین۔ اور اسی سبب سے لوگون کو اکثر اونکے نام مین دھوکا ہوجاتا ہے۔ کبھی اونکا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہین۔ اور اونکی تین کنیتین ہین ایک ابو نصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید۔ اور انھین سے

عطیہ عوفی روایت کرتے ہین۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثون کو اپنے شیخ ابو سعید کلبی سے اسطور پر روایت کرتے ہین کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہکر چپ ہو جاتے ہین کلبی یا اور مشہور نام انکا نہین لیتے تاکہ لوگون کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہین وہ ابو سعید خدری صحابی ہین چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور انکی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابو سعید کلبی سے ہے نہ کہ ابو سعید خدری سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا اور پھر ابو سعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابون سے بیان کرتے ہین۔ اور اوس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتون پر پڑا ہوا تھا اوٹھاتے ہین عطیہ۔ جنھون نے اس روایت کو ابو سعید سے بیان کیا ہے اونکی نسبت تقریب مین جو معتبر کتاب اسماء الرجال کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت مین خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ بھی تھے کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطئ کثیرا وکان شیعیا مدلسا اول تو انکی روایت بہ سبب اسکے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہین دوسرے بوجہ تدلیس کے پایہ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بہ لحاظ شیعہ ہونیکے یہ روایت شیعونکی ہے کہ سنیونکی۔ روایت مین خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزین محتاج بیان نہین ہین مگر تدلیس کیا چیز ہے اور راوی مین یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکین۔ ابن جوزی تدلیس کو روایت مین اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہین کہ وہ تلبیس ابلیس مین لکھتے ہین ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منھم علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثھم وکثرۃ روایاتھم وقد قال النبی من روی عنی حدیثا یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع

وھذا اقبیح لانہ یجعل المنقطع فی مرتبۃ المتصل انتھی یعنی علما محدثین کو ابلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے مین یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہین کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ یہ بات اونکی شرع مین خیانت ہے اور اونکا اپنی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹون مین کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث مین روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہے فلان نے فلان سے یا فلان نے کہا فلان سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلان نے فلان سے سنا ہے حالانکہ نہین سنا تو یہ بہت بری بات ہے اسلیے کہ راوی حدیث منقطع کو (جس کا راوی بیچ مین سے جھوٹا ہو) متصل کے (جس کے راوی برابر مسلسل ہون) برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی شھیر ضعیف.... قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث وکان ھشیم یتکلم فی عطیۃ وروی ابن المدینی عن یحیی قال عطیۃ وابو ھارون ولبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکتب بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوھم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہین کہ اونکی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہین کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور ہشیم کو عطیہ مین کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہین۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور اونسے تفسیر لیتے اور اوسے ابو سعید کے نام سے لکھدیتے اور یون کہتے کہ ابو سعید نے

ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود اونکا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھین کہ یہ ابو سعید خدری ہین۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے اونکو ضعیف بتایا ہے۔ اور سخاوی نے رسالہ منظومہ جزری مین جو اصول حدیث مین ہے باب من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ مین جہان کلبی کا ذکر لکھا ہے وہان یہ بیان کیا ہے وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ العوفی موھما انہ الخدری کہ یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہین۔ اور عطیہ عوفی اونسے جو روایت کرتے ہین وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابو سعید کہکر روایت کرتے ہین تاکہ لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہین۔

اس حقیقت سے جو ہمنے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روز روشن کے یہ بات کھل گئی کہ یہ روایت ابو سعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہین ہے۔ بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے۔

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہین تاکہ معلوم ہوجاے کہ یہ حضرت جن پر ان تمام روایتون کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثون کے بنانے والے اور شیعہ تھے انکی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری مین اوس باب مین جسکا اوپر ذکر ہوا یہ لکھا ہے کہ اون لوگونمین سے جنکے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتین ہین ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہین اونھین کی کنیت ابو نضر ہے۔ اور اس کنیت سے ابن اسحاق اون سے روایت کرتے ہین۔ اور اونھین کا نام حماد بن سائب ہے اور ابو اسامہ اسی نام سے اونسے روایت کرتے ہین اور اونھین کی کنیت ابو سعید ہے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی اونسے روایت کرتے ہین تاکہ لوگون کو شبہ مین ڈالین کہ یہ ابو سعید خدری ہین۔ اور انھین کی کنیت ابو ہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اونسے روایت کرتے ہین اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہین۔ ان من امثلتہ (ای من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ) محمد بن السائب الکلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحٰق وھو حماد بن السائب روی عنہ ابو اسامۃ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موھما

انه الخدری وهو ابوهشام روی عنه القاسم بن الولید اور تقریب مین انکی
نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابة المفسر
متهم بالکذب ورمی بالرفض من السادسة مات سنة مائة وست واربعین کہ محمد بن سائب
کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہین اور میزان الاعتدال
مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النساب الاخباری
قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانك تروی عنه قال انا اعرف صدقه من کذبه قال البخاری
ابو النضر الکلبی ترکه یحیی وابن مهدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن
سفیان قال لی الکلبی کل ما حدثتك عن ابی صالح فهو کذب وقال یزید بن زریع
حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویة قال الاعمش اتقوا هذه السبائیة فانی
ادرکت الناس وانما یسمونهم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئك
الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیا ویملأ عدلا کما ملئت جورا وان
رواسحابة قالوا امیر المؤمنین فیها وعن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول کان
جبریل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی
وقال احمد بن زهیر قلت لاحمد بن حنبل یجعل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال
الجوزجانی وغیر کذاب وقال الدارقطنی وجماعة متروك وقال ابن حبان وضوح
الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاعراف وفی وصفه یروی عن ابی صالح عن ابن عباس
التفسیر وابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیه خرجت له
الارض افلاذ کبدها لا یحل ذکره فی الکتب فکیف الاحتجاج به کہ محمد بن سائب کلبی جنکی
کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہین اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہین - امام ثوری
اونکی نسبت کہتے ہین کہ کلبی سے بچنا چاہیے اسپر اونسے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اون سے
روایت کرتے ہین تو اونھون نے جواب دیا کہ مین اوسکے جھوٹ کو اوسکے سچ سے جدا کرنا

جانتا ہون - اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اوسکی روایت قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور اونھون نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو مین تمسے روایت کرون وہ جھوٹی ہے - اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ بن سبا کے فرقے کا تھا - اور ابو معاویہ کہتے ہین کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہین - اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا یعنی اون لوگونمین سے جو کہتے ہین کہ علی کرم اللہ وجہہ نہین مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کرین گے اور اسے انصاف سے اوسی طرح بھر دین گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی مین ہین - اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے خود کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبرئیل پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لیے بیت الخلا جاتے تو جبرئیل علی پر اوس وحی کو املا کرتے یعنی اونسے کہتے - اور احمد بن زہیر کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے اونھون نے کہا نہین - اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اوسکی روایت لینے کے لائق نہین ہے - اور ابن حبان کہتے ہین کہ اوس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنیکی حاجت نہین ہے - اور ان حضرت کے صفات مین سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہین حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سنا - مگر جب اونکو تفسیر مین کچھ بیان کرنیکی حاجت ہوتی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب مین جائز نہین ہے نہ کہ اوس سے سند لینا -

اور تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جہان

بیان لکھا ہے وہان انکے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور انکے فرزند کو اس قسم کے ستر وکیل مین سے کہ جسکو حفاظ حدیث مین داخل بھی نہین کیا جیسا کہ وہ کہتے ہین ھشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقۃ فلھذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث وھو ابو المنذر ھشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابۃ اور یاقوت حموی نے معجم الادبا مین بیان محمد بن جریر طبری کی کتابون کا ذکر کیا ہے لکھا ہے ولم یتعرض ای الطبری لتفسیر غیر موثوق بہ فانہ لم یدخل فی کتابہ شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانھم عندہ اظناء کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب مین بیان نہین کی اور اسی لیے اپنی کتاب مین کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابون سے نہین لیا کیونکہ یہ لوگ اونکے نزدیک مشکوک لوگون مین سے ہین - اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات مین کلبی کی نسبت لکھا ہے قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اولہ الی اٰخرہ کذب لا یحل النظر فیہ -

یہ حالت ہے ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبد اللہ بن سبا کے فرقے مین سے ہین اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے باطن نبی چھپے ہونے کے معتقد - اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلی درجے پر ہین کہ جنکو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سنا اونسے برابر روایت کرتے ہین - اور جس موقع پر جو چاہا اوسے اپنے دلسے گڑھکر بیان کر دیتے ہین - اور اعتبار کی کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب مین اونکی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہین سمجھتے اور یہی ہین واضع یا ناقل حدیث ہبۂ فدک کے جسکو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لیے اونسے روایت کیا اور انکے دیگر نام اور کنیتین چھوڑ کر حدثنا ابو سعید کہکر لوگون کو اس شبہ مین ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہون گے -

اس بات کا ثبوت کہ ابو سعید جنپر سلسلہ ان حدیثون کا ختم ہوتا ہے ابو سعید خدری نہین ہین صرف خیالی نہین ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریرون اور روایتون سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال مین جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور جسے عماد الاسلام وغیرہ مین بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرائف اور عماد الاسلام وغیرہ مین منقول ہے اور در منثور سیوطی اور بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتون مین صرف ابو سعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اوسکے آگے نہین ہے یہ لفظ اوسی وہم کے سبب سے جس کا ہمنے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھایا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور ثابت بھی اسطور پر کہ اوسمین کچھ شبہ نہین رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نرہی کہ اور راویون سے بحث کی جای مگر ہم ہر روایت اور راویون سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیین سے کم وبیش بھرے ہوے ہین۔ اور جسکو دیکھیے اوس مین کچھ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔

پہلی روایت جو طرائف کی سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہمنے نقل کی اوسکے آخری راوی ابو سعید ہین اور جنسے اونسے روایت کی ہے یعنی عطیہ اونکا حال تو معلوم ہوگیا۔ اب فضیل کا حال سنیے جنھون نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیے گئے۔ اور تہذیب التہذیب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یہم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کٹر کٹے شیعہ تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب مین انکی نسبت لکھا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف کہ انکی

حدیث لکھ لیجاوے مگر قابل حجت نہین ہے اور نسائی کہتے ہین کہ وہ ضعیف ہین - اور میزان الاعتدال مین ہے قال ابو عبداللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطیء علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف یعنی ابو عبداللہ حاکم کہتے ہین کہ فضیل بن مرزوق ہین شرط صحت نہین ہے - اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ اونھون نے اوسکو ثقہ لوگون مین بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہین کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے - اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہین - ذہبی کہتے ہین عطیہ تو اسسے بھی زیادہ ضعیف ہے - ابن عدی کہتے ہین کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کرین تو اسسے احتجاج کیا جاے - اور احمد بن ابی خیثمہ نے ابن معین سے اسکا ضعیف ہونا روایت کیا ہے -

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے - اسکا حال سنیے - میزان الاعتدال مین ہے علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرھما روی عباس عن ابن معین لیس بشیء وقال الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک .... القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ ص فاطمۃ رض فاعطاھا فدک قلت ھذا باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ رض تطلب شیئا ھو فی حوزھا وملکھا وفیہ غیر علی من الضعفاء کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علاء بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہین - اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے

کہ یہ کچھ نہین ہین اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی اونکو ضعیف کہتے ہین۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ ایسی خطائین فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوے۔ قاسم بن زکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہمسے بیان کیا اور اونسے علی بن عباس نے اور اوس سے فضیل بن مرزوق نے اور اوس سے عطیہ نے اور اوس سے ابوسعید نے کہ جب آیہ وآت ذالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو بلا کر فدک دیدیا۔ ذہبی کہتے ہین کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دیدیتے تو حضرت فاطمہؑ پھر کچھ طلب نفرماتین اسلیے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک مین ہوتا۔ اور اس حدیث مین سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہین۔

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہین ان حضرت کا حال معلوم کیجیے۔ تقریب مین یہ لکھا ہے عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورۃ والنون الخفیفۃ ابوسعید الکوفی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے انکی ایک حدیث بخاری مین ہے بسکی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مولفہ صاحب مجمع البحار مین ہے ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون فقیل علیہ ھو یستحق الترک اور تذہیب التہذیب مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی ابوسعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ.... قال ابن عدی فیہ غلو روی احادیث منکرۃ فی فضائل اھل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعون کے بڑے لوگونمین سے ہین۔ ابن عدی کہتے ہین کہ انمین تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت مین بہت سی حدیثین منکر روایت کرتے ہین۔ اور صالح بن محمد کہتے ہین کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کو برا کہا کرتے تھے۔ اور میزان الاعتدال مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع لکنہ صادق فی الحدیث

عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا باخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتہم فی دینہ عباد وروی عبدان الاھوازی عن الثقۃ ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث فی الفضائل انکرت علیہ وقال صالح جزرۃ کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وسمعتہ یقول اللہ اعدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ۔ وکان داعیۃ الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاھیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی عباد بن یعقوب رشیع صدوق یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور بدعتیون کے رئیسون مین سے ہین لیکن حدیث مین صادق ہین شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت سی خلق سے روایت کرتے ہین اور اونسے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے راوی سے مقرون ہے روایت کی ہے۔ اور ابن خزیمہ کہتے ہین کہ ایسا شخص جو روایت مین ثقہ اور دین مین متہم ہو کر ہمسے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے۔ اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیان دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہین کہ یہ فضائل مین احادیث منکر روایت کرتے ہین۔ اور صالح جزرہ کہتے ہین کہ عباد عثمان غنی رض کو گالیان دیتا تھا۔ اور مین نے اوسکو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالی اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت مین داخل کرے کیونکہ اونھون نے حضرت علی رض سے بیعت کرنیکے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگون کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اسکے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اسلیے مستحق ترک ہوا۔ دارقطنی کہتے ہین کہ عباد شیعہ ہے۔

اس روایت کے سلسلے مین جن لوگون کے نام اسماء الرجال کی اون کتابون مین ہمکو ملے جو ہمارے پاس ہین اونمین پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچون شیعہ نکلے یعنی عباد بن یعقوب۔ علی بن عباس۔ فضیل۔ عطیہ۔ ابو سعید۔ اور ان سب کے بزرگ جو بانی اس روایت کے ہین وہ ابو سعید کلبی ہین جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے

کہ وہ حضرت علیؑ کی موت کے بھی قائل نہین بلکہ اونکی رجعت کے معتقد ہین۔

دوسری روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بتفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اوسکے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو سعید کلبی ہین جنکو غالی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے مین ایک یحیی بن یعلی ہین اونکی نسبت تقریب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعة اور تذہیب التہذیب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی ابو زکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ جندل ابن والق وقتیبة قال ابن معین لیس بشئ وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث کہ یحیی بن یعلی شیعی ضعیف ہین اور ابن معین کہتے ہین کہ کچھ نہین ہین اور ابو حاتم کہتے ہین کہ ضعیف الحدیث ہین۔ باقی راویون کی حقیقت نہ موجودہ کتابون مین ملی اور نہ اونکے تحقیق کی ضرورت ہے اسلیے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہون تاہم سلسلہ روایت اون تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہین اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہین اور جنکو ابو سعید خدری غالی یا دھوکے سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ سوا اسکے یہ روایت جو بحار الانوار مین لکھی ہے اوسمین کسی کتاب کا حوالہ نہین کہ جسکی طرف رجوع کیجاے کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ یہ روایت شیعون ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے ہمانکی کتابون سے نقل کیا ہو۔

تیسری روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اسکی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہین منتہی المقال فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما اور مفسرین شیعہ مین سے ہین جیسا کہ انکے ترجمہ کتاب مذکور مین لکھا ہے محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماہیار ابو عبد اللہ البزاز المعروف

بابن الجحام ثقة ثقة فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث له کتاب المقنع فی الفقه
کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اهل البیت وقال جماعة من اصحابنا
انه کتاب لم یصنف فی معناه مثله وقیل انه الف ورق جشرصه الا ذکر الکتابین الاولین
وفی ست اجبرنا بکتبه وروایاته جماعة من اصحابنا عن ابی محمد هارون بن موسی التلعکبری
عنه اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مروان الثقة عند التلعکبری کہ محمد بن عباس ثقہ ہین
اور ہمارے اصحاب مین سے ہین نہایت کثرت سے حدیثین روایت کرتے ہین اور بہت کتابین
انکی تصنیفات مین سے ہین اونمین سے ایک تفسیر ہین اون آیات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی
شان مین نازل ہوئین اور جسکی نسبت ہمارے بہت سے عالمون نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب
اس باب مین کبھی تصنیف نہین ہوئی اور اوسکے ہزار ورق ہین " اسلیے اس تفسیر مین
لکھا ہونا تو صرف شیعون کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیون کو - اور ان حضرت نے اپنی تفسیر مین یہ لکھا
نہین کہ اس روایت کو سنیون کی کتاب سے لیا ہے یا شیعون کی مگر یہ بھی وہی روایت ہے جسکو
ہم اوپر بیان کرچکے اسلیے کہ اسمین دو طریقون سے اس روایت کو بیان کیا ہے ایک تو محمد بن
محمد اور ہیثم بن خلف اور عبداللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے کہ یہ چارون کہتے ہین حدثنا
عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث اونکو عباد بن یعقوب سے پہونچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن
عباس سے (جسکو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی
روایت کرتے ہین علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہین علی بن عباس سے
پس یہ دونو سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہین اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر
اور اونکا عطیہ پر اور اونکا ابوسعید پر - اور ان تینون کا حال بخوبی معلوم ہوچکا ہے - اسمے
ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق
تھے مگر شیعہ جیسا کہ تقریب مین لکھا ہے علی بن منذر الطریقی بفتح المهملة وکسر الراء بعدها
تحتانیة ساکنة ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع اور میزان الاعتدال مین ذہبی اونکی

نسبت کہتے ہین قال النسائی شیعی محض ثقۃ اور جبکہ علی بن منذر شیعہ تھے تو اون کی ایسی روایت پر جو اونکے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ نہ صرف معمولی شیعہ ہین بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعون کے ہین جیسا کہ منتہی المقال مین جو اسماء الرجال مین نہایت معتبر کتاب شیعون کی ہے اونکی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد بن ابراھیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنہ التلعکبری وکان سماعہ عنہ سنۃ اربعین وثلاثمأۃ بمصر ولہ منہ اجازۃ وزاد فی بعض النسخ ابو القاسم فی الاول فالظاھر انہ یکنی بہ وکناہ بہ الشیخ ایضا فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنہ بالشریف الصالح وفی عبد اللہ بن احمد بن نہیک ایضا کونہ من مشائخ الاجازۃ وذلک امارۃ الوثاقۃ اور عبد اللہ بن احمد بن نہیک کے ذکر مین لکھا ہے الشیخ الصدوق ثقۃ اور راوھین کے تذکرے مین لکھا ہے اخبرنا القاضی ابو الحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازۃ ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراھیم الموسوی انتھی

دوسرے سلسلے مین ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہین اونکی نسبت تقریب مین لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبہ کاوکذبوہ یعنی یہ حضرت جھوٹون مین داخل ہین۔ اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے اس سے بڑھکر انکے تشیع کی اور کیا دلیل ہوگی کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا البجازی الکوفی عن علی بن منذر الطریقی وجماعۃ تکلموا فیہ وقیل کان یومن بالرجعۃ وقد حدث بکتاب النھی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن لہ فیہ سماع ومات سنۃ ست وعشرین وثلاثمأۃ اور ایک راوی اس مین محمد بن محمد بن سلیمان ہین یہ وضع حدیث مین متہم ہین۔ اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر موضوع اتھم بہ ۲ اور ایک راوی عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث ہین انکی نسبت میزان الاعتدال

مین لکھا ہے کہ یہ اول مین منسوب بنا صبیت تھے اسلیے یہ بغداد سے نکالدیے گئے مگر پھر علی
بن عیسی کے زمانے مین واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لیے اپنے خیال سے بنا بناکر
فضائل کی حدیثین بیان کین اور راوئین کے ایک شیخ بن گئے الفاظ میزان کے یہ ہین عبید اللہ
بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقہ صاحب التصانیف وثقہ الدارقطنی
فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال لولا ما شرطنا
والا لما ذکرتہ الی قولہ سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبید اللہ کذاب قال ابن سعد کفانا
ما قال ابوہ فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسی بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت
ابراھیم الاصبہانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء نسب الی
شیء من النصب فنفاہ ابن الفرات من بغداد فورد علی ابن عیسی فحدث واظہر فضائل من تخییل فصار شیخا منہم
یہ حال تو ہے اون دو طریقون کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر محمد بن عباس سے نقل کی ہے
اور لکھا ہے کہ بیس طریقون سے یہ حدیث منقول ہے غالبا یہی کیفیت باقی سلسلون کی بھی ہوگی
بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لیے بھی بیان کیے گئے ہون ہمکو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے
یقین نہین آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب
بحار الانوار مین جو ایک دریا ناپیدا کنار ہے لکھنے سے دریغ نفرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے
والون کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے اوسکے اول محمد بن عباس ہین
دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابوکریب چوتھے معاویہ بن ہشام پانچوین فضیل بن
مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابوسعید خدری ہین۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے اسلیے ہم اس
روایت کو بھی اگرچہ اسکے درمیانی راوی دوسرے ہین دوسری روایت نہین خیال کرتے
اور کیونکر خیال کرین جبکہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابوسعید ہین۔ انمین سے ایک

درمیانی راوی ابوکریب ہین وہ بھی مجاہیل سے ہین جیساکہ تذہیب التہذیب مین لکھا ہے
ابوکریب الاسدی قال ابوحاتم مجہول۔

قسم اول جس مین چار روایتین تھین اونکا حال ہم بیان کرچکے اور یہ بات ہمنے صاف صاف دکھادی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جسکے آخری راوی شیعی ہین۔ دوسرے قسم کی اویتون کا بھی یہی حال ہے۔

کنزالعمال سے جو روایت عمادالاسلام مین نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے عن ابی سعید نہ لفظ خدری کا ابوسعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اوسمین مذکور ہے۔ اور صاحب کنزالعمال نے اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور حاکم نے اسکی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری روایتون کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوے اور اونکی کتابون مین موضوع حدیثین منقول ہین اور الفاظ رافضی خبیث بھی اونکی نسبت استعمال کیے گئے ہین جیساکہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین لکھا ہے قال الخطیب ابوبکر ابوعبداللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراہیم بن محمد المزدی وکان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح علی شرط البخاری ومسلم منہا حدیث الطیر ومن کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرہا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولاریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہا احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجہا فیہ قال ابن طاہر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن اور اونھون نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے وہ خود اونکے تشیع کو ثابت کرتی ہے اسلیے کہ انکی نسبت منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو کہ شیعون کی معتمد کتاب سے ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال مین اجلاء شیعہ سے

لکھا ہے کما قال ومن کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلاء الشیعۃ روی عن علی بن عابس انتھی ولعلہ ابن میمون الآتی اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہین ابراھیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمۃ عبداللہ بن مسکان ان ابراھیم ھذا احمل جواب مسائل عبداللہ عن ابی عبداللہ فیظھر ان الامام کان یعتمد علیہ فھو معتمد علیہ وقال الجمع اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے بلکہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرتؑ نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت مین علی بن عباس ہین اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے کہ انہ کان من الضعفاء والمتروکین۔ اور ان حضرت کا سلسلہ ابوسعید تک پہونچتا ہے اور خیریت سے اسمین خدری کا لفظ بھی نہین ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہین ہین بلکہ وہی ابوسعید کلبی ہین۔

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام مین تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح مین تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابویعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوسعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہین ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہوچکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف مین اسکی اسناد بیان کی ہین اور وہ یہ ہین حدثنا عبادبن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید اسمین بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہین ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابوسعید کلبی ہین۔ اور عطیہ انھین سے روایت کرتے ہین اور سوائے ابویحیی تیمی سب راوی اسکے شیعی ہین جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہوچکی۔ اور ابویحیی تیمی کی نسبت تہذیب مین لکھا ہے ضعفہ ابوحاتم کہ یہ بھی ضعفا مین سے ہین غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہین ہے بلکہ وہی ابوسعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبدالرحمن بن صالح کہتے ہین

کہ مامون کے پوچھنے پر ہبۂ فدک کے متعلق عبیداللہ بن موسی نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت از سرتاپا شیعوں کی روایت ہے۔ ابتدا بھی اسکی شیعی سے اور انتہا بھی اوسکی شیعی پر ہوتی ہے۔ اسلیے کہ روایت عبدالرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے اونکی نسبت میزان الاعتدال ذہبی مین لکھا ہے عبدالرحمن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب الصحابۃ رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنۃ خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب مین اُنکی نسبت لکھا ہے عبدالرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابۃ کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع مین غرق تھے یہانتک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن مین حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر اونسے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کرین۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے تو چونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہین بشرط صحت اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامون کو جو جواب عبیداللہ ابن موسی نے لکھا اوسمین وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول ہے۔ اور ان حضرات کا حال ہم اوپر بتفصیل بیان کر چکے۔ اسلیے وہ روایت قابل سند نہین ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق مین واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بجذف سلسلۂ اسناد منقول ہے۔ غالبا یہ بھی وہی روایت ابوسعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق مین بیان کیا ہے اسلیے اسکی طرف توجہ کرنیکی بھی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ واقدی اون بزرگوار مصنفون مین ہین کہ اونکی کتابین نہ صرف ضعیف روایتون بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبرون سے بھری ہوئی ہین اور اونکی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہان تک کہ اونکو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے۔

اول واقدی کا حال سنیے اُنکی نسبت تقریب مین لکھا ہے عمر بن واقد ی المدنی القاضی

تزیل البغدادی متروک مع سعۃ علمہ کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونیکے متروک ہین۔ اور تذکرہ حفاظ
مین ذہبی انکی نسبت لکھتے ہین محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم اسبق ترجمتہ
ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ وھو من اوعیۃ العلم لکنہ لایتقن الحدیث وھو راس فی
المغازی والسیر وروی عن کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہین۔ مین
انکے ترجمے کو یہان اسلیے نہین لکھتا کہ محدثین نے انکے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے۔
اگرچہ یہ زبردست عالم ہین لیکن حدیث مین احتیاط نہین کرتے۔ مغازی اور سیر خوب جانتے ہین
مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہین۔ اور تذہیب التہذیب مین بھی یہی انکی صفت لکھی
ہے اور پھر لکھا ہے قال البخاری متروک اور تہذیب مین ہے وقال احمد ھو کذاب وقال
ابن معین ھو ضعیف اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن عمر بن واقدی
الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیۃ العلم علی ضعفہ وحسبک ان ابن ماجۃ لایحتج ان
بسیمیہ قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزھری
علی معمر ونحوذا وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ یکتب حدیثہ وقال البخاری وابو حاتم
متروک وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر
محفوظۃ والبلاء منہ وقال ابو غالب بن بنت معاویۃ بن عمرو سمعت ابن المدینی
یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابو داؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان
الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرۃ بن محمد المھلبی سمعت
ابن المدینی یقول الھیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی لا ارضاہ فی الحدیث
ولا فی الانساب ولا فی شئ قلت وقد سبق جملۃ من اخبار الواقدی وجوہ وغیر ذلک
فی تاریخی الکبیر ومات وھو علی القضاء سنۃ سبع ومائتین فی ذی الحجۃ واستقر الاجماع
علی وھن الواقدی۔ ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے اور
بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہان تک کہ اونکی وھن اور متروک الحدیث ہونے پر سب

متفق ہین اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار حدیث غریب اونسے منقول ہین انکی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین انکی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اوسکی مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر مین نہین لیا اسلیے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر معتبر تھے ۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضون نے بیان کیا ہے کہ اسکے نام سے جو کتابین مشہور ہین وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحاق مدنی کی ہین جو کہ رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہین اونکی کتابون کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اوسے مشہور کیا اسلیے اسکی کتابین درحقیقت شیعونکی کتابین سمجھنا چاہیین جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو معتبر کتابونمین سے شیعونکی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل مین لکھا ہے کما یقول ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ وکان خصیصا والعامۃ لھذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وفی فھرست الشیخ ابن محمد بن یحیی ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ وکان خاصا محدثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ فی اسباب تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وذکر بعض اصحابنا ان لہ کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الاردی الی قولہ وما من العامۃ تضعفہ لذلک ویشھد لہ ما من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب رافضی ۔ (دیکھو صفحہ ۲۵ منتہی المقال مطبوعۂ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت مین پیش کرنا اور اوس سے ایسے معرکۃ الآرا بحثون مین استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب مین حضرات امامیہ کو نہین ملی اور ملے کیونکر جبکہ اوس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے ۔ اور جبکہ واقدی کی

کتابونکی نسبت یہ مانا جاے کہ اوسنے ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی کی کتابون کو نقل کرکے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابین اصل مین شیعون کی ہین۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سن لیجیے۔ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ و قال ابو النضر ہاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یہودیا قصابا سباغا فی سویقۃ نصر بن مالک و قال المروزی سمعت اباعبداللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یہودیا و کان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتھی او تفسد خشبۃ یعنی تصلب و قال قتیبۃ بن سعید بشر المریسی کافر و قال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اھل العلم قولھم فیہ و کفرہ اکثرھم لاجلھا قال ابو زرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہین کہ اوس سے روایت کیجاوے۔ ابو نضر ہاشم بن قاسم کہتے ہین کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار مین تھا اور مروزی کہتے ہین کہ مین نے ابو عبداللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس مین استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئے گا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دیدین گے اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہین کہ اس سے بُرے اقوال منقول ہین جنکی وجہ سے علمانے اسکو کافر کہا ہے۔ اور ابو زرعہ رازی کہتے ہین کہ یہ زندیق تھا۔

پانچوین روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام مین نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہمکو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولنا سید دلدار علی صاحب سے محقق و متبحر عالم اسے سند مین پیش کرتے ہین۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالبعلم تک جانتے ہین کہ مولود کے رسالون سے بڑھکر کوئی قدر اور قیمت اوسکی علما کے نزدیک نہین ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لیے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اوسکی وقعت

نہین ہے۔ یہ اوس قسم کے مورخین مین سے ہین کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لیے جو خشک و تر ایندھن اونکو ملا اوسے کام مین لاے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محظوظ کرنے کے لیے اوسے عمدہ الفاظ مین بیان کیا۔ مگر اوسکو آجتک کسی نے اس قابل نہین سمجھا ہے کہ اوس سے کوئی سند پیش کیجاے نہ سواے رسالون مولود کے کسی بحث مین آجتک اوس سے کوئی سند پیش کی گئی لہذا اوس مین مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علما سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اوسکا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اوسمین اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہین قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعا موخر اور اوسکے منافی روایت کو وضعا مقدم کیا ہے وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے اور اسکے منافی روایت کو بحوالہ مقصد قصی لکھا ہے وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اسکی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونیکی تقدیر پر بھی اوسمین موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ اس قابل نہین ہے کہ ہم اوسکی نسبت کچھ بھی لکھین بجز اسکے کہ اوسکو علما کی شان سے بعید سمجھین۔

ہمنے تمام روایتونکی حقیقت بیان کر دی اور سب راویونکا حال لکھدیا اور شافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے ابتک جسکو نو سو برس ہوے جتنی روایتین ہبہ کی تائید مین پیش کی گئی تھین اون سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دمدم برد شتم مادہ برآمد ان روایتون پر ثابت کر دی

اسلئے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہونچتا ہے اور اوسکی روایت بسبب اون عیبون کے جو اوسمین تھے ہرگز قابل لحاظ نہین اور باوجود اسکے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضی علم الہدی اور جناب مولانا دلدار علی صاحب محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انه لما نزل قوله تعالی وآت ذا القربی حقه دعا النبی فاطمة فاعطاها فدك واذا کان ذلك مرویا فلا معنی لدفعه بغیر حجة کیا یہ بات تعجب انگیز نہین ہے کہ سید مرتضی ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نفرمائین اور صرف اوس روایت کو جو اباعن جد شیعون مین مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کافی سمجھکر اپنی طرف سے صرف یہ لکھدین کہ اور مختلف طریقون سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اوس سے کم یہ بات تعجب کرنیوالی ہے کہ علم الہدی کے زمانے سے لیکر اب تک باوجودیکہ ہزارون عالم اس مدت مین گذرے اور سیکڑون کتابین اس بحث مین لکھی گئین اور بڑے بڑے دعوی کیے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور دردانگیز تقریرون مین یہ دعوی بیان کیا گیا اور علما شیعہ نے سنیون کی ساری کتابین چھان ڈالین نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعوی کے ثبوت مین اہل سنت کی کتابون سے پیش نکر سکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر مین لیگئے۔ اگر یہ نامور علما اور یہ مشہور متکلمین جنکے علم و فضل کا غلغلہ آسمان تک پہونچا اور جنھون نے اپنے گروہ مین سنیون پر فتح و ظفر حاصل کرنیکی خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریرین کرنے اور زور قلم دکھلانیکے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزون ہوتا۔ مگر ایسا نکرنے سے خود اونھون نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہین ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے مین صحیح اور قابل اعتبار قرار دیکر پیش کر سکتے

شافی - اور کشف الحق - اور طرائف - اور بحار الانوار - اور عماد الاسلام - اور طعن الرماح - اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اسکے اور کچھ نکر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی اور آیندہ مشہور کی تھی اوسی کو پیش کرتے اور اوسی سے استدلال کرتے - اور ہم نہ صرف پچھلے لوگون پر کسی حدیث صحیح کے پیش نکرنے کا الزام دیتے ہین بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہین اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعون کو مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہین کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جسکے بانی اور راوی شیعہ نہون اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

چونکہ اب ہم اچھی طرح اون روایتون کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابون سے شیعون نے پیش کی تھین اب ہم اوس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہین جو خود شیعون کی روایتون مین ہے اور جس سے اونکا دعوی خود اون کے یہان کی روایتون سے ثابت نہین ہوتا

تناقض اور اختلاف شیعون کی اون احادیث اور اخبار مین جو اس باب مین بیان کی گئی ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا تھا

ہبۂ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اون حدیثون کو بیان کرتے ہین جسمین فدک کے دیے جانیکا ذکر ہے - بعد اوسکے اوس کا تناقض اور اختلاف بیان کرین گے -

(۱) جب یہ آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو بلاؤ وہ بلائی گئین آپ نے کہا کہ ای فاطمہؑ فدک اونمین سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہین کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانونکا اوسمین کچھ حق نہین ہے اور مین وہ تمھین دیتا ہون اسلیے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لیے لو - (بحار الانوار کتاب الفتن باب ۱۰ ول

الآیات فی امر فدک صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی مین امام جعفر صادق سے مروی ہے یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ مین اپنے ہمراہیون کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبرئیل نازل ہوے اور کہا کہ ای محمد اوٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوے اور جبرئیل آپ کے ساتھ تھے زمین آپکے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جسطرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک مین پہونچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کر دروازے بند کر لیے اور کنجیان ایک بوڈھیا کو دیدین جبرئیل نے اوس سے کنجیان لیکر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہوکر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اوس وقت جبرئیل نے کہا کہ یا محمد ھذا ما خصک اللہ بہ واعطاکہ دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپکے لیے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اسمین آپ کا شریک نہین۔ پھر جبرئیل نے دروازے شہر کے بند کر دیے اور کنجیان آپ کے حوالے کین۔ جب آپ مدینہ مین داخل ہوے تو فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ ای میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون وانہ قد کان لامک خدیجۃ رضی علی ابیک ھم وان اباک قد جعلھا لہ بذلک وانحلتکھا لک ولولدک بعدک کہ تمہاری مان کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے اوسمین مین تمھین اور بعد تمہارے تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔ پھر حضرت علی کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لیے لکھدو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کیطرف سے علی نے لکھا اور اوسپر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور اونکو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اوسکا اجارہ دیدیا گیا۔ بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰۔

(۳) تیسری روایت مین بعد بیان اس امر کے کہ کسطرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا لکھا ہے کہ آیہ وات ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اوسوقت جبرئیل نے فرمایا اعط فاطمۃ فدکا وھی من میراثھا من امھا خدیجۃ ومن احتملھا

بنت ابی ھالہ کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی ماں خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث مین سے ہے۔ پھر آپنے جو کچھ اوس مین سے مال لیا تھا اوسکو لیکر فاطمہؑ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی فاطمہؑ نے جواب دیا کہ مین آپکی زندگی مین کوئی نئی کارروائی نکرونگی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپنے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تمپر عار رکھکر اسکو میرے بعد تمسے چھین لین اور تمکو نہ دین۔ فاطمہؑ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہین کرین۔ آپنے لوگونکو اونکے گھر مین بلاکر سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے اور پھر اوسکی اونمین تفریق کردی اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہؑ کی قوت کے بقدر لے لیتے۔ اور جب آپ کی وفات قریب پہونچی تو آپ نے فدک بالکل اونکو دیدیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱۔ از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ مسکین تو مین جانتا ہون ذوالقربی کون ہین۔ جبرئیل نے کہا ھم اقاربک وہ آپ کے رشتہ دار ہین تب آپ نے حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ کو بلاکر کہا کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے فئے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمھین دون۔ اسلیے مین تمھین فدک دیتا ہون۔ بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادقؑ سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جسکو ہم مفصل دعوی ہبۂ فدک مین نقل کرین گے اوسمین جہان شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب آپکو جبرئیلؑ فدک کے حدود بتانے کے لیے لیگئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ آپ کہان تشریف لیگئے تھے آپنے فرمایا کہ جبرئیل مجھے فدک کے حدود بتانے لیگئے تھے اسپر حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فتصدق بھا علی فقال ھی صدقۃ علیک فقبضتھا کہ ای میرے باپ مین بعد آپکے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہون فدک مجھے دیدیجیے آپنے فرمایا اچھا یہ تمھارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمھارے لیے عطیہ ہے

پس فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

یہ روایتین جو اوپر ہمنے بیان کین کچھ جزئی اور غیر ضروری باتون ہی مین باہم مختلف نہین ہین بلکہ اونکا تخالف اون اہم امور مین ہے جو نفس واقعہ پر موثر ہے۔ اور انکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتین بنائی ہین مگر اونکی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کردیا کہ اوسکا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت مین جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئین۔ اور دوسری روایت مین جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیان فدک کی لیکر مدینہ مین داخل ہوے تو خود فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری مان کے مہر مین جو مجھپر واجب الادا ہے تمھین اور تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔

اور نیز پہلی روایت مین ہے کہ آپنے فاطمہؑ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تمکو فدک دیدون۔ اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لیے مخصوص کردیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون اور اس اختیار کی وجہ سے آپنے کہا کہ تمہاری مان کے مہر مین اسے دیتا ہون۔

تیسری روایت مین جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہمنے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکور کے نازل ہونے پر آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ حق ذوالقربی کا کیا ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی مان خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث مین سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مان کی میراث مین فدک فاطمہؑ کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت مین لکھا ہے کہ مان کے مہر مین دیا گیا۔ غالبا جبریل امینؑ نے میراث اور مہر کو ایک تصور

کیا ہوگا - یا اونسے سہو ہوگیا ہوگا - سو اسکے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے - اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا بیان کچھ ذکر نہین شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر مین قرار پائی ہوگی -

پھر اسی تیسری روایت مین یہ ہے کہ جب آپنے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو اونھون نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی مین مین کوئی نئی کارروائی نہین کرنی چاہیئے آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے اسپر آپنے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تمکو مدین تب فاطمہؑ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہین کیجیے اسپر آپنے لوگون کو اونکے گھر مین بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے - اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگون کو آنحضرت صلعم نے جمع کر کے فدک کے دینے کا اعلان فرمادیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اون روایتون مین جن مین یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی یہ لکھتے ہین کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضی اور حسنینؑ کو شہادت مین پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت مین پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگون کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اوسوقت زندہ اور موجود ہونگے پھر طلب کرنیکے وقت اونمین سے دو چار کے نام اگر لیے جاتے اور وہ آکر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہ کو ملجاتا یا اونکی حجت ابوبکر پر تمام ہوجاتی - کیونکہ وہ تو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیون نکردی گئی - اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے مین نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین رہا اوسکا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اوسکی آمدنی آپ ہی جس مصرف مین چاہتے تھے صرف کرتے تھے اور حضرت سیدہ کو اوسکی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہین ہوسکتا ہے اور جس روایت مین بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور اونھین کا وکیل اوسپر مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اوس وکیل کو نکالدینا مذکور ہے وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہوگئی

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کو فاطمہؑ کے گھر پر بلا کر کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہؑ کے نام لکھا دیا تھا اور اوسپر شہادت علیؑ اور ام ایمن کی کرائی تھی۔ تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آیندہ لوگون کو موقع فاطمہؑ کے محروم کرنے کا باقی نرہے یہان تک تو آپنے دور اندیشی فرمائی کہ لوگون کو بلایا اور اونکو جتایا کہ یہ مال فاطمہؑ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علیؑ سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اون لوگونمین سے جو بلاے گئے تھے کسیکی گواہی نہ لکھوائی حالانکہ اونمین سے دوچار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا تاکہ شہادت پر بقول شیعون کے جو اعتراض ہوا وہ نہوتا اور غیرونکی گواہی سنکر شیخینؓ کو بھی دعوی تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت مین یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؑ کو واپس کردیا مگر پھر اوسکی کوئی تفصیل نہین بیان کی گئی کہ کسطرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہؑ کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعون پر ہے کہ یہ کارروائی فدک پر فاطمہؑ کے قبضہ کرانیکی کسوقت اور کیونکر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل متناقض ہے اسلیے کہ اور حدیثون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربیٰ کے معنی آپ نے جبریلؑ سے پوچھے تو جبریلؑ نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہؑ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہین لیا بلکہ اسقدر تخصیص ظاہر کردی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دارہین یعنی امت کے اقارب مراد نہین۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہین اور کنکو انکا حق دینا چاہیے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنینؑ اور فاطمہؑ ہی کو وہ دیدین۔ اور حدیثونمین تو حضرت فاطمہؑ کی تخصیص کا یہ جواب ہوسکتا تھا کہ آنحضرتؐ نے تخصیص نہین کی بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اوسکی تعمیل کرنے والے تھے

مگر اس حدیث مین جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اوس کا جواب کچھ ہو ہی نہین سکتا اسواسطے کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نفرمائین اور تمام اقارب مین سے صرف اپنے نواسون اور ایک بیٹی کو منتخب کرلین - اور معاذ اللہ اس طور پر دوسرون کے حقوق تلف کیے جائین - معلوم نہین کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو اونکے اس قول اور خیال سے لگتا ہے کیونکر دور کرسکین گے - اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبرؐ کے عدل اور انصاف اور بے طرفداری اور بے غرضی کی یہی شان تھی کہ وہ اورون کو چھوڑکر تین رشتہ دارون کو صرف اسلیے کہ انھین زیادہ چاہتے تھے چن لین اور جو کچھ اوسوقت اونکو ملا ہو وہ سب کا سب انھین کو دیدین - معلوم نہین کہ حضرات امامیہ اسکا کیا جواب دینگے ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے ہین اور پیغمبرؐ کی شان مین اسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ اون پر ایک قسم کا اعتراض سمجھتے ہین نعوذ باللہ من ھذا - سوائے اسکے اکثر روایتون مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؑ نے حسنینؑ کو بھی پیش کیا اور اونھون نے بھی گواہی دی اسکا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے - اسلیے کہ اس حدیث کی رو سے تو فقط فاطمہؑ دعوی کرنے والی نہین ہوسکتی تھین بلکہ حسنین کا بھی مدعیون مین شریک ہونا چاہیے تھا پھر وہ کیونکر مدعی ہوکر گواہ ہونمین پیش کیے جاسکتے تھے -

پانچوین روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعون کا گرجاتا ہے اور سارا تانا بانا اونکا ٹوٹ جاتا ہے اسلیے کہ جو شہادت ام ایمن کی اوسمین بیان کی گئی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ ای میرے باپ مین آپکے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہون فدک مجھے عطا کردیجیے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمپر صدقہ یعنی عطا ہے - اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے کہا کہ ای ام ایمن اور ای علی تم گواہ رہنا - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے خود فدک کی درخواست کی اور آپ کے بعد مفلسی کا خوف بتاکر آپ سے فدک مانگا اور اونکے مانگنے پر آنحضرت نے فدک اونکو دیدیا - اس روایت سے آیہ وآت ذا القربی حقہ کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبرئیلؑ سے ذوالقربی کے معنے

پوچھکر بحکم آیہ وآت ذا القربی حقہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک ہبہ کردینا باطل ہوگیا۔ اور وہ روایتین بھی جس مین یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو اونکی مان کے مہر یا میراث مین دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ایسی روایتون کے ہوتے ہوے حضرات امامیہ کسطرح فدک کے ہبہ کو ثابت کرسکتے ہین اور کس منہ سے باوجود ان متناقض روایتون کے ہبۂ فدک کا نام زبان پر لاتے ہین۔

ان متناقض اور مختلف روایتون کے علاوہ ایک اور روایت کافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربی سے مراد علیؑ تھے اور حق اونکا وہ وصیت تھی جو اونکو کی گئی۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اونکو دیے گئے۔ یہ حدیث باب شصت وچہارم کتاب الحجۃ مین کافی کے منقول ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے جس مین اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم ہمیشہ فضائل اہل بیتؑ اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن مین اونکی نسبت بیان ہوا ہے اوسے ظاہر کرتے۔ آپنے آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی اور اسکے بعد آپنے فرمایا جسکو بالفاظ ذیل کافی مین بیان کیا ہے ثم قال جل ذکرہ وآت ذا القربی حقہ فکان علی وکان حقہ الوصیۃ التی جعلت لہ والاسم الاکبر ومیراث العلم واثار علم النبوۃ اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی مین ان لفظون سے کیا ہے۔ بعد ازانکہ گفت جل ذکرہ در سورۂ بنی اسرائیل بدو صاحب نزدیک تر حق اوپس حاضر شد علیؑ برای اخذ حق خود وبود حق او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برای او یعنی اینکہ آن حق باو رسانیدہ شد واسم اکبر ومیراث علم وآثار علم نبوت۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق ادا کرنے کے لیے نازل ہوئی اور ذوالقربی سے بھی وہی مراد ہین اور اس صورت مین وہ روایتین باطل ہوتی ہین جن مین یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لیے نازل ہوئی

شاید حضرات شیعہ یہ فرمائین کہ دونو روایتین صحیح ہین اور ذوالقربی سے فاطمہؑ بھی مراد ہین اور اونکا حق فدک۔ اور جناب امیرالمؤمنینؑ بھی مقصود ہین اور اونکا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہوگا اسلیے کہ اور روایتون سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ذوالقربی اور حق ذوالقربی کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اسلیے آپنے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیلؑ نے بحکم خدا بتایا کہ اوس سے مراد فاطمہؑ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونو روایتین کسی طرح سے مطابق نہین ہوسکتین۔ اس حدیث کو تفسیر صافی مین ذیل آیہ وآت ذا القربی سورۂ بنی اسرائیل مین بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتین متناقض ہین اسلیے بطور دفع جہل مقدر یہ فرمایا اقول لا تنافی بین هذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینها وبین تفسیر العامة کما یظهر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن ومعنی الحقوق ومن الذی له الحق ومن الذی لا حق له والحمد لله کہ کچھ اختلاف اس حدیث مین اور پچھلی حدیثون مین نہین ہے اور نہ ان حدیثون مین اور سنیونکی تفسیر مین اختلاف ہے جیسا کہ غور کرنیوالے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی الحمد للہ کہکر ساکت ہوگئے اور متدبر و عارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتین غلط اور یہ تمام باتین بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہین۔

چونکہ ہم شیعونکی روایتین بیان کرکے اس بات کو ثابت کرچکے کہ اون روایتونمین باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے اسلیے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کریگا اور جسکو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی وہ اون بیانات کو جو حضرات امامیہ نے اس آیت کے متعلق کیے ہین ایک نوع کی تحریف معنوی سمجھیگا۔

آیہ وآت ذا القربی حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبۂ فدک کا ثابت نہونا

جو روایتین ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہان منقول تھین اونکو نقل کرکے ہمنے ثابت

کردیا کہ اونمین ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ از روے اصول شہادت کے وہ قابل اعتبار نہین ہین۔
اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ آیہ وات ذا القربی حقہ بوجوہ مفصلۂ ذیل شیعون کے
دعوی کے مفید یا اوس سے متعلق نہین ہے۔

وجہ اول۔ یہ آیت دو جگہ قرآن مجید مین آئی ہے ایک سورۂ بنی اسرائیل مین دوسرے سورۂ روم
مین اور یہ دونو سورتین مکی ہین۔ اور مکے مین فدک کہان تھا۔ فدک تو ساتوین سال ہجرت کے
آنحضرت صعم کے قبضے مین آیا تھا۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دوم مین کیدسی دوم کے ذکر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے
لکھا ہے کہ جمعی کثیر از علماء ایشان سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخ آن کتب
متعدد بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیان باشد الحاق نمایند چنانچہ
قصۂ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنین روایت کردہ اند ولما نزلت و
ات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاھا فدک الخ بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ
نمی باشد بیاد شان نماند کہ این آیہ مکی است و در مکہ فدک کجا بود۔ اور حاشیہ پر اسکے تفسیر مجمع البیان
سے نقل کیا ہے السورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالی فسبحن اللہ حین تمسون و حین
تصبحون بجواب اسکے تقلیب المکائد مین مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہین کہ مجمع البیان مین
بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہین اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورت
پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اسکی نظیر قرآن مین بہت ہے۔ اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ
نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے مین اور مرتبہ دوم مدینے مین جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ
فاتحہ کے شان نزول مین کہا ہے۔ اور یہ بھی کہ مکی اوسکو کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام
اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے۔ فتح مکے کے سال مین یا حجۃ الوداع کے سفر مین اور پھر
یہ کہتے ہین کہ اگر ہم ان سب باتون سے درگذر کرین تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ اگرچہ
فدک مکے مین نہ تھا لیکن چونکہ خداے تعالی کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے

مدینے مین اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہوگی فدک ملیگا حکم
اوس کا پہلی ہی نازل کردیا اور نزول حکم مین کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آیندہ زمانے مین آئیگی قبل
اوسکے وقوع کے کچھ حرج نہین ہے۔ اور اسکی بہت سی مثالین ہین جیسا کہ تفسیر کبیر مین وَمَا
جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ پیغمبر صلعم
نے بنی امیہ کو خواب مین دیکھا تھا اسطور پر کہ بندر آپکے منبر پر اوچھلتے کودتے ہین اور پھر فخر الدین رازی
کہتے ہین کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اسمین یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے اور مکے مین منبر نہ تھا
اور پھر اسکا جواب اس طور پر دیتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ یہ کچھ بعید نہین ہے کہ مکے
مین اونکو دکھایا جاے کہ مدینے مین منبر قائم ہوگا۔

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اسلیے اوسی کے
الفاظ ہم یہان نقل کرتے ہین باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳ کیدسی و دوم تقلیب المکائد
مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

"اگر ازین ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن
چون حق تعالی شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدا را بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست
حق پرست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کردہ و نزول
حکم امر یکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آن مانعی نیست و امثال آن بسیار ست۔ و فخر الدین
رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ گفتہ
القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ بنی امیۃ ینزلون علی
منبرہ نزد القردۃ فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباس رض فی روایۃ والاشکال فیہ ان ھذہ الآیۃ
مکیۃ ولم کان لرسول اللہ بمکۃ منبر قال ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لا یبعد ان
یری بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبرا یتداولہ بنو امیۃ"

یہ کہنا کہ مجمع البیان مین بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہین کافی

ل اور دوسرے قول کو اگر ہم بطور دعا کے معنے سوجانے کے لوگون کے اوسوقت اوسو رہے ہونے پر حمل کرین

جواب نہین ہے کم سے کم اپنے ہی بیان کی روایتون سے اسکو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورت مکی نہین ہے بلکہ مدنی ہے - نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے تاوقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جاے کہ کونسی آیتین اسمین مکی ہین اور کونسی مدنی -

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو مرتبہ اول مکے مین اور مرتبہ دوم مدینے مین تعجب انگیز ہے اسلیے کہ دو مرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے ایک سورۂ روم مین اور دوسری بنی اسرائیل مین - اور خیر سے دونو مکی ہین اسلیے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو -

اور یہ فرمانا کہ مکی اوسے کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال مین یا حجۃ الوداع مین - کچھ مفید مطلب نہین ہے اسلیے کہ مکے مین فدک فاطمہؑ کو نہین دیا گیا بلکہ مدینے مین اور فوراً بعد قبضے مین آنے فدک کے اسلیے ان سب جوابون سے بہتر اظہر صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا جو اخیر مین فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ اگرچہ فدک مکے مین نہ تھا لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیدیا - جس کا مطلب یہ تھا کہ جب فدک تمھارے قبضے مین آوے تو اسے فاطمہؑ کو دیدینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہین ہوتا اسلیے کہ جو روایتین حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اوسی وقت آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے - بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہین کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے مین آنے کے نازل ہوئی ہے - نہ قبل اوسکے - جیسا کہ تفسیر صافی مین اسی آیت کے ذیل مین لکھا ہے وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث لما مع المهدی ان الله تعالی لما فتح علی نبیه فدك وما والاها لم یوجف علیه بخیل ولا رکاب فانزل الله علی نبیه وآت ذا القربی حقه ولم یدر رسول الله صلعم من هم فراجع فی ذلك جبریلؑ وراجع جبریلؑ ربه فاوحی الله الیه ان ادفع فدك الی فاطمة الخ یعنی امام موسی کاظمؑ سے یہ حدیث

منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبرؐ پر یہ آیت نازل کی کہ وات ذا القربی حقہ اور پیغمبر خدا نہیں جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہیں تب آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیل نے خدا سے اور وحی آئی کہ فدک فاطمہؑ کو دیدو۔ اس حدیث سے اور دیگر حدیثیں جو عیون اخبار رضا وغیرہ میں منقول ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے میں آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضہ فدک کے میں یہ آیت نازل ہوئی ہوگی احادیث ائمہ کی تکذیب کرتا ہے۔

غرضکہ کسی طرح بات بنائے نہیں بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہیں ہوسکتی۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وات ذا القربی حقہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے۔ نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اسلیے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اوسمیں توحید اور احسان اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل و مابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں تخصیص نہیں ہے بلکہ تعمیم ہے چنانچہ آیات ماقبل و مابعد یہ ہیں وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ۝ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ۝ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صلحین فانہ کان للاوابین غفورا ۝ وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفورا ۝ واما تعرضن عنھم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوھا فقل لھم قولا میسورا ۝ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ۝ ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا ۝ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ کہ تیرے رب

یہ حکم دیا ہے کہ اوسکے سوا تم کسیکی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دو ماں باپ بوڑھے ہوجائین تو نہ کہو اونسے ہون اور نہ اونکو جھڑک اور کہو اونسے ادب کی بات۔ اور جھکاو اونکے سامنے بازو عاجزانہ اور نیازمندانہ اور یہ دعا مانگ کہ ای رب ان پر رحم کر جسطرح کہ اونھون نے مجھے چھٹ پن مین پرورش کیا۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلون مین ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والون کو بخشتا ہے۔ اور دے قرابت والے کو اوسکا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اوڑا فضول خرچی مین۔ فضول خرچ بھائی ہین شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے۔ اور اگر کبھی تو اون سے اعراض کرے بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جسکی تجھے امید ہے تو اونسے بات نرمی کی ہی کہدے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن مین (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نکرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جسکو چاہتا ہے رزق خوب سا دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندون کے حال سے خبردار ہے۔

ان آیتون سے پہلے بھی وہ آیتین ہین جن مین شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خداوند تعالی کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاو کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالی نے شرک اور معاصی کی برائیان بیان کین اور بعد اوسکے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اوسکے پیچھے احسان اور تبرعا اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس سورت مین جو یہ آیتین ہین وہ بیان مین توحید اور عبادت اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہین اور یہ وہ چیزین ہین کہ دراصل امت کی ہدایت اور عمل کے لیے بیان کی گئی ہین۔ اور گویا وہ ایک قانون ہے جسمین انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اوسپر عمل کرنیکی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہین ہے کہ سب آیتین تو عام ہون اور اونکا خطاب امت کی طرف اور ایک آیت یعنی

وات ذا القربی حقه صرف مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی موجود نہو۔ مجمع البیان طبرسی مین بھی ان آیتون کے معنی مین علامہ طبرسی فرماتے ہین کما تقدم النهی عن الشرک والمعاصی عقبه سبحانه بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانه وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاه اور پھر وات ذا القربی حقه کی آیت لیکر تا آیه انه کان بعباده خبیرا بصیرا جو پانچ آیتین ہین انکی تفسیر مین علامہ موصوف فرماتے ہین ثم حث سبحانه نبیه علی ایتاء الحقوق لمن یستحقها وعلی کیفیة الانفاق فقال وات ذا القربی حقه معناه وات القربات حقوقهم التی اوجبها الله لهم فی اموالکم یعنی خداوند تعالی نے اول شرک و معاصی سے ممانعت کی اوسکے بعد توحید و عبادت کا حکم بیان فرمایا پھر اپنے پیغمبر کو اون لوگون کے حقوق کو جو اوسکے مستحق ہین دینے اور خرچ کرنے کے طریقون پر آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربی کو اونکا حق عطا کر یعنی رشتہ دارون کو اونکے حقوق جو خدا نے اونکے لیے تمھارے مالون مین مقرر کیے ہین عطا کر۔ پس ان سب آیتون کے دیکھنے اور سیاق قرآنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کوئی موقع کسی خاص بات مین پیغمبر صاحب کی تخصیص کا نہین ہے۔ اور اگر خاص آیہ وات ذا القربی حقه کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ کیجاے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ حضرات امامیہ کو آیہ وات ذا القربی حقه مین صرف ایک بات سے اسکا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلعم سے مخصوص خیال کرین اور وہ یہ ہے کہ اس آیت مین خطاب بصیغۂ واحد ہے لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے بیک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہین کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہوتا ہے مگر درحقیقت مراد اوس سے امت ہوتی ہے۔ بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے کی بھی ضرورت نہین ہے اسی رکوع مین جو طرز بیان خدا کا ہے اوس سے اسکا ثبوت ہوتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا کہ خدا کے

ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا نہین تو ذلیل اور عاجز ہو جائیگا۔ کیا ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہے اور اسی لیے مفسرین شیعہ نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے جیسا کہ علامہ طبرسی فرماتے ہین ان الخطاب للنبی والمراد به امته کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔ اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی رکوع مین ہے اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا کہ اگر پہونچ جائین تیرے سامنے بڑھاپے کو مان باپ مین سے ایک یا دونو تو اونسے اف کرکے بات نکر اور نہ اونکو جھڑکی دے اور اونسے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی انسان اس خطاب کو آنحضرت صلعم کی طرف سمجھے گا جبکہ آنحضرت صلعم کی شان اس سے ارفع و اعلی تھی کہ آپ کو ایسی برائی سے بچانے کے لیے نصیحت کیجاتی۔ آپ کے والدین بچپن ہی مین گذر گئے تھے اور اونکے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوائے اسکے اور آیتین جو بیان کی گئی ہین مثلاً لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ کہ اسراف نکر اور اپنے ہاتون کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نکر اور نہ زیادہ فضولی انمین سے کوئی ایک بھی ایسی نہین ہے کہ مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ سب خطاب بصیغہ واحد آنحضرت صلعم کی طرف کئے گئے ہین اور انمین کوئی موقع اور محل شیعون کو بھی انکار کا نہین ہے۔ پس ان تمام آیتون مین سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلعم سے بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصاً جبکہ آیہ وآت ذا القربی کی پہلی آیت کو دیکھا جاے جس مین والدین کے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل بیان اوس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے متعلق کی گئی ہے۔ اسمین اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نکرنی چاہیے اوسکے بعد بتایا کہ مان باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اوسکے بعد فرمایا اقرابت داروں اور مسکینون

اور مسافرون کے حق ادا کرنے چاہئین اور پھر اوسکی ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ بخشش ایسی ہو کہ اسراف کے درجے پر پہونچ جاے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر اوسکے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہو کہ اونکے ساتھ کچھ سلوک کیا جا سکے تو اون سے اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہیے جیسا فرمایا ہے فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ اگر یہ آیت ذالقربی مین مراد خدا کی یہ ہوتی کہ فدک فاطمہ کو دیدیا جاے تو معلوم نہین کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا پر اوہ کیون کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی برائی اور اوسکا خوف بھی نہایت سخت لفظونمین کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ کیون دلایا جاتا۔ اور یہ کیون کہا جاتا کہ اگر تمھارے پاس دینے کو نہو تو اونسے وعدہ ہی کرلو کہ جب خدا تمکو دیگا تو تم اون سے سلوک کروگے۔ اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے متعلق سمجھے تو آیہ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ اس موقع پر مہمل ہوئی جاتی ہے۔ مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی معنی لکھے ہین جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے ہین وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمْ ای وان تعرض عن هولاء الذین امرتك باداء حقوقهم عند مسالتهم ایاك لانك لا تجد ذلك حبلا منهم اِبْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا ای لتبتغی الفضل من الله والسعة التی یمكنك معها البذل باملك تلك السعة و ذلك الفضل فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ ای عدهم عدة حسنة وقل لهم قولا سهلا لینا یتیسر علیك وروی ان النبی كان اذا نزلت هذه الایة اذا سئل ولیس عنده ما یعطی قال یرزقنا الله وایاكم من فضله یعنی اگر ان لوگون کے حقوق ادا کرنے اور اونکے دینے سے تم مجبور ہوا اور اونکے سوال پورا کرنے کے لیے تمھارے پاس کچھ نہو اور شرم کے مارے اونسے اعراض کرو تو تمھین چاہیے کہ خدا کے فضل پر امید رکھکر اونسے وعدہ کرو اور اچھے لفظونمین اونسے کہدو کہ جب خدا تمھین دیگا تو تم اونکے ساتھ سلوک کروگے۔ اور پیغمبر خدا صلعم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپسے سوال کیا جاتا

اور آپکے پاس کچھ دینے کو نہو تا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہمکو اور تمکو رزق دے۔

یہ بیان تو سورۂ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورۂ روم پر غور کرنا چاہیے کہ وہان یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل وما بعد یہ ہین وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی جب لوگون کو ہم رحمت پہونچاتے ہین تو وہ اوس سے خوش ہوجاتے ہین۔ اور اگر اونکے اعمال کے سبب اونکو کوئی برائی پہونچ جاتی ہے تو وہ نا امید ہوجاتے ہین کیا وہ نہین دیکھتے کہ اللہ تعالی جسکو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے۔ اسمین نشانیان ہین ایمان والون کے لیے۔ پس دے رشتہ دار کو اوسکا حق اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو اللہ کی رضا مندی چاہتے ہین اور یہی لوگ مراد کو پہونچنے والے ہین۔

اسمین بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالی نے اسکو اسطرح پر شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے اور جسپر چاہے تنگ کردے۔ یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چلکر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو قرابتیون اور مسکینون اور مسافرون کو اونکا حق دیتا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین تعمیم مراد ہے۔ خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظون سے تو تعمیم مین کوئی شک ہی نہین باقی رہتا۔ اور وہ الفاظ ہین ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ کہ یہ بات بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہین اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہین۔ یہ ارشاد اوسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حکم عام ہو اور خطاب مومنین سے۔ ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائیگا۔ اسلیے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہین سکتا کہ

وہ اون حقوق کے دینے مین تامل فرمائے یا اونکو اس حکم پر عمل کرنے کے لیے ترغیب اور ترہیب کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی - یہ اوسی وقت باموقع سمجھا جا سکتا ہے جبکہ خطاب عام اور سنین کی طرف سمجھا جاے کہ امت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہین جنکو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لیے ترغیب و ترہیب کی ضرورت ہوتی ہے - اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے لیے اس قسم کے بیان سے اون کو نصیحت کیجاتی ہے - پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے دیکھے گا اور اس آیت کے ماتقدم اور ماتاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کریگا وہ ذرا شبہ نہین کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہین - کما قیل انہ خطاب لہ ولغیرہ والمراد بالقربی قرابة الرجل وھو امر بصلة الرحم بالمال -

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعون کے خیال کے موافق تسلیم کیا جاے کہ آیہ وات ذا القربی حقہ مین ذا القربی سے مراد فاطمہؑ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری تعمیل یا تو آنحضرت صلعم نے معاذ اللہ خود نہین کی یا خدا نے نہین کرائی - اسلیے کہ اس آیت مین تین لوگون کے حق ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے ایک ذوالقربی دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربی کی نسبت تو شیعون نے یہ بات بنالی کہ آپ اسکے معنی نہین سمجھے اور جبرئیل سے پوچھنے پر مجبور ہوے - اور وہ بھی اوس سے جاہل تھے اونکو بھی خدا سے پوچھنا پڑا اور خدا نے بتایا کہ ذوالقربی فاطمہ ہین اور اونکا حق بھی دریافت کرلیا اور ادا بھی کر دیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے ہی محروم چھوڑے گئے - پھر ذوالقربی کا حق جسطرح ادا کیا گیا وہ بھی سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ لفظ تو ذوالقربی کا عام ہے اور سب رشتہ دارون کو مشتمل - اور تخصیص کر دی گئی صرف ایک کی -

سوے اسکے ذوالقربی کا لفظ قرآن مجید مین اسی آیت مین نہین آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد آیتون اور مختلف سورتون مین آیا ہے - اور ایسے موقع پر آیا ہے جہان کہ اداے حقوق کی ہدایت اور اوسکی ترغیب ہے اور اکثر اوسکے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ

شریک ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان جہان ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہان مراد ان سب کے ساتھ نیکی کرنا اور اونکی خبر لینا اور اونکی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورۂ بقر مین خدائے تعالی فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ یعنی جبکہ عہد لیا ہمنے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سوا کسیکی عبادت نکرنا۔ اور ماں باپ اور رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگون سے اچھی بات کہنا۔ اور نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا۔ پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم مین سے چند لوگ۔ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت مین بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہمنے ان باتون کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نکرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر اونھون نے اس عہد کو توڑ ڈالا چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا تھا اسلیے خداوند تعالے نے اس موقع پر اس کا ذکر اسلیے کیا کہ آنحضرت صلعم کی امت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نکرے۔ اور پھر اوسکی تشریح اور تصریح سورۂ بنی اسرائیل مین کردی یعنی بتادیا کہ جن باتون کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ اونھین کے ساتھ مخصوص نتھین بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملے کے لیے یہ باتین ہر انسان پر لازم ہین اور اونکا کرنا ضروری ہے اور پھر اونھین باتون کو آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے آپ کی امت کو بتایا اور ان لفظون سے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ فرمایا۔ کہ خدا نے تمھارے اوپر لازم اور واجب کردیا ہے کہ اوسکے سوا دوسرے کی عبادت نکرو اور والدین کے ساتھ احسان اور ذوالقربی اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتین اونھین آیتون کا صاف صاف بیان ہین جو سورۂ بقر مین بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھین۔ وہان و اذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل فرمایا اور یہان وقضی ربك جسکے معنی قریب قریب

ایک ہوتے ہین یعنی ان باتون کا کرنا واجب کردیا گیا پھر وہان فرمایا لا تعبدون الا اللہ اور یہان ارشاد کیا ان لا تعبدوا الا ایاہ پھر وہان تو فرمایا تھا وبالوالدین احسانا یہان بھی وہی فرمایا وبالوالدین احسانا اور اوسکی اور بھی زیادہ تشریح کردی اور احسان کا ادنی درجہ تک بھی بیان کردیا کہ اوسنے اُف تک نکہو۔ پھر وہان بیان فرمایا وذی القربے والیتمی والمسکین یہان فرمایا وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل اور پھر اعتدال کی بھی یہان نصیحت فرمائی کہ لا تبذر تبذیرا الخ اور پھر وہان فرمایا وقولوا للناس حسنا اور یہان فرمایا فقل لھم قولا میسورا پس دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونون آیتون کا ہے۔ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیتین کیسی تشریح اور تصریح اونھین احکام کی ہین جو بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے۔

ذوالقربیٰ کا لفظ سورۂ بقر مین ایک اور آیت مین آیا ہے اور وہ یہ ہے لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۝ یعنی نیکی یہ نہین ہے کہ تم پورب یا پچھم کی طرف مونہہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتون اور کتاب اللہ اور پیغمبرون پر ایمان لاے۔ اور خدا کی محبت مین مال رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون اور مسافرون اور مانگنے والون کو اور غلامون کے آزاد کرنے مین دے۔

اسمین بھی بر اور احسان کا بیان حق تعالی فرماتا ہے۔ اور گویا یہ بھی دوسری لفظون مین اونھین احکام کا تذکرہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کیے گئے ہین کہ نیکی یہی نہین ہے کہ اپنے مونہہ پورب پچھم کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتون اور کتاب اور پیغمبرون پر ایمان لاو۔ اور خدا کی محبت مین اپنا مال ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلامون کے آزاد کرانے مین صرف کرو۔

سورۂ نسا مین بھی ذی القربی کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالی
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ یعنی عبادت کرو اللہ کی
اور اوسکا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور
مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست و رفیق اور مسافر اور باندی غلامون سے
بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہین معلوم ہوتا وہ شخص جو اترائے اور بڑائی کرے۔

اور سورۂ نحل مین بھی یہ لفظ آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ
اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ دارون کے دینے کا اور منع کرتا ہے
بی حیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے تمکو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتون کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم
احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کی گئی ہے۔ اور اس
سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہین جنکی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جسکو
طرح طرح سے بیان کیا۔ کبھی پچھلی امتون کے میثاق اور عہد کی یاد دلاکر۔ کبھی اوسکی خوبیان
بتاکر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جبکہ لفظ ذی القربی کا متعدد جگہ آیا ہوا اور
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے معنی کبھی پہلے استفسار نفرمائے ہون تو اس موقع
پر کوئی سبب معلوم نہین ہوتا کہ آنحضرت صلعم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی
ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنون مین استعمال کیا گیا ہو اور جس مین خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر
ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا مغلق اور مشتبہ ہوجاے کہ آنحضرت صلعم کو اوسکے معنی معلوم
نہون اور پھر اونکے ساتھ احسان کرنا اور اونکے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام اقارب مین سے ایک ہی رشتہ دار مستثنی کرلیا جاے۔ یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے۔

سورۂ انفال مین بھی ذوالقربی کا لفظ آیا ہے کما قال اللہ تعالی وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الآیہ کہ جو کچھ غنیمت مین تمھارے ہاتھ آئے اوسکا پانچوان حصہ خدا اور رسول اور ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے لیے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرات امامیہ غور فرمائین تو اونکو اس کہنے مین کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ مدینے مین خیبر کے فتح ہونیکے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آیگی بلکہ اونکا سارا عنکبوتی گھر برباد ہوجاے گا۔ اسلیے کہ کوئی اس باب مین شبہ نہین کرسکتا کہ آیہ وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اسلیے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اوسکی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ واعلموا انما غنمتم مین اوسکی تفصیل یہی ہے۔ پس جنگ بدر سے لیکر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلعم آیہ واعلموا انما غنمتم کے مطابق غنیمت کے حصے مین سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو اونکے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور دینا ہو نہین سکتا جبتک کہ معلوم نہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہین اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کو ذوالقربی کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہین معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلعم کو جبریل سے ذوالقربی اور حقہ کے معنی دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت ہوتی تو اس آیہ واعلموا انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہوسکتی تھی۔ تاکہ غنیمت کی تقسیم مین غلطی نہو اور اگر تسلیم کیا جاے کہ آیہ وآت ذا القربی مین مراد ذی القربی سے صرف حضرت فاطمہ ہین تو آیہ واعلموا انما غنمتم مین بھی جو لفظ ذی القربی کا آیا ہے اوس سے بھی مراد حضرت فاطمہ ہونگی۔ اور خمس بھی صرف اونھین کا حق ہوگا۔ اور بجز اونکی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے

محروم ہونگے ولم یقل بہ احد یہ خود مذہب شیعہ کے خلاف ہے - وہ خود فرماتے ہین کہ خمس
مین سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا ہوتا ہے جیسا
کہ اس آیت کی تفسیر مین مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہے اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس
ومن یستحقہ علی اقوال احدھا ما ذھب الیہ اصحابنا وھو ان الخمس یقسم علی ستۃ
اسہم فسہم للہ وسہم للرسول وھذان السہمان مع سہم ذی القربی للامام القائم
مقام الرسول وسہم لیتامی آل محمد وسہم لمساکینھم وسہم لابناء سبیلھم لا یشرکھم
فی ذلک غیرھم لان اللہ سبحانہ حرم علیھم الصدقات لکونھا اوساخ
الناس وعوضھم من ذلک الخمس - روی ذلک الطبری عن علی بن الحسین
زین العابدین ومحمد بن علی الباقر واختلف فی ذوی القربی فقیل ھم بنو ھاشم خاصۃ من ولد
عبد المطلب لان ھاشما لم یعقب الا منہ عن ابن عباس ومجاھد والیہ ذھب اصحابنا یعنی
کیفیت قسمت خمس مین علما کا اختلاف ہے اور اون لوگون مین کہ اسکے کون کون مستحق ہین -
ہمارے علما کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کیے جائین - ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ
رسول کا - اور یہ دونو حصے مع ایک حصہ ذی القربی کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے -
اور ایک سہم آل محمد کے یتیمونکا اور ایک اونھین کے مساکین کا اور ایک اونھین کے مسافرین
کا - آل محمد کا کوئی اور شریک اسمین نہین ہوتا - اسلیے کہ اللہ تعالی نے صدقات کو بوجہ لوگون کے
میل ہونے کے آل محمد پر حرام کردیا ہے اور اوسکے عوض مین اونکو بھی خمس دیا ہے - طبری نے
امام زین العابدین اور امام باقر سے یہ روایت کی ہے - دوسرا اختلاف ذوالقربی
مین ہے کہ اوس سے کون مراد ہین - بعضے کہتے ہین کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبد المطلب
ہین - کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی سے چلی ہے - یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد
سے - اور یہی مذہب ہے ہمارے علما کا -

اور تفسیر قمی مین ہے فمن الغنیمۃ یخرج الخمس ویقسم علی ستۃ اسہم

سهم لله وسهم لرسول الله وسهم للامام فسهم الله وسهم الرسول یرثه الامام فیکون للامام ثلاثة اسهم من ستة وثلاثة اسهم لایتام آل الرسول ومساکینهم وابناء سبیلهم

غرضکہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہین بیٹھتی کہ ذوالقربی کے معنی پیغمبر نجانتے ہون اور اون اقارب کو جن کا حق دینا چاہیے آپ نہ پہچانتے ہون اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے جو متعلق احسان ذی القربی کے ہین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ وآت ذا القربی کے نازل ہونے پر جبریل امین سے پوچھنے پر مجبور ہوے ہون۔ اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذوالقربی سے مراد فاطمہ ہین اور فدک جسکی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی اون کو دیکر پیغمبر خدا صلعم ادائے حقوق سے سبکدوش ہوگئے ہون اور باقی تمام رشتہ دارون اور مسکینون اور مسافرون کو محروم چھوڑ دیا ہو۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل هذا ویبدل کلام الله من تلقاء نفسه ویحرفه عن موضعه سبحانك هذا بهتان عظیم

کیا یہ بات قیاس مین آسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک جسکی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہ کو دیدیا ہو

روایتون اور حکایتون کو ایک طرف رکھکر اور اونکے تناقض اور باہمی اختلاف سے بھی قطع نظر کرکے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اوسپر غور کرنا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو کہ آیا اوسی زمانے مین جبکہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی ووافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اوسوقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانون کی حفاظت اور کفار کے حملون سے بچانے اور اونپر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیون اور مہمانون کے ٹھہرانے اور تحف وہدایا دینے کے لیے ضروری تھے بغیر کسی دقت کے ادا ہوسکتے۔ اور موجودہ حالت اوس زمانے کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا صلعم چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخشدیتے۔ اور

کیا آنحضرت صلعم کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین و انصار اور عامۂ مسلمین کا خیال نکرکے اور اونکو تنگی اور افلاس مین چھوڑکر جو کچھ آپکے حصے مین آیا تھا (بشرطیکہ اوسکو ہم آپ کا ذاتی حصہ سمجھین) وہ اپنے رشتہ دارون مین سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دیدیتے - ہم یہ کہتے ہین کہ ان باتون پر خیال کرنے سے ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی آدمی ہبہ کی روایت کو صحیح نہ سمجھے گا اور نہ پیغمبر خدا صلعم کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائیگا - اسلیے کہ فدک ساتوین برس ہجرت کے پیغمبر خدا صلعم کے قبضے مین آیا - اور وہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ فاقے پر فاقے کرتے اور بھوک کی تکلیف سے دو دو دن تک شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ نان جوین کو محتاج تھے اور ضروری حاجتون کے پورا کرنے کے لیے بھی کچھ سرمایہ نہ رکھتے تھے مہاجرین گھر بار چھوڑے ہوے مدینے مین انصارون کے یہان پڑے ہوے تھے اور وہ اپنے اوپر تنگی اوٹھاکر اور ایثار علی النفس کرکے اونکی مدد کرتے تھے - اور حالت اسلام کی یہ تھی کہ چارون طرف سے دشمنون کا ہجوم تھا اور ہر جانب سے حملہ اور لڑائی کا اندیشہ - ہر روز جہاد کی ضرورت پیش آتی - اور ہر وقت دشمنون کا کھٹکا لگا رہتا - اسلام کے لشکر کی تیاری اور اونکے لیے آلات حرب و ضرب تیار کرنے کے لیے پیغمبر خدا صلعم کو ہر دم فکر لگی رہتی - وفود اور ایلچی اور قاصد چارون طرف سے چلے آتے اور اونکی مہمانداری اونکی حالت کے مطابق کرنی پڑتی - اور نیز تحفے اور ہدایا جو وہ لاتے اونکے موافق اونھین آپکو بھی دینا پڑتے اور ان اخراجات کے لیے مسلمانون سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی اور اسکام مین اعانت کرنے کے لیے خدا کی طرف سے رغبت دلانے والی آیتین نازل ہوتی رہتین - اور مسلمان جو کچھ استطاعت رکھتے تھے وہ اپنے حوصلے اور استطاعت کے موافق مال سے اثاث البیت سے کپڑے سے غلے سے غرضکہ ہر طرح سے مدد کرتے یہان تک کہ جو مفلس اور فقیر تھے وہ بھی بوقت ضرورت اپنے اوپر خود فاقہ کرتے اور جو کچھ اونکے پاس کھانے کو ہوتا وہ فی سبیل اللہ آنحضرت صلعم کے سامنے لاکر رکھدیتے - تو کیا ایسی تنگی کے زمانے مین کسی معمولی آدمی سے بھی

جو کسی گروہ کی سرداری کا دعوی کرتا ہو یا کسی قسم کی اولوالعزمی کے خیال رکھتا ہو اور اپنے گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ اوسکو ملے وہ بجاے اسکے کہ اون اغراض و مقاصد مین کام مین لاوے جو اوسکے پیش نظر ہون اپنے رشتہ دارون کو دیدے۔ اور پھر رشتہ دارون مین بھی سب کے ساتھ انصاف نکرے۔ بلکہ سب کے حقوق تلف اور ضائع کرکے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دیدے۔ تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اوسکے لشکری اوسے سردار مانین گے۔ یا کچھ بھی ایسے شخص کی عزت اونکے دلمین ہوگی۔ یا سوائے خود غرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال اوسکی نسبت کیا جائیگا۔ چہ جاے اسکے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جاے جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق مین برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جسکو خدا نے اخلاق مکارم کی تکمیل کے لیے بھیجا ہو۔ اور جس نے خود غرضی اور نفس پروری کو بیخ و بن سے اوکھاڑ دیا ہو۔ اور جسنے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزون اور رشتہ دارون کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور اونسے ہمیشہ اسکی تعمیل کرائی ہو۔ اور جسکے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہون جنکے زہد اور پرہیزگاری اور ترک دنیا پر خداوند تعالی نے اظہار خوشنودی اور رضامندی فرمایا ہو۔ اور جو فیض اور سخاوت اور دوسرون کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہون اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے مین زمین پر انسانونمین ضرب المثل اور آسمانون مین خدا کے فرشتون کے سامنے ممدوح اور بے غرضی اور نفس کشی مین سارے دنیا کے لیے ایک نمونہ ہون۔ کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کرسکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑکر جو کچھ ملے وہ اپنے ایک عزیز کو دیدے۔ اور کیا اوسکے عزیزون سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ اور سب کو عسرت و تنگی کی حالت مین چھوڑکر جو کچھ اوسکے باپ کا حصہ ہوا اوسے تنہا اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہین ہرگز نہین۔ درحقیقت اگر ہبۂ فدک کی روایت صحیح مانی جاے

اور فدک کا خراج چوبیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جاے تو منکرین نبوت کو آپ کی نبوت مین شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملیگا۔ اور دشمنون کے ہاتھ مین گویا یہ ایک عمدہ ہتیار دینا ہوگا حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت مین گویا ایسے مستغرق ہون کہ اونکو اس قسم کی باتون کے برے نتائج سمجھ مین نہ آوین۔ اور صحابہ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لیے جیسی روایتین چاہین بنا کر پیش کرین۔ مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ اور ہم تو اس قسم کے خیال سے جس سے پیغمبر خدا کی شان مین ذرا بھی داغ آوے لاکھون کوس بھاگتے ہین۔

اب ہم اسکو ثابت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لیے کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان جمع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ خود شیعون کے بیان سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور اونکی تواریخ مین لکھا ہے کہ آخری غزوہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تبوک ہے۔ جو ۹ھ مین ہوا۔ اسوقت ایسی تنگی اور مصیبت مسلمانون پر تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرہ ہوگیا۔ اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل ہونے لگین۔ اور مسلمان جو ایمان مین صادق تھے مدد کرنے لگے چنانچہ جب آیہ انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون ۝ نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے مدد دینے کی ترغیب شروع کی تو مدینے مین ایک ہل چل مچ گئی۔ حضرت عثمان رضؓ نے دوسو اونٹ اور دوسو اوقیہ چاندی کے شام کی تجارت کے لیے جمع کیے تھے وہ سب آنحضرت صلعم کے سامنے تجہیز لشکر کے لیے حاضر کردیے۔ جسپر پیغمبر خداؐ نے فرمایا لا یضر عثمان ما عمل بعد هذا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ہزار مثقال زر سرخ پیش کیا اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا اللهم ارض عن عثمان فانی عنه راض حضرت عمر رضؓ نے آدھا مال اپنا آنحضرت صلعم کے سامنے حاضر کیا۔ آپنے پوچھا کہ تمنے اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ آنا ہی اونکے لیے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور کل مال و متاع اپنا تمامہ

راضی ہو عثمان سے پس مشک مین اوس سے راضی ہون ۱۲

پیغمبر صاحب کے سامنے رکھدیا۔ آپنے پوچھا کہ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا رکھا ہے۔ جواب مین عرض کیا اذ خرت اللہ ورسولہ یعنی خدا اور رسول کو اونکے لیے چھوڑا ہے۔ عبدالرحمن بن عوف رضؓ نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت مین چار ہزار درہم پیش کیے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل وعیال کے لیے چھوڑا۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن عبادہ اور محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور جہاد کے سامان جمع کرنے کے لیے آنحضرت صلعم کو نہایت فکر تھی اسلیے جن مسلمانون کے پاس روپیہ نہ تھا نہ مال ومتاع اونھون نے کھانیکا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کردیا۔ چنانچہ عاصم بن عدی انصاری رضؓ نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لیے پیش کیے۔ اور ابو عقیل انصاری نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر چھوارے ہی حاضر کیے اور کہا کہ کل صبح تک مین نے پانی بھرا اور دو دن مزدوری کی اوسمین مجھے دو صاع خرما یعنی پانچ سیر چھوارے ملے ہین ایک اپنے عیال کے لیے رکھا ہے اور دوسرا آپ کے سامنے حاضر کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اوسکے پیش کیے ہوئے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھدین اسپر منافقون نے بنظر حقارت اوسکے صدقے کو دیکھا اور اوسکی کمی پر عیب لگایا۔ اوسپر یہ آیت نازل ہوئی الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم۔ اور آخر کار یہان تک نوبت پہونچی کہ عورتون نے اپنا زیور اوتار اوتار کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا اور بعض لوگ ایسے بھی رہگئے جنکے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت۔ اور لشکر کے ساتھ جانے کے لیے سواری تک نہ تھی۔ چنانچہ اونمین سے سالم بن عمیر وعتبہ بن زید وابولیلی وعمرو بن عنمہ اسلمی اور عبداللہ بن مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپ کے ساتھ ہم

چل سکین ہر طرح کی قوت و ثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ ہمین کچھ سواری عنایت فرمایئے تاکہ ہم ہمراہ ہون۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس نہین ہے یعنی بوجہ تنگی اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ اونکو دیتے چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سنکر روتے ہوے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوے۔ اور یہ آیت اونکی شان مین نازل ہوئی وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ آخر ابن یامین نے ابو لیلی اور ابو مغفل کو ایک اونٹ دیا تاکہ باری باری وہ اوسپر بیٹھین اور اونکی زاد راہ کے لیے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر خرما بھی دیے۔ غرضکہ اسطرح پر سامان جمع کیا گیا اور لوگون نے مدد کی اسپر بھی منجملہ تیس ہزار آدمی کے صرف ہزار آدمیون کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آخری غزوہ آنحضرت صلعم کا ایسی تکلیف کا تھا اور اخیر زمانے مین آپ پر اور آپکے لشکر پر ایسی تنگی اور تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لیے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجود ہر طرح کی مدد و اعانت کے کافی سامان مہیا نہو سکتا اور لوگ بوجہ سواری نہلنے کے لشکر کے ساتھ نجا سکتے۔ اور بے استطاعتی سے مایوس ہو کر روتے رہجاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نکر سکتے۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضہ آئے اور آنحضرت صلعم کی اوس کوٹھری کو دیکھا جسمین آپ کا سامان رہتا تھا تو سوائے ڈھائی سیر جو کے اور چند دباغت کی ہوئی کھالون کے کچھ نہ دیکھا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو اونھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کے رسول ہین اور یہ کل خزانہ آپ کا ہے حالانکہ قیصر و کسرے اور روم و فارس کے کیسی زندگی

بسر کرتے ہین - آپ نے فرمایا وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

یہ نہ خیال کیا جاے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدلے زمانے مین تھی اور اخیر مین غنائم اور فئے وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہوگئی ہوگی بلکہ اخیر وقت تک عسرت کا وہی حال رہا - اور اگرچہ کسی قدر مداخل غنائم اور فئے سے ہونے لگے لیکن مخارج اسقدر بڑھگئے تھے کہ کسی طرح پورے نہوتے تھے - اور شب و روز آنحضرت صلعم کو تکلیف اوٹھانی پڑتی تھی چنانچہ اسکے ثبوت مین ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے آپ کی مالی حالت کیسی تھی - کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحجہ کے باب شصت و چہارم مین جسکا عنوان ما نص اللہ ورسولہ علی الائمۃ واحدا واحدا ہے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق سے درج ہے - جس مین یہ لکھا ہے کہ جب رسولخدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے مین داخل ہوے تو انصار آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا یارسول اللہ خداوند تعالی نے ہمکو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے یہان تشریف لاے اور اپنے آنے سے ہمکو مشرف کیا - اور آپکی بدولت خدا نے ہمارے دوستون کو خوش اور ہمارے دشمنون کو ذلیل کیا - آپ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہین اور آپکے پاس اتنا بھی نہین ہوتا کہ آپ اونکو کچھ عطا فرماوین اسپر آپ کے دشمن ہنستے ہین اور شماتت کرتے ہین اسلیے ہم چاہتے ہین کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمائیے تاکہ آپ اوسے ایلچیون کی مدارات اور دعوت اور تحف اور ہدایا مین خرچ کرین آپ نے یہ سنکر انتظار فرمایا اور جبریل امین یہ آیت لاے قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى الایۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپ کو استطاعت معمولی مصارف کے ادا کرنیکی بھی نہ تھی تو کیونکر سمجھ مین آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانے مین اور ایسی تکلیف کے وقت مین پیغمبر خدا صلعم فئے کے مال مین سے ایک بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدین - اور ان

تکالیف کا کچھ لحاظ نکرین - اگر حضرات شیعہ یہ کہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے آیندہ کے خیال سے یہ جاگیر حضرت فاطمہؑ کو بخشدی تھی مگر آمدنی اوسکی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت مالایموت کے بقدر لیکر سب فی سبیل اللہ خرچ کردیا کرتین - مگر یہ جواب قابل اطمینان نہوگا اسلیے کہ پیغمبر خدا صلعم کو اگر منظور نہ تھا کہ حضرت فاطمہ اوس سے متمتع ہون یا فراغ حاصل کرین تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام کے لیے جاگیر اونکے نام کردیتے - اور آیندہ کے خیال سے اپنے اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا - اور نیز آیندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر دینے کا آپ کو خیال کیون ہوتا جبکہ خود خداوند تعالی نے آپ سے فرمایا ہو - جیسا کہ خود شیعون کی روایت سے ظاہر ہے کہ یا احمد ان احببت ان تکون اورع الناس فازھد فی الدنیا وارغب فی الاخرۃ وخذ من الدنیا خفا من الطعام والشراب واللباس ولا تدخر لغد واجعل نومک صلوۃ وطعامک الجوع وقال اللہ یا احمد ان المحبۃ للفقراء والتقرب الیھم قال یارب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع وشکروا علی الرخاء ولم یشکوا جوعھم ولا ظمأھم اور نیز من لایحضرہ الفقیہ مین منجملہ اون وصایا کے جو آپ نے حضرت علیؑ کو کی تھین ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے یا علی ثلاث من حقائق الایمان الانفاق من الاقتتار وانصاف الناس من نفسک وبذل العلم للمتعلم اور نیز یہ حدیث بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثۃ اطباق اما الطبق الاول فلا یحبون جمع المال وادخارہ ولا یسعون فی اقتنائہ واحتکارہ وانما رضوا من الدنیا سد جوعۃ وستر عورۃ وغناھم فیھا ما بلغ بھم الاخرۃ فاولئک الامنون الذین لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون - یعنی میری امت دنیا مین تین قسم کی ہوگی اول وہ کہ جمع مال اور ثروت کو پسند نکرین گے اور دنیا کی اشیا سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کرینگے اور دولت عقبی کو شرط غنا جانینگے - یہی لوگ ایمان والے ہین جنپر نہ کچھ خوف اور غم ہوگا

اگر بالفرض ہم ان باتون مین سے کسی بات کو خیال مین نہ لاوین اور یہ سمجھکر کہ رسالتمآب صلعم

نے آیندہ کا خیال فرماکر اور خلیفون کے ظلم وستم سے جسکا علم اونکو شیعون کے قول کے موافق تھا
اندیشہ کرکے حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا ہو اور اس سے گو یہ مقصود نہو کہ وہ خود اپنی ذات مین اسے
صرف کرین بلکہ آپ کو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ مین خرچ کردیا کرین گی مگر عزت اور حرمت
قائم رکھنے کے لیے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ مگر سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل مین
آنے نہین دیتی اسلیے کہ جب ہم دیکھتے ہین کہ آپ کا برتاو اپنے عزیزون کے ساتھ کیا تھا اور اونکے
لیے کچھ آیندہ کی فکر نہین فرماتے تھے۔ اور کسی خیال سے بھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے
سوائے کچھ اونکے واسطے جمع نکرتے تھے تو ہمارے خیال مین کسی طرح نہین آتا کہ آپنے کسی خیال سے
بھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کردی ہو۔ جب ہم آپکی سیرت پر غور کرتے ہین تو آپ کی ساری
زندگی مین ہم یہی دیکھتے ہین کہ آپنے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم
کیا اور اپنے رشتہ دارون اور عزیزون کو بھی اوسکا عمدہ سبق سکھلایا۔ اگر خمس ملا تو اوسمین سے صرف
بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزون کے لیے لیکر باقی سب خدا کی راہ مین صرف کردیا۔ اور
ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتون مین صرف فرمایا۔ اگر فئے مین سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اوسکی آمدنی
بھی خدا کی ہی راہ مین خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعون کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرت مین یہ پاتے
ہون کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ دارون کے لیے مخصوص کردیا۔ اگر فئے مین سے بڑی آمدنی
کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنی ہی پیارون کو دیدی۔ اور ایسے وقت مین جبکہ مصیبت اور تنگی چارون
طرف سے مسلمانون کو گھیرے ہوے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آرہی تھی۔ ایک طرف تو
مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقرا
اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ اونکے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے۔
اور نہ اونکے پاس ہتیار تھے کہ جہاد مین شریک ہوتے۔ ایسی حالت مین پیغمبر خدا صلعم اور پیغمبر
بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دے رہے ہون اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو
سکھا رہے ہون اس فکر مین کہ اونکے رشتہ دارون کو آیندہ تکلیف نہو اور اونکے بچے اونکے بعد

تکلیف نہ اوٹھاوین اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر اونکے لیے علیحدہ کردین - ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ یہ باتین آپ کی سیرت مبارک سے کیونکر مطابق ہونگی اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہوگی - اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر کیونکر پڑے گا -

اب رہا یہ امر کہ آیا سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہمنے نقشہ کھینچا - یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعون اور سنیون کی کتابین اس سے بھری پڑی ہین - اور کوئی بات اسکے خلاف معلوم نہین ہوتی - چنانچہ اور باتون کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؑ سے پیش آیا اوسی سے اسکی تصدیق ہوتی ہے - چنانچہ اسکی تصدیق مین ہم چند روایتین لکھتے ہین -

(۱) کتاب قرب الاسناد مین امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ جناب امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہؑ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے کہ گھر کی خدمت باہم انکی تقسیم کردی جاے - آپنے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؑ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط - اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونو حضرات کرتے تھے کوئی خادم یا خادمہ بہت دنون تک مدد دینے کے لیے بھی نہ تھے -

(۲) کتاب علل الشرائع مین حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ مین نے اپنی والدہ فاطمہؑ کو کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب مین کھڑی نماز پڑھ رہی ہین اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہین - بعد ختم نماز کے آپ نے مومنین و مومنات کے لیے دعا کی تو مین نے کہا کہ اے مادر مہربان آپ اپنے لیے کچھ دعا کیون نہین مانگتین - حضرت سیدہؑ نے جواب دیا کہ یابنی الجار ثم الدار اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہیے پھر اپنا فقط - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہؑ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہان تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسایے کے کام کو مقدم سمجھتی تھین - اور اون کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھین -

(۳) علل الشرائع مین حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلہ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ مین تمھین اپنے اور فاطمہؑ کے حال سے خبر دیتا ہون کہ اونکو پیغمبر خدا صلعم سب سے

زیادہ چاہتے تھے اور اسپر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھین۔ یہان تک آپنے پانی کے گھڑے اوٹھاتے کہ آپ کے سینہ مبارک پر اوسکا نشان پڑگیا۔ اور یہان تک چکی پیسی کہ آپ کے دستہاے مبارک کی کھال سخت پڑگئی۔ اور یہان تک گھر مین جھاڑو دی کہ آپ کے سب کپڑے غبار آلود ہوجاتے اور کھانا پکانے کے لیے اسقدر آگ سلگانے کی محنت فرماتین کہ اوسکے دھوئین سے آپکے کپڑے سیاہ ہوجاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اوٹھاتین۔ تب مین نے آپ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمھاری یہ تکلیف کم ہوجاے۔ اسپر وہ پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوئین مگر آپ کو لوگون سے بات چیت کرتے دیکھکر مارے شرم کے واپس چلی آئین۔ حضرت رسولخدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہ کسی غرض سے آئی تھین اور بے کہے لوٹ گئین۔ دوسرے دن آپ تشریف لاے اور پوچھا کہ اے فاطمہ کل تم کس غرض سے آئی تھین۔ یہ سنکر مین نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لیے آئی تھین تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جو انکو پانی بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے مین ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا مین تم دونکو وہ چیز نہ بتادون جو خادم سے تم دونو کے حق مین بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اسپر تین دفعہ حضرت فاطمہؑ نے کہا رضیت عن اللہ ورسولہ کہ مین خدا اور اوسکے رسول سے راضی ہوئی فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس محبت کے جو اونھین حضرت فاطمہؑ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو اونھین گھر کے کام کاج کرنے مین ہوتی تھی نہین چاہتے تھے کہ مسلمان غریبون اور مسکینون کو چھوڑکر اپنے اہل وعیال کے لیے آسایش کا سامان مہیا کردین اور ایسے وقت مین جبکہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان مفلس ومحتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے۔ شان نبوت یہی تھی اور رسالت کی تصدیق اور اہل بیت کی عظمت اور آل رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انھین باتون سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار مین حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ اسمابنت عیس کہتی

ہین کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لاے اور اونکی گردن مین ایک گلوبند سونیکا دیکھا جسے علی بن ابی طالبؑ نے فیٔ مین سے انکے لیے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا کہ ای فاطمہؑ کیا لوگ نکہین گے کہ فاطمہ محمدؐ کی بیٹی جبابرہ یعنی مغرور امیرون کا سا زیور پہنتی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت فاطمہؑ نے اوسی وقت اوسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا۔ اور اوس سے ایک غلام خرید کر کے اوسے آزاد کر دیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

(۵) کافی مین زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا صلعم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ کو الوداع کہتے اور اونھین کے گھر سے سفر کو تشریف لیجاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہؑ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلعم کسی سفر پر گئے اور جناب امیرؑ نے فیٔ سے کچھ حصہ پایا اور اوسے فاطمہؑ کو دیدیا اور پھر خود پیغمبر صلعم سے جا ملے۔ جناب امیرؑ کی غیبت مین حضرت فاطمہؑ نے دو کنگن چاندی کے بناے اور ایک پردہ اپنے دروازے پر لٹکایا۔ جب پیغمبر خدا صلعم پھر مدینے مین واپس تشریف لاے اور مسجد سے موافق اپنی عادت کے سیدھے فاطمہؑ کے گھر مین آے فاطمہؑ خوشی خوشی آپ کی طرف دوڑین۔ رسول خدا صلعم نے جون ہی آپ کے ہاتھ مین وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اسکے کہ بیٹھین واپس تشریف لیگئے۔ حضرت فاطمہؑ اسے دیکھکر رونے لگین اور سوچین کہ ان چیزون سے پہلے تو رسول خدا صلعم کی یہ عادت نہ تھی اسلیے فوراً پردے کو دروازے سے اوتار لیا اور دونو کنگن ہاتھ سے نکال لیے اور حسنینؑ کو بلا کر ایک کے ہاتھ مین کنگن اور دوسرے کے ہاتھ مین پردہ دیا اور فرمایا کہ اسے پیغمبر خدا صلعم کی خدمت مین لیجاؤ اور بعد سلام کے میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کے پیچھے ان چیزون کے سوا ہمنے کچھ نہین بنایا ہے اب یہ آپ کی خدمت مین حاضر ہین جو چاہیے کیجیے۔ جب حسنینؑ ان چیزون کو لیکر پہونچے اور اپنی مان کا پیغام ادا کیا

تو آپ نے دونون کے منھ چومے اور زانوے مبارک پر بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ دونو لگن چاندی کے توڑ دیے جائین اور پھر اہل صفہ کو جو منجملہ مہاجرین کے تھے اور مسجد نبوی کے حجرے مین بوجہ مسکینیت اور نہونے گھر کے پڑے رہتے تھے بلایا اور اون پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کر دیے۔ پھر انھین اصحاب صفہ مین سے ایک آدمی کو کہ ننگا تھا جسکے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لیے بھی نہ تھا آگے بلایا اور اوس دروازے کے پردے مین سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اوسے دیدیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا باندازہ کمر اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اوس پردے کا عنایت کیا اور پھر آپ نے فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہؑ پر اور اونکو جلھای جنت عطا کرے بعوض اس بخشش کے جو اونھون نے کی اور بعوض اس پردے کے جس سے چند مسلمانون کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے بعوض اون کنگنون کے جو اونھون نے غربا مین تقسیم کیے۔

جسطرح پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو خادمہ کے مانگنے کے بدلے تسبیح سکھائی اور اوسے نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیارؓ کے ساتھ بھی کیا اور اوسکا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ حبشے سے جسکو ہجرت کر گئے تھے آئے۔ اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ اونکا آنا اور خیبر کا فتح ہونا ایک ہی دن ہوا۔ جب پیغمبر خدا صلعم کو خیبر کی فتح اور اوسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالبؓ کے آنیکا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مین نہین سمجھ سکتا کہ ان دونو خوشیون مین سے کسکو ترجیح دون جعفر کے آنے کو یا خیبر کے فتح ہونیکو۔ جب جعفرؓ آپ کے پاس پہونچے آپ نے اوٹھکر اون کو گلے لگایا اور اونکی آنکھون کو چوما اور فرمایا کہ ای جعفر کیا تمھین کچھ مژدون اور کیا مین تمھین کچھ عطا کرون۔ جعفرؓ نے کہا ضرور یا رسول اللہ اسپر لوگون نے گمان کیا کہ آپ اونکو سونا چاندی دین گے اور لوگ مشتاق ہوے کہ دیکھین آپ کیا عطا فرماتے ہین۔ تو آپنے فرمایا کہ کیا ای جعفر مین تمکو ایسی نماز نہ سکھاؤن کہ اگر تم اوسے پڑھو اور گو تم جہاد سے بھی بھاگ گئے ہو اور مثل سمندر کی جھاگ کے گناہ ہون تب بھی وہ اوسکے پڑھنے سے بخشدیے جائین۔ حضرت جعفرؓ نے عرض کیا کہ ہان۔ اسپر آپ نے اونکو وہ نماز سکھائی جو جعفر طیارؓ

کی صلوٰۃ سے مشہور ہے۔ اوسمین چار رکعتین ہین دوسلامون سے۔ جسکی پہلی رکعت مین بعد الحمد کے سورہ زلزال اور دوسری مین بعد الحمد والعادیات تیسری مین سورہ نصر اور چوتھی مین قل ہوالله۔ اور بعد قرارت کے ہر رکعت مین پندرہ مرتبہ سبحان الله اور الحمد لله اور لا الہ الا الله اور الله اکبر۔ اور ہر رکوع مین اور سجدہ سے سر اوٹھانیکے بعد اوسیکو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

پس کیا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی الله علیہ وآلہ وسلم کے اس برتاو کو جو آپکا اپنے عزیزون کے ساتھ تھا دیکھکر ایک لحظہ کے لیے بھی یہ خیال کرسکیگا کہ وہ پاک رسول جو دو چاندی کے کنگن اپنی بیٹی کے ہاتھ مین دیکھکر اون کے پاس سے چلے آوین اور اوسکا دکھنا گوارا نکرین۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردے کا پڑا ہونا دیکھ نسکے اور اوسے ناپسند کرے۔ اور وہ زہد و توکل اور ایثار علی النفس کی تسلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پر دیکھکر اور اوسکے مبارک اور پیارے ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک خادمہ سے مدد نکرے۔ اور اپنے بھائی جعفر طیار کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کہ خوشی ہوا اور اوس خوشی مین بجاے اہم دنیا دینے کے اونھین خاص نماز کی تعلیم دین اور اوسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھکر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اسی بات مین دیکھے اور اونکو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسایش اور روحانی اطمینان حاصل کرنے کے لیے عبادت اور تسبیح سکھاوے۔ اور اوسی کو تمام رنجون اور مصیبتون کا نعم البدل سمجھے۔ اور جو کچھ اوسے ملے وہ فقرا اور مساکین اور خدا کی راہ اور اعلاے کلمۃ الله اور اسلے فی الفور جہاد وغیرہ مین صرف کرے۔ اوسکی نسبت کوئی یہ گمان کرسکیگا یا اوسکی ایسی پاک ذات سے اس بات کی امید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدے اور سب کو اون کے حقوق سے محروم کرے۔ لا والله لا والله لا والله ہرگز نہین ہرگز نہین

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْإِفْكُ الْمُبِينُ ۝

چونکہ آیہ وات ذا القربی حقہ کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اسلیے اب ہم اس سے بحث کرتے ہین کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہرا کے قبضے مین تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ غصب کر لیا گیا۔ اور حضرت سیدہ نے اسکا دعوی ابو بکر صدیق رض کے سامنے کیا اور اونسے شہادت مانگی گئی اور وہ رد کی گئی اور فدک اونکو واپس نہ دیا گیا۔ اسکے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہان کی روایتون سے پیش کرتے ہین اور خود اونکے یہان اسکے متعلق کیا روایتین بیان کی گئی ہین

کیا فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضے مین تھا

علماے امامیہ اس بات کا دعوی کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلعم نے فدک حضرت فاطمہ رض کو ہبہ کیا تو اوسکا ہبہ نامہ بھی لکھدیا اور قبضہ بھی کرادیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہ کا قبضہ تھا سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی مجرد دعوی ہی کیا گیا ہے جناب سید مرتضی علم الہدی شافی مین فرماتے ہین کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبد الجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہین کہ فدک حضرت سیدہ رض کے قبضے مین تھا ہم اوسکے اس انکار پر کوئی حجت نہین دیکھتے۔ اور گو جیسا وہ کہتے ہین یہ ٹھیک ہے کہ اگر فدک آپ کے قبضے مین ہوتا تو وہ اونھین کا سمجھا جاتا لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اونکے قبضے سے نہین نکال لیا گیا۔ اور جبکہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیہ وات ذا القربی حقہ کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا نے آپ کو فدک دیدیا تو بغیر حجت کے اوسکے آپ کے قبضے مین ہونے سے انکار نہین ہو سکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہ کا قبضہ تھا اور اونکی طرف سے کوئی وکیل انتظام کے لیے مامور تھا اور اوسکی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ہمارے یہان کی کتابون سے پیش نہین کیا۔

اور جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت عماد الاسلام مین بیان نہین فرمائی جو کچھ اونھون نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے المسئلة الثانية ان فدك كانت في يد فاطمة يدل عليه اطباق الامامية وروايانهم كما عرفت وايضا يدل عليه انك قد عرفت ان روايات العامة والامامية تدل على ان النبي كان

مامورا باعطاء فاطمة فدك وكان واجبا عليه ان يرفع يده عنها ويجعلها تحت يد فاطمة وعقد الهبة بدون تسليم فدك لها لا يصح ولا يخرج رسول الله عما في ذمته من اداء امر الله تعالى لان الهبة بدون القبض والتسليم كالهبة وايضا يدل عليه ما مر من عبارة علمائهم المسطور في الطرائف وايضا يدل على كون فدك في يد فاطمة ان استشهد ابوبكر فاطمة على ما ادعته من النحلة فلو لم يكن في يدها لكان الاستشهاد عبثا لانه معلوم ان الهبة بدون القبض كالهبة فح كان كافيا لابي بكر ان يقول انك وان كنت صادقة في ذلك لكنك تعلمين ان الهبة بدون القبض لا تفيد بل كان هذا اولى لان في الاستشهاد من بنت رسول الله ورد شهادة امرأتين من اهل الجنة قباحة لا يخفى احد على اخفائها یعنی دوسرا مسئلہ اس بیان مین ہے کہ فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے مین تھا اور اسپر تمام امامیہ متفق اور انکی روایتین اوسپر شاہد ہین اور نیز یہ بات بھی اوسپر دلالت کرتی ہے کہ سنیون اور شیعون کی روایت سے یہ معلوم ہوچکا کہ پیغمبرؐ مامور تھے کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا کرین اور اون پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اوٹھاکر اوسے فاطمہؑ کے قبضے مین دیدین کیونکہ عقد ہبہ بغیر اسکے کہ فدک فاطمہؑ کو تسلیم کردیا جاوے پورا نہین ہوسکتا تھا اور نہ پیغمبر خدا صلعم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اسکے سبکدوش ہوسکتے تھے اسلیے کہ ہبہ بغیر قبض وتسلیم کے مثل ہبہ نکرنے کے ہے۔ اور سوا اسکے اس بات کے ثبوت مین وہ بھی ہے جو سنیون کے علما کی عبارت سے طرائف مین بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قبضۂ فدک کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے مین نہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا اسلیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے۔ اور ایسی حالت مین ابوبکر کو یہ کہدینا کافی تھا کہ گو آپ اپنے دعوی مین سچی ہین مگر اتنا تو آپ بھی جانتی ہین کہ ہبہ بغیر قبض کے مفید نہین۔ اور یہ کرنا بہ نسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا فقط اس مین جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اسوقت ہمارے سامنے ہے اوسمین کوئی روایت بھی ہمارے مانگی

منقول نہین ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہؓ کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہو اگر کوئی روایت ایسی ہوتی تو ہم ضرور جہان طرائف کی روایتون کا ذکر ہے وہان اوسے بیان کرتے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے اور کوئی ایک روایت بھی اوسمین سے اسکے متعلق پیش کرے۔

حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نکرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضۂ فدک کے اونھون نے نہین پائی اگر جھوٹی یا سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی وہ روایت پاتے اوسے نقل کرنے سے نچھوڑتے۔ رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ نکرادیا ہوتا تو عقد ہبہ کیونکر پورا ہوتا کیونکہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہونا برابر ہے اس بنیاد پر تھا کہ آیہ وات ذا القربی حقہ کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہؓ کو دیدیا گیا۔ مگر جب ہمنے اوس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کردیا تو جو کچھ آپ نے یہ قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہوگیا اور قبضہ کا نہونا اسوجہ سے ہمارے بیان کا مؤید ہوا اسلیے کہ اگر حقیقت مین آپ نے فدک ہبہ کردیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہؓ اوسپر قابض ہوتین اور قبضہ ایک ایسی جاگیر پر جسکی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہو اور تین چار برس تک حضرت فاطمہؓ اوسپر قابض رہی ہون اور اون کے کارندے اوسپر مامور رہون اور جاگیر کی آمدنی اور غلہ اونکے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسیکے چھپائے چھپ سکتا۔ بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنیکی کوئی ضرورت ہی نہوتی اگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اوسکا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک اور اسی کو آپ مہاجرین و انصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرماسکتی تھین کہ خلیفۂ وقت کا ظلم و ستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اوسے انھون نے غصب کرلیا اور میرا قبضہ اوٹھادیا اور اب مجھسے شہادت مانگتے ہین۔ کیا قبضے سے بڑھکر کوئی شہادت ہوسکتی ہے۔ اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہوتا اور وہ خلیفۂ وقت کے حکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نسمجھتے۔ اور بالفرض اون سب نے ستانے ہی پر کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی

حجت تو ختم ہوجاتی - جبکہ ایسی بڑی شہادت ہوتی ہوئی آپ نے پیش نہین فرمائی اور قبضے پر زور نہین دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہین فرمایا تو یہ اور خود اس بات کے لیے کافی ہے کہ حقیقت مین قبضہ آپکا فدک پر ہوا ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہونا برابر تھا۔

آیا فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے سامنے کیا یا نہین

جتنی کتابین امامیہ کی ہمنے اوپر بیان کی ہین اون سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہین کہ اونمین متعلق اس دعوی کے حضرات علماے امامیہ نے ہماری طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

شافی مین بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اوسکا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ فدک کے دعوی مین حق پر تھین اور اونکا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر۔ کیونکہ بوجہ معصومہ ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھین مجرد آپ کا دعوی ہی کافی تھا اور پھر آپ کی عصمت پر قرآنی شہادت آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا سے پیش کی ہے۔ اور خزیمہ ذوالشہادتین کا قصہ نقل کرکے بہت پرزور تقریر مین اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہؓ اونسے بھی کم تھین۔ اور کیا سوائے حق کہنے کے دوسرا شبہ اونکی طرف ہوسکتا تھا۔ مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپنے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا اور اوسپر شہادت طلب کی گئی پیش نہین فرمائی۔ البتہ دو بے سروپا روایتین پیش کی ہین مگر اونکی نسبت بھی یہ نہین لکھا کہ وہ کس کتاب سے اونھون نے لی ہین۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتین خود شیعون کی ہین۔

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۳۵ شافی مطبوعہ ایران مین درج ہے یہ ہے کہ مروی ہے کہ جب امیرالمومنین علیؑ نے حضرت فاطمہؓ کی گواہی دی تو ابوبکر نے اونکو فدک دینے کو لکھدیا اور عمر نے اونکے حکم پر اعتراض کرکے اوسکو پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے

ابراہیم بن میمون سے اور اونسے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسی نے اپنے باپ عبداللہ سے اور عبداللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور فرمایا کہ میرے باپنے مجھے فدک دیدیا تھا اور اسکے گواہ علی اور ام ایمن ہین - ابوبکر نے کہا کہ آپ بھی تو سچ ہی فرماتی ہین اچھا مین اوسکو آپ کو دیتا ہون اور پھر ایک چمڑے کا کاغذ منگا کر اوسپر لکھدیا - وہان سے فاطمہؑ نکلین تو عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے کہا کہ آپ کہان سے آتی ہین آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس سے - مین نے اون سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور علی اور ام ایمن اسکے گواہ ہین تو ابوبکر نے فدک مجھے دیدیا اور وثیقہ لکھدیا - عمر اون سے اوس وثیقہ کو لیکر ابوبکر کے پاس لوٹکر آئے اور کہا کہ تمنے فاطمہؑ کو فدک دیکر وثیقہ بھی لکھدیا ابوبکر نے کہا ہان - عمر نے کہا علی تو اپنے ہی لیے چاہتے ہین اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اوسکو مٹادیا یہ روایت مختلف طور سے مروی ہے جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابون مین دیکھے - اہل سنت یہ نہین کہسکتے کہ یہ اخبار احاد ہے - اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال یہ تو ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونیکی مانع ہوگی انتہی -

دوسری - روایت عمر بن عبدالعزیز کی رد فدک کے متعلق ہے جیسا کہ فرماتے ہین کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہین اور اونکے شیوخ ابوالمقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہین کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوے تو اونھون نے آل فاطمہ پر فدک رد کردیا - اور ابوبکر عمرو بن حزم والی مدینے کو یہ لکھ بھیجا کہ اگر مین تجکو یہ لکھون کہ ایک بکری ذبح کرنا تو تجھے پوچھنا چاہیے کہ منڈی ہوی یا سینگ دار یا یہ لکھون کہ ایک گائے ذبح کرنا تو تجکو اوسکا رنگ دریافت کرنا چاہیئے - جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہونچے تو فدک کو اولاد فاطمہ و علیؑ پر تقسیم کردے - ابوالمقدام کہتے ہین کہ بنو امیہ نے اس امر سے عمر بن عبدالعزیز پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تمنے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن عبس ایک لشکر کوفہ کا

لیکر اوپر چڑھ آیا۔ جب لوگون نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہین جانتے اور مین جانتا ہون تم کو یاد نہین مجھے یاد ہے مجھسے ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے اور اونکے باپ نے اونکے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میری جگر پارہ ہے جس سے اوسکو رنج پہونچے اوس سے مجکو پہونچتا ہے اور جس شی سے وہ خوش ہون اوس سے مین خوش ہوتا ہون۔ اور فدک ابو بکر و عمر کے زمانے مین کسی کا نہ تھا۔ پھر مروان اوسکا مالک ہوا اور اوسنے اوسکو میرے باپ عبد العزیز کو ہبہ کر دیا پھر اوس کے وارث مین اور میرے بھائی ہوے۔ مین نے اونسے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا حصہ میرے ہاتھ فروخت کر دین اون مین سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا اور بعض نے مجھے ہبہ کر دیا یہان تک کہ مین سب کا مالک ہو گیا۔ اب مین نے بہتری یہ دیکھی کہ مین اسکو اولاد فاطمہ پر رد کر دون۔ اسپر لوگون نے کہا کہ اگر تمنے یہ کیا ہے تو اسکی اصل اپنے قبضے مین رہنے دو اور غلے کو تقسیم کرا دو تو عمر بن عبد العزیز نے یون ہی کر دیا۔

صاحب تلخیص شافی نے بھی انھین دونو روایتون کو بیان کیا ہے مگر اونھون نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہین دیا جس سے معلوم ہو کہ اونھون نے سنیون کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اور ان دو روایتون کے نقل کرنے کے بعد بلا حوالہ سند مامون کا قصہ کہ اونھون نے فدک آل فاطمہ کو واپس کیا لکھا ہے کما قال ومما یدل علی صحة دعوها النحل و ان ذلك كان معروفا شائعا ما كان من عمر بن عبد العزيز من رد فدك على ولدها لما تبين ان الحق كان معها وكذلك فعل المامون فانه نصب لها وكيلا ووكيلا لابي بكر وجلس للقضاء وحكم لها بذلك ولولم يكن الامر معروفا معلوما كما فعلوا ذلك مع موضعهم من الخلافة وسلطانهم الذى اراد واحفظ قلوب الرعية وان لا يفعلوها يؤدى الى تنفيرهم وليس لاحدهم ان ينكر ذلك ويدفعه كان الامر فى ذلك اظهر من ان يخفى کہ حضرت فاطمہؑ کے دعوی ہبہ کی صحت پر دلالت کرنی والی

باتونمین سے ایک عمر بن عبد العزیز کا قصہ ہے کہ اونھون نے فاطمہ کی اولاد کو فدک واپس کردیا جبکہ اون پر یہ ثابت ہوگیا کہ فاطمہ حق پر تھین اور اسی طرح مامون نے کیا کہ اونھون نے ایک مجلس قائم کی اور اوسمین ابوبکر و فاطمہ دونو کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک آل فاطمہ کو واپس کیا اگر یہ بات کہ فدک کا دعوی فاطمہ نے کیا ہے مشہور اور معلوم نہوتی تو باوجود خلیفہ ہونے اور صاحب سلطنت ہونیکے وہ کبھی ایسا نکرتے کیونکہ خیال رعایا کے دلون کا اون کو کرنا ضروری تھا۔ اور ایسی بات جس سے وہ شور مچاوین کبھی نکرتے۔ اگر اونکے نزدیک وہ بات حق نہوتی۔ اور اس بات کا کوئی انکار تو کرہی نہین سکتا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ چھپائے چھپ نہین سکتی۔ (دیکھو صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ ایران)

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق مین ایک روایت واقدی کی لکھی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ واقدی اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ مین ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤن یہود کے دیہات سے اپنے لیے خاص کرلیا اور فاطمہ کو بحکم خدا دیدیا (جتنا حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کرچکے) بعد وفات آنحضرت صلعم کے جب ابوبکر خلیفہ ہوے تو اونھون نے فدک سے فاطمہ کو روکا اسپر حضرت فاطمہ نے اوسکی واپسی کا دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔ ابوبکر نے اوسکی واپسی سے انکار کیا پھر ابوبکر نے کہا کہ جو آپکے باپ نے آپ کو دیا ہے اوسے مین نہین روک سکتا اور ارادہ کیا کہ اونکو اس کے متعلق سند لکھدین مگر عمر بن خطاب نے اونکو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہین جس بات کا وہ دعوی کرتی ہین اوسکے لیے اونسے شہادت مانگنی چاہیے اسپر ابوبکر نے شہادت پیش کرنے کا حکم دیا تب حضرت فاطمہ ام ایمن اور اسما بنت عمیس کو مع علی کے لائین اور اون سب نے شہادت دی۔ تب ابوبکر نے سند لکھدی مگر جب یہ خبر عمر کو پہونچی تو اونھون نے اوس کاغذ کو لیکر مٹادیا اسپر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونو سے بات نکرینگی اور ہمیشہ اون سے ناراض رہین۔

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس مین کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہین اور وہ یہ ہے جمع المامون الف نفس من الفقهاء وتناظروا وادی بحثهم الی رد فدك علی العلويين من ولدها فردها عليهم کہ مامون نے ہزار فقیہون کو جمع کیا اور فدک کے متعلق مباحثہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک حق فاطمہؑ کا ثابت ہوا اور مامون نے اوسے فاطمہؑ کی اولاد کو واپس کر دیا۔

تیسری روایت متعلق قصۂ عمر بن عبد العزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہلال عسکری نے کتاب اخبار الاوائل مین ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز اول اون لوگون مین سے ہین جنھون نے فدک فاطمہؑ کے وارثون کو واپس کیا۔

علامہ فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل مین جو کشف الحق کے جواب مین لکھی ہے ان بے بنیاد قصون کی نسبت یہ جواب دیا ہے واما دعوی فاطمة فلم يصح في الصحاح ويذكروها نقلة الاخبار من ارباب التواريخ ومجرد نقلهم لا يصير سببا للقدح في الخلفاء کہ حضرت فاطمہؑ کا دعوی کرنا صحاح مین ثابت نہین ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہین فقط اونکے غلط سلط نقل کر دینے سے خلفا پر الزام عائد نہین ہو سکتا۔ اسکے جواب مین قاضی نور اللہ شستری نے احقاق الحق مین کوئی مستند روایت پیش نہین کی اور دو بے سر و پا قول نقل کیے ہین ایک معجم البلدان سے کہ اوسمین فدک کے ذکر مین یہ لکھا ہے وهي التي قالت فاطمة ان رسول الله نحلنها فقال ابوبكر اريد بذلك شهودا ولها قصة کہ فدک وہی ہے جسکے لیے فاطمہؑ نے دعوی کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم نے اونھین ہبہ کر دیا ہے اور جسپر ابو بکر نے کہا تھا کہ اسکے لیے شہادت چاہیے اور اوس کا ایک قصہ ہے۔

دوسرے عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ۔ مگر اسمین بھی کسی معتمد کتاب یا سند کا ذکر نہین کیا مجملا یون لکھا ہے کہ جب عمرؓ بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو اونھون نے

عامل مدینہ کو فدک کے واپس کرنیکو اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا پھر فدک خلافت عمر بن عبد العزیز مین اولاد فاطمہ ہی کے قبضے مین رہا۔ جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اوسنے پھر لے لیا اور پھر بنو امیہ کے ہی قبضے مین رہا یہان تک کہ ابو العباس سفاح خلیفہ ہوا کہ اوسنے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دیدیا اور وہی اوسکے منتظم رہے اور علویون مین اوسکو تقسیم کرتے رہے۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اوسپر اولاد حسن نے خروج کیا تو اوسنے اونسے پھر لے لیا۔ پھر جب مہدی بن منصور والی خلافت ہوا تو اوسنے اوسکو اون پر واپس کر دیا۔ پھر اوسکو موسی ہادی نے لے لیا اور جو اوسکے بعد خلیفہ ہوے زمانہ مامون تک اسی طرح رہا۔ پھر مامون کے پاس اولاد علی نے آکر اوسکا مطالبہ کیا تو اوسنے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پر لکھدیا جاے اور وہ لکھکر مامون کو سنا دیا گیا۔ دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اوسنے یہ شعر پڑھا اصبح وجہ الزمان انیق یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دیدیا۔ اور فدک کے باب مین بسبب اختلاف پیغمبر صلعم کی وفات کے بعد راویون کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے۔ معجم البلدان کی عبارت یہان تک تھی۔

اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا سے لکھی ہے جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا مختصر ابیان ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ یہ امر خلاف ہے اوس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تاریخ الخلفا مین لکھی ہے کہ ابو بکر و عمر کے زمانہ مین فدک ویسا ہی رہا پھر اوس مین مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبد العزیز نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہ کو لوٹا دیا انتہی۔

اور سوا اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نور اللہ نے پیش نہین کی مگر اجمالا ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقون سے ہبہ کے دعوی کی روایتین بیان کی گئی ہین کما قال واما دعوی النحلة فقد مر نقلا عن کتاب المعجم وقد روی من عدة طرق من طریق غیرہ ایضا۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ فاطمہ کا دعوی فدک کا ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح مین اوسکی صحت کے طلب کی ضرورت نہین کیونکہ اسکی خبر تمام علما اور جہلا اور عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور اب سے پانچسو برس پہلے بعض حکما شعرا نے بھی اسکو مثل مین بیان کیا ہے ؎ ملک بخشایندہ درحرمان میمون خدمتت

چون خلافت بی علی بود ست بی زہرا فدک مجیب نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کر دینا قدح خلفا کے لیے کافی نہین تو اسمین یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ مین وہ امور نقلی ہین جو اور کتابون سے بھی ثابت ہوتے ہین تو وہ ضرور ثابت وصحیح ہونگے اور اصول مین یہ مقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات مین ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہونچ جاے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہین رہتی مصنف حلی نے یہان صرف واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہین کیا بلکہ اور دونکی بھی تصریح کی ہے اور اون اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے نزدیک صحیح مانے گئے ہین اور اوسکی تائید اوس مناظرے سے کی ہے جو ایام مامون مین اس بارہ مین ہمزار فقہا کے سامنے ہوا تھا۔ اور اون دو حدیثون سے جو سید الحفاظ اور صدر الائمۂ اہل سنت سے مروی ہین اوسکی تکمیل کی ہے۔ مصنف حلی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دین اگر خصم انکار کرے ورنہ خصم کو چاہیے کہ اپنے انکار سے باز آے۔ انتہی۔ اگرچہ اسمین قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہین کہ مصنف نے اور روایتون کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر ہمین تو کوئی روایت کتاب کشف الحق مین نہین ملی سوے انکے جنکو ہمنے نقل کیا ہے۔ اور نہ قاضی صاحب نے اپنی احقاق الحق مین سوے مجرد دعوی شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے۔ دونون کتابین ایران کے چھاپے کی موجود ہین جو کوئی چاہے دیکھ لے۔

طرائف مین بھی اگرچہ جناب ثقۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی معتبر سند آپ نے بھی متعلق دعوی

ہبہ فدک کے پیش نہین فرمائی - اونکی طرائف مطبوعہ مبئی مین صفحہ ۶۷ سے صفحہ ۸۰ فدک کا بیان ہے - مگر اوسمین متعلق اس دعوی کے سوائے مامون کے قصے اور عمر بن عبدالعزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہین ہے - جس مین یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ نے فدک کا دعوی ابوبکر صدیق رض کے سامنے کیا اور اونھون نے شہادت طلب کی اور اوسے رد کیا - صرف معمولی سب وشتم پر کفایت کی ہے - اور عوام کے دلونمین شبہ پیدا کرنے کے لیے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض معصوم تھین اور باوجودیکہ حضرت علی رض نے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابوبکر نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور اونکے دعوی کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت کے لیے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہین تاکہ ان باتون کو سنکر لوگ پریشان ہون اور اونکے دلونمین حضرت ابوبکر رض کی طرف سے شبہ پیدا ہو - مگر جبکہ نہ دعوی ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اوسکی تردید ہوئی بلکہ یہ سب جھوٹی باتین اور بنائی ہوئی کہانیان ہین اور جن علماے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ ساری خوش تقریرین لغو اور فضول ہین - اونکا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعوی کے ہمارے یہان سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے - اور جو کچھ قلم کا زور دکھانا تھا وہ دکھاتے - بے بنیاد بات اور جھوٹے قصے پر ساری لن ترانیان ہنسنے کے قابل ہین -

اونکی کتاب طرائف مین جو روایت متعلق قصہ مامون کے ہے اوسے وہ یون لکھتے ہین کہ عجیب وغریب ماجرا یہ ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض بنت رسول کی بزرگی اور جلالت وطہارت کا اقرار کرتے بھی تھے مگر اون پر طرح طرح کے ظلم وستم کیے اور اونکی اور اونکے باپ کی حرمت کو پامال کیا - اور باوجودیکہ حضرت فاطمہ رض کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے مگر اونکو ایذا دی اور طرح طرح سے ستایا چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے مین جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج مین لکھا اور پڑھا گیا اس کا بیان کیا ہے -

صاحب تاریخ عباسی نے اوسے لکھا ہے۔ اور رومی فقیہ صاحب تاریخ نے بھی اون حوادث
مین جو ۲۱۱ھ مین ہوے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اولاد حسنینؑ نے اپنے
قضیے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعوی سے پیش کیا کہ فدک اور عوالی اونکی والدہ فاطمہؑ
بنت محمد نبی کا تھا۔ ابوبکر نے اونکے قبضے سے اوسکو ناحق لے لیا اب ہم اپنا انصاف اور ظلم
کا انکشاف چاہتے ہین ہی پر مامون نے علما حجاز و عراق کے دو سو علما کو جمع کیا اور نہایت تاکید
کی کہ اوسے امانت اور اتباع صدق کرین۔ اور ورثۂ فاطمہؑ نے جو قضیہ پیش کیا تھا اونسے
بیان کیا اور پوچھا تمھارے نزدیک اس باب مین کوئی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی باب مین
بہت لوگون نے بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثین روایت کی ہین کہ
یہ سب اون احادیث کو اپنے نبی محمدؐ تک پہونچاتے ہین کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو آپ نے یہود کے
گانو مین سے ایک گاؤن اپنے لیے خاص کرلیا۔ پھر جبریل نازل ہوے اور یہ آیت لاے
وات ذا القربی حقه آپ نے پوچھا کہ ذی القربی کون لوگ ہین اور اونکا حق کیا ہے۔
جبریل نے کہا فاطمہؑ ہین پھر آپ نے فدک اونکو دیدیا۔ اسکے بعد پھر اونکو عوالی دیا۔ اور مستقل طور
پر فاطمہؑ کے پاس رہے۔ یہان تک کہ اونکے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی۔ جب ابوبکر سے
بیعت ہوئی تو اونھون نے کہا کہ مین اوس شی کو جسکو تمھارے باپ نے تمکو دی ہے روک
نہین سکتا اور یہ چاہا کہ اونکو ایک وثیقہ لکھدین کہ ابوبکر کو عمر بن خطاب نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ
ایک عورت ہین انسے گواہ طلب کرو۔ ابوبکر نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ۔ تو فاطمہؑ ام ایمن اور اسما بنت
عمیس کو مع علی بن ابی طالبؑ کے گواہ لائین۔ پھر یہ خبر عمر کو پہونچی تو وہ ابوبکر کے پاس آئے۔ اور
ابوبکر نے اس ماجرے کو اون سے کہا کہ ان سب نے گواہی اونکے دعوی کی دی اور فاطمہؑ کے
لیے ایک وثیقہ لکھدیا عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہؑ ایک عورت ہین اور علیؑ اوس کے
شوہر ہین اپنا نفع چاہتے ہین اور شہادت دو عورتون کی بے مرد کے درست نہین ہوتی۔
ابوبکر نے اس خبر کو فاطمہؑ سے کہلا بھیجا آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے جسکے سوا کوئی

کوئی معبود نہین کہ ان لوگون نے شہادت حق ادا کی تھی۔ پھر ابوبکر نے کہا کہ شاید آپ سچی ہون لیکن اور گواہ لائو جو اپنا نفع چاہتا ہو۔ اونھون نے کہا کہ مینے میرے باپ رسول اللہ سے یہ نہین سنا کہ فرماتے تھے کہ اسما بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت سے ہین دونو نے کہا ہان آپ نے کہا کہ وہ عورتین کہ اہل جنت سے ہون وہ باطل گواہی دے سکتی ہین۔ پھر آپ خفا ہوتی ہوئی گھر کو لوٹ آئین۔ اور اپنے باپ سے پکار کر کہتی تھین کہ میرے باپ نے مجکو یہ خبر دی ہے کہ سب سے اول مین اونسے ملون گی۔ قسم ہے خدا کی کہ مین اسکی شکایت اونسے کرونگی۔ پھر وہ مریض ہو گئین اور علیؑ کو وصیت کی کہ ابوبکر و عمر اونکی نماز نہ پڑھین اور آپ نے اون دونون کو چھوڑ دیا اور اون سے بات نکرتی تھین حتی کہ آپ کا انتقال ہوا۔ اور علی اور عباسؓ نے آپکو رات مین دفن کیا پس مامون نے اوسی مجلس مین اوسی دن اولاد فاطمہؑ کو فدک دیدیا پھر دوسرے روز ایک ہزار علما و فقہا کو بلایا اور اون سے صورت حال بیان کی اور اونکو اللہ کا خوف دلایا اور اون سب نے آپسمین مناظرہ کیا پھر اونکے دو فریق ہوے۔ ایک فریق اونمین یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اوسکی شہادت قبول نہین ہوسکتی لیکن ہم خیال کرتے ہین کہ حلف فاطمہؑ نے اونکے دعوی کو ثابت کردیا تھا مع دو عورتون کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم یہین و شہادت پر حکم لازم نہین سمجھتے لیکن زوج کی شہادت جائز ہے اور ہم اوسکو اپنا نفع چاہنے والا نہین خیال کرتے اور اونکی شہادت دو عورتون کی شہادت پر فاطمہؑ کے دعوی کو ثابت کرتی ہے۔ غرض ان دونو فریق کا باوجود اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک دعوالی کا استحقاق فاطمہؑ کو تھا۔ اسکے بعد مامون نے اونسے فضائل علیؑ کو دریافت کیا۔ تو اونھون نے یہان طرفہ جلیل بیان کیا ہے جو رسالۂ مامون مین مذکور ہے۔ اور پھر اونسے فاطمہؑ کا حال دریافت کیا تو اونھون نے اون کے باپ سے اون کے بہت سے فضائل بیان کیے پھر ام ایمن اور اسما بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو اونھون نے اپنے نبی محمدؐ سے روایت کی کہ یہ دونو اہل جنت سے ہین۔ مامون نے کہا

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جاے یا اعتقاد کیا جاے کہ علی بن ابی طالبؑ باوجود ورع و زہد
کے فاطمہؑ کے لیے جھوٹی گواہی دین حالانکہ خدا و رسول اونکے فضائل بیان کرتے ہین
یا یہ ہوسکتا ہے کہ اونکے علم و فضل کا اعتقاد رکھکر یہ کہا جاے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو
تیار ہوجائین جسکا خود حکم نہ جانتے ہون - اور کیا یہ جائز ہوسکتا ہے کہ فاطمہؑ باوجود عبادت
و عصمت اور نساء عالمین و نساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جسکی تم روایت کرتے ہو ایسی
شی طلب کرین جو اونکی نہو اور تمام مسلمانون پر ظلم پسند کرین اور او سپر اللہ لا الہ الا ہو کی
قسم کھاوین - یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس جھوٹی گواہی دین حالانکہ
وہ اہل جنت سے ہون - بیشک فاطمہؑ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین مین
الحاد ہے - کبھی ہونہین سکتا کہ یہ بات اسطرح ہوئی ہو - پھر مامون نے اونسے معارضہ
اوس حدیث سے کیا جسکو اونھون نے روایت کیا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب نے بعد وفات
آنحضرت صلعم کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے
پاس آئے - تو بہت سے لوگ آپ کے پاس آئے اور اونھون نے جو بیان کیا آپ نے
بے گواہ طلب کیے اونکو دیدیا - اور ابو بکر نے بھی اس قسم کی منادی کرائی تو جریر بن عبد اللہ
نے آکر پیغمبرؐ پر ایک وعدہ کا دعوی کیا اور ابو بکر نے بے گواہی کے اوسکو دیدیا اور پھر جابر
بن عبد اللہ نے آکر دعوی کیا کہ اونسے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا کہ اونکو مال بحرین مین سے ایک
تہائی دین گے - جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو اونکو ابو بکر نے ایک تہائی مال
دیدیا - ان دونو نے دعوی بے گواہ کے کیا تھا - عبد المحمود کہتے ہین کہ اس حدیث کو حمیدی
نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نوین حدیث مسند جابر مین ذکر کیا ہے - اور یہ کہ جابر نے کہا
کہ مین نے جو اونکا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابو بکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو -
عبد المحمود کہتے ہین کہ رسالۂ مامون مین لکھا ہے کہ اس حدیث سے مامون نے نہایت
تعجب کیا اور کہا کیا فاطمہؑ اور اون کے گواہ جریر اور جابر پسران عبد اللہ کے برابر بھی نہ تھے

پھر مامون نے اس رسالے کے لکھے جانے کی نہایت تاکید کی اور یہ کہ موسم حج مین علی رؤس الاشہاد پڑھا جاے۔ اور فدک اور عوالی کو محمد بن یحیی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے قبضے مین کر دیا کہ اوسمین وہ کاروبار کرتے اور ورثۂ فاطمہؑ پر تقسیم کر دیتے۔

عمر بن عبد العزیز کا قصۂ رد فدک کا ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے اوسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق مین لکھا ہے۔

بحار الانوار مین بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعوی ہبۂ فدک ہمارے یہان کی کتابون سے پیش نہین کی گئی۔

عماد الاسلام مین جناب مولانا ولدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت مین اس دعوی کے پیش نہین فرمائی۔ آپ نے جو کچھ عماد الاسلام مین ارشاد فرمایا ہے اوسمین ایک روایت تو وہ ہے جس مین مامون کے مباحثہ اور فدک کے رد کا قصہ ہے۔ اور اسے آپ نے طرائف سے بعینہ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چوتھے فائدے کے پہلے مسئلے مین لکھتے ہین وقال السید علی بن طاؤس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ

اور پھر آگے چلکر صواعق محرقہ اور جواہر العقیدین سے ایک روایت حافظ ابن شبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہین کہ تیسرا مسئلہ اس بیان مین ہے کہ آیا فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی کیا یا نہین اور اس دعوی کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اوسی کتاب کے دوسرے حصے کے ساتوین ادب اور پندرھوین ذکر مین اور نیز سید سمہودی کی جواہر العقیدین مین یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہین کہ مین نے زید بن علی سے جو امام باقرؑ کے بھائی تھے بارادہ تہجین وتذلیل ابوبکر کے پوچھا کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت زید نے جواب دیا کہ ابوبکر ایک مرد عادل آدمی تھے وہ نہین چاہتے تھے کہ کسی چیز مین رسول خدا صلعم کے کچھ تغییر وتبدیل کرین۔

اونکے پاس حضرت فاطمہؑ آئین اور فرمایا کہ رسول اللہ نے فدک مجھے دیدیا ہے۔ ابوبکر نے کہا کیا اسپر تمھارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ علی کو لائین اونھون نے شہادت دی پھر ام ایمن کو اونھون نے پیش کیا اونھون نے اول تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہین دیتے کہ مین اہل جنت سے ہون۔ ابوبکر نے کہا بیشک۔ تب اونھون نے کہا کہ مین گواہی دیتی ہون کہ فدک پیغمبر خدا نے فاطمہؑ کو عطا کیا تھا۔ اسپر ابوبکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعوی ثابت ہوسکتا ہے الی آخر القصہ۔ اسکے آگے کا پورا قصہ بیان نہین کیا اور وہ یہ ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو مین بھی اوسمین وہی حکم دیتا جو ابوبکر نے دیا تھا۔ اور صواعق محرقہ کے باب اول کی پانچوین فصل مین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا دعوی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک اونکو بخشدیا تھا ثابت نہین ہوا اسلیے کہ سوائے علی اور ام ایمن کے وہ اوسپر اور کوئی گواہ نہین لائین۔ اور نصاب شہادت پورا نہین ہوا۔ سوا اسکے علما مین اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لیے قبول ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ گمان اونکا کہ حسنین اور ام کلثوم نے بھی شہادت دی باطل ہے۔ سوا اسکے فرع کی شہادت اور نابالغ کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد مین یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جاے کہ فاطمہ نے ہبۂ فدک کا دعوی کیا اور علی و حسنین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے شہادت دی اور ابوبکر نے اوسے رد کیا تو اوس کا جواب ہم یہ دین گے کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا۔ انتہی۔

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسکے سوا اور کچھ نہین لکھا۔ اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے یہ دلیل بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے پیش کی تھی کہ فدک میرے قبضے مین تھا۔ امید ہوتی تھی کہ اسکے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے مبسوط اور مشہور کتاب مین کوئی سند ہمارے یہان سے پیش کرین گے مگر جو کچھ اونھون نے بیان فرمایا اوس سے ثابت ہوگیا کہ اس باب مین کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی اونھون نے نہین پائی۔

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سید محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جسکی نسبت خیال گذر سکتا ہے کہ اوسمین ضرور دعوی ہبۂ فدک کے ثبوت مین کوئی صحیح روایت درج ہوگی مگر افسوس ہے کہ یہ توقع بھی متوقعین کی اوسکے دیکھنے سے مبدل بہ یاس ہوتی ہے جناب ممدوح نے سوائے اعادہ اون تاریخی اخبار کے جو اونکے متقدمین اور والد ماجد نے لکھے ہین یا حوالہ دینے بعض اوسی قسم کی روایتون اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہین فرمائی جس سے اس دعوی کا ثبوت ہوتا۔ اور جسکی وجہ سے یہ کتاب بقول اونکے ہم مشربون کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہرحال جناب ممدوح نے طعن الرماح مین جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابون سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود پیش کیے ہین اونمین سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جس مین حضرت زید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہین۔ کہ ابن حجر در باب ثانی صواعق محرقہ وسید سمہودی در جواہر العقدین از حافظ ابن شبہ روایت کردہ واللفظ للاخیر عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا اریدان اہجن ابا بکر الخ۔ اور بعد لکھنے اون الفاظ کے جو عماد الاسلام مین مذکور ہین آپ فرماتے ہین کہ این روایت صریح ست درین کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ دعوی ہبہ فرمودہ وا وگواہ وشاہد طلب نمودو جناب باب مدینۃ العلم ونفس رسول وام ایمن کہ بنا بر حدیث متفق علیہ نبوی مبشر بہ بہشت بود وابو بکر نیز بآن اقرار نمود وا ی شہادت کردند پس او قبول نکرد وگفت از گواہی یک مرد ویک زن ثبوت حق نمی شود۔ انتہی۔

دوسری روایت ابو بکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ وایضا ابو بکر جوہری کہ کنیت شریفش شاہد عدل نصب وتسنن اوست روایت کردہ قالت فاطمۃ ان ام ایمن تشہد ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لہا یا بنت رسول اللہ واللہ ما خلق اللہ خلقا احب الی من رسول اللہ ابیک ولو دد ت ان السماء تقع علی الارض یوما ما ابوک الی ان قال ہذا المال

لم یکن للنبی انما کان مال من اموال المسلمین یحمل به الرجال وینفقه فی سبیل الله فلما توفی رسول الله ولیته کما کان یلیه قالت والله لا کلمتک ابدا قال لا اهجرتک ابدا قالت والله لادعون الله علیک قال والله لادعون الله لک فلما حضرتها الوفاة اوصت ان لا یصلی علیها فدفنت لیلا انتهی علی ما نقله ابن ابی الحدید یعنی ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا۔ تو ابوبکر نے اونسے کہا کہ ای بنت رسول اللہ مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ اللہ کی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمھارے باپ رسول اللہ سے زیادہ محبوب نہین۔ اور مین بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمھارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پر گر پڑے یہان تک کہ ابوبکر نے کہا کہ یہ مال خاص پیغمبرؐ کا نہ تھا بلکہ مسلمانون کا ہے۔ آپ اس مال سے لوگون کو جہاد کا سامان دیتے اور راہ خدا مین صرف فرماتے۔ اب رسول اللہ نے وفات فرمائی تو مین بھی اسمین اوسی طرح کرونگا جسطرح آپ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی مین تمسے کبھی بات نکرونگی۔ ابوبکر نے کہا کہ مین کبھی تمکو نہ چھوڑونگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ مین اللہ سے تمھارے لیے بد دعا کرونگی ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ مین تمھارے لیے دعا کرونگا۔ جب حضرت فاطمہؑ کی وفات قریب پہونچی تو اونھون نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر اونکی نماز نہ پڑھین اسلیے وہ شب مین دفن کردی گئین انتہی۔

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا ذکر ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے اور اسمین اونھین باتون کو نقل فرمایا ہے جنکو اونکے والد ماجد نے عماد الاسلام مین اور قاضی نور اللہ شستری نے بیان فرمایا ہے

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قائم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف مین منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام مین نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے صرف یہ

تصرف کیا ہے کہ بجاے عربی عبارت کے اوسکا ترجمہ فارسی مین کر دیا ہے۔

پانچوین وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے جو عماد الاسلام مین بیان کی گئی ہے جسمین ذکر ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہؑ کو لکھدی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرتؐ کے حضرت فاطمہؑ نے ابوبکرؓ کے سامنے پیش کیا اور راوے سے یون لکھا ہے کہ وایضا در روضۃ الصفا وہم در کتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملا معین ہروی است از مقصد انسی نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وات ذا القربی حقہ کی بحث مین ہم پہلے نقل کر چکے)۔

چھٹے ملل ونحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل ونحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی ودعوی فاطمۃ علی نبینا وعلیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہ تیسرا خلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا کی وراثت مین اور فاطمہؑ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتاً کیا اور کبھی ملکیت کا اور اوس سے وہ محروم کی گئین اس حدیث کی بنیاد پر کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبرون کے ہین ہمارا کوئی وارث نہین ہوتا جو ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہے۔

ساتوین مواقف اور شرح مواقف کا اس دعوی کی تائید مین حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عماد الاسلام مین لکھا تھا اوسے نقل کر دیا ہے۔

آٹھوین امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عماد الاسلام سے جو کہ نہایۃ العقول کے جواب مین لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے۔ وہو ہذہ۔ الفائدۃ الرابعۃ فیما یتعلق بنحلۃ النبی قال الرازی مجیبا عما ذکرہ من قبل الامامیۃ ثانیا منعہا فدکا بانہ لو وجب علیہ تصدیقہا فی ہذہ الدعوی لکان ذلک اما لما یذکرونہ من وجوب عصمتہا وقد سبق الکلام علیہ او للبینۃ لکن البینۃ الشرعیۃ ہہنا کانت حاصلۃ

لایقال فیلزم ان تکون طالبة عن ذلک من غیر بینة وذلک لایلیق بها لانا نقول لعلها کانت تذهب الی ان الحکم بالشاهد الواحد والیمین جائز کما ذهب الیه بعضهم وان ابابکر ما کان یذهب الی ذلک اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھا فائدہ آنحضرت صلعم کے ہبہ کرنے کے بیان مین ہے - امام رازی جواب مین اوس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا کہتے ہین کہ دوسری یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک سے روکا گیا اور یہ اسطرح ہے کہ اگر حضرت فاطمہؑ کی اس دعوی مین تصدیق ابوبکرؓ پر واجب ہوتی تو یا اس خیال سے جیسا کہ شیعہ کہتے ہین کہ آپ معصومہ تھین اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری لیکن شرعی شہادت حاصل نہین ہوئی - اور یہ نہین کہا جا سکتا کہ آپ بغیر شاہد کے طلب کرتی تھین کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہین ہے اسلیے کہ شاید آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیسا کہ بعضون کی رائے ہے اور ابوبکرؓ کی یہ رائے نہ تھی -

تشئید المطاعن مین جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب مین پچیس کتابون سے اس سند کے پیش کرنے کا دعوی کیا ہے - چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ اما انچہ گفتہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست - پس مردود است بانیکہ انکار وجود این دعوی و شہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ این دعوی در کتب کثیرہ از کتب معتمدہ و اسفار معتبرۂ ایشان مذکور ست مثل تصانیف عمر بن شبہ - و مجد مؤرخ - و ابوبکر جوہری - و منتقی قاضی القضاۃ - و دلائل دخل شہرستانی - و کتاب الموافقۃ ابن سمان - و معجم البلدان یاقوت حموی - و محلی ابن حزم و نہایۃ العقول - و تفسیر مسمی بمفاتیح الغیب - و ریاض النضرہ - و کتاب الاکتفا - و فصل الخطاب - و مواقف - و شرح مواقف

وجواہر العقدین - ووفاء الوفا - وخلاصۃ الوفا - ہرسہ از سید سمہودی - وحاشیہ صلاح الدین رومی
برشرح عقائد نسفی از تفتازانی - وضوء اعق محرقہ - وبراہین قاطعہ - ومقصد اقصی - ومعارج النبوت
وحبیب السیر - وروضۃ الصفا - ودر بسیاری ازین کتب وقوع این شہادت ہم برین دعوی
مذکورست - یہ لکھکر پھر اپنے دعوی کے ثبوت مین ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے -
اگرچہ صاحب تشئید المطاعن نے پچیس کتابون کے نام لکھدیے مگر حقیقت مین انمین سے
کسی ایک کتاب مین بھی ایک روایت ایسی نہین ہے جو صحیح ہو اور بسلسلہ اسناد بیان
کی گئی ہو - اس مین اکثر کتابین تو وہی ہین جنکا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح مین ہے -
اور وہی عبارتین ہین جو انمین نقل کی گئی ہین اور بعض کتابین جنکا ذکر انمین نہین ہے
انمین نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوائے نام گنانے کے اوس سے کچھ حاصل ہے چنانچہ
عمر بن شبہ مین سے خود انکی کسی تصنیف کا نام نہین لکھا نہ اوسمین سے کوئی عبارت نقل کی ہے
بلکہ جواہر العقدین مین جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اوسی کو آپ نے لکھا ہے -
اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفے سے اوسے نقل کیا ہے - جیسا کہ
تشئید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے - اور یہ وہ روایت ہے جسمین
حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے - شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید مین
ابو بکر جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے - اور مجد مورخ کی تصانیف کا جو
ذکر ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ انکی کسی خاص کتاب کا نہ آپ نے نام لکھا ہے نہ اوس سے عبارت
نقل کی ہے بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفے مین جو سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے
اوس سے یہ نقل کیا ہے ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما یقتضی ان الذی دفعہ عمر الی علی
وعباس ووقعت الخصومۃ فیہ ھو فدک فانہ قال فیھا وھی التی کانت فاطمۃ ادعت
ان رسول اللہ اعطاھا فقال ابو بکر اریدبذلک شھود افشھد لھا علی فطلب
لھا شاھد الخر فشھدت لھا ام ایمن فقال علمت یا بضعۃ

رسول اللہ انہ لا یجوز الا بشہادۃ رجل وامرأتین فانصرفت ثم
ادی اجتہاد عمر الی رد ھا لما ولی وفتحت الفتوح وکان علی یقول ان النبی
جعلھا فی حیاتہ لفاطمۃ وکان العباس یابی ذالک فکانا یختصمان الی
عمر فیابی ان یحکم بینھما ویقول انتما اعرف بشانکما یعنی مجد نے ترجمۂ فدک مین بیان کیا ہے
کہ مراد فدک سے وہی ہے جسکو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ و عباسؓ کو دیا تھا اور جسمین ان دونوکا
جھگڑا ہوا تھا اسلیے کہ مجد نے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جسکا دعوی فاطمہؓ نے
کیا تھا کہ رسول اللہؐ نے اونکو دیا تھا اور ابوبکر نے کہا تھا کہ میرے سامنے اسکے گواہ پیش کرو۔
اول حضرت علیؓ نے گواہی دی۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے
گواہی دی۔ ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اے جگر پارۂ رسول تم جانتی ہو کہ ایک مرد اور ایک عورت
کی گواہی سے حق ثابت نہین ہوتا اوسکے لیے ایک مرد اور دو عورتین ہونا چاہیین حضرت فاطمہؓ
یہ سنکر چلی گئین۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور فتوحات بہت ہونے لگے تو اونکی رائے اسکے
لوٹا دینے کے لیے قرار پائی۔ حضرت علی تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلعم نے اسکو اپنی حیات مین
فاطمہؓ کو دیدیا تھا اور حضرت عباس اس سے انکار کرتے تھے۔ پھر ان دونو حضرات نے اس
جھگڑے کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو اونھون نے اونمین کچھ حکم کرنے سے انکار کیا
اور یہ کہا کہ تم دونو اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو۔ اور کتاب الموافقہ ابن السمان کا
اگرچہ نام لکھا ہے مگر اوسکی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی ہے اور وہ
یہ ہے وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقۃ فی ذکر فاطمۃ وابی بکر جاءت
فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وھبھا لی فقال
صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمھا فیعطی الفقراء
والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منھا قوتکم فما تصنعین بھا قالت
اصنع فیھا کما کان یفعل فیھا ابی رسول اللہ یعنی ابن سمان کتاب الموافقہ مین جہان ذکر فاطمہؓ

اور ابو بکر کا کیا ہے یہ کہتے ہین کہ حضرت فاطمہ نے ابو بکر صدیق کے پاس آکر یہ کہا کہ مجکو فدک دیدو کہ وہ مجھے رسول اللہ نے ہبہ کر دیا تھا۔ ابو بکر نے جواب دیا کہ ای دختر رسول تم سچ کہتی ہو لیکن مین نے رسول اللہ کو اس مین سے تقسیم کرتے ہوے اور فقرا اور مساکین اور مسافر کو دیتے ہوے دیکھا ہے اور پہلے اس مین سے تمھاری قوت تمکو دیا کرتے تھے تو تم اسکو کیا کروگی فاطمہ نے کہا کہ مین بھی اسمین وہی کرونگی جو میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے۔

اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے

ومن منع الارث وفدك بالنحلة وقع بين فاطمة وابي بكر بغض وتشاجر ولم تتكلم مع مدة حياتها اور تفسیر کبیر سے یہ پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہین فلما مات صلعم ادعت فاطمة انه صلعم كان نحلها فدك فقال ابو بكر انت اعز الناس علي فقرا واحبهم الي غني لكني لا اعرف صحة قولك ولا يجوز ان احكم بذلك فشهد لها ام ايمن ومولى رسول الله فطلب منها ابو بكر الشاهد الذي يجوز قبول شهادته في الشرع فلم يكن فاجرى ابو بكر ذلك على ما كان يجري به رسول الله صلعم وينفق منه على من كان ينفق عليه رسول الله ويجعل ما يبقى في السلاح والكراع یعنی جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو فاطمہ نے یہ دعوی کیا کہ آپ نے فدک مجھے دیدیا تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمھارے لیے سب سے زیادہ نا پسند کرتا ہون اور غنی و تونگری کو تمھارے لیے سب سے زیادہ چاہتا ہون لیکن آپ کے قول کی صحت کو مین نہین جانتا اور نہ مجھے یہ جائز ہے کہ مین اس طرح پر کوئی حکم دے سکون پھر ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہ صلعم نے فاطمہ کے دعوی کی گواہی دی تو ابو بکر صدیق نے اونسے اور گواہ طلب کیا جسکی شہادت شرع مین قبول ہو سکے تو اور گواہ نملا۔ تو اونھون نے فدک کے باب مین وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہ اوس مین رکھا کرتے تھے اور اونھین لوگون پر خرچ کرتے جنپر رسول اللہ

خرچ کیا کرتے تھے اور جو کچھ بچتا اوسکو سلاح و ہتیار وغیرہ مین خرچ کرتے۔

اور ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شبہ سے دوسری کتابون مین نقل کی گئی ہے۔

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے روے ان علی بن ابی طالب شهد لفاطمة عند ابی بکر الصدیق ومعه ام ایمن فقال ابوبکر لو شهد معك رجل او امرأة اخری لقضیت بها بذلك اور ریاض النضرہ سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے وعن عبد الله بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیه قال جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدك فان رسول الله وهبها لی قال صدقت یا بنت رسول الله ولکنی رایت رسول الله یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها وتکم فما تصنعین بها الخ اور اسکے بعد اسی کتاب سے زید بن علی کا وہ قول نقل کیا ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا۔ اور طبقات کبری سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے اخبرنا محمد بن عمر ثنا هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه قالت (فاطمة) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی انه اعطانی فدکا کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئین اور اونھون نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔

ان کتابون کے سوا لمعۃ البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التواریخ اور کفایۃ الموحدین مین کوئی اور روایت منقول نہین ہے جسکو ہم بیان کرین حالانکہ ان کتابون مین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

الحاصل جو روایتین اور اقوال ہمنے اوپر بیان کئے اور جن کے سوا ہمنے کوئی اور قول اس دعوی کے ثبوت مین نہین پایا اگر تجزیہ کی جائین تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہین

ایک وہ جن مین راویون کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہین دوسرے وہ کہ جن مین تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلا سند اس دعوی کا ذکر ہے تیسرے وہ کہ ضمنا کسی اعتراض کے جواب مین یا کسی بیان کے ذیل مین اس دعوی کا ذکر کیا گیا ہے - مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے بیان کر چکے ہین ایسے معاملات کی شہادت مین وہی روایت پیش کیجا سکتی ہے جو بقاعدۂ احادیث اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جسکی صحت بعد تنقیح اور رعایت اون اصول کے جو اخبار کی صحت کے لیے فریقین مین قرار دیے گئے ہین پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہو - مگر وہ اقوال اور قصے جو بغیر سند کسی روایت کے تاریخ کی کتابون یا دوسری تصنیفات مین لکھے گئے ہون جنکا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جسکی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہین ہوتے کہ ایسے مباحث مین اون پر کچھ بھی توجہ کیجاے گو وہ کتابین کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہون - اسلیے کہ جو واقعہ تیرہ سو برس پہلے گذرا ہو اوسکی صحت قیاس سے تو ہو نہین سکتی نہ کسی کا مجرد قول اوسپر یقین کرنیکے لیے کافی ہے - وہ تو از قسم اخبار ہے اور خبر مین جھوٹ اور سچ دونو کا احتمال ہوتا ہے - اسلیے اوسکے سچ ثابت کرنیکے لیے ضرور ہے کہ اوسکے بیان کرنیوالونکا سلسلہ موجود ہو یعنی اوس روایت کو ہر طبقہ پر ایک راوی نے دوسرے شخص سے سنا ہے سلسلہ وار بیان کرے اور وہ سلسلہ اوس حد تک پہونچ جاے جسپر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے روایت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ اور راوی بھی ایسے ہون جنپر بھروسہ ہو اور جنکی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان - اگر ایسا سلسلہ موجود بھی ہو مگر راوی ایسے ہون کہ جنکے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہو یا ایسے ہون کہ جو مسائل مذہبی مین مختلف تھے اور جنپر یہ شبہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت مین اونھون نے کوئی روایت پیش کردی ہوگی یا ایسے راوی ہون جنکی طبیعت شکی اور وہمی تھی یا حافظہ کے ضعیف یا مجہول تو اونکی روایتین پایۂ اعتبار سے ساقط ہین - اور اگر اونمین کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا یا حدیثون کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اوسکی روایت تو جھوٹی ہی سمجھی جائیگی -

اور جس خبر مین روات کا سلسلہ متصل نہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے خارج کرنے کے لائق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہین کہ مشہور اور نامور علما سے امامیہ نے جو روایتین اور اقوال دعوی ہبہ کے ثبوت مین پیش کئے ہین اور جن سے اپنی تصنیفات کا حجم بڑھایا ہے اوسمین ایک روایت بھی قسم اول کی نہین ہے۔ اور اسلیے ایک بھی اونمین سے ایسے بڑے دعوی کی شہادت مین نہ پیش کرنے کے لائق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل

اب ہم اون روایتون اور اقوال سے جو اوپر بیان کیے گئے بحث کرتے ہین

اون روایات اور اقوال مین سے وہ روایتین جن مین کچھ بھی راویون کے نام بیان کیے گئے ہین اور جنکو ہمنے قسم اول مین داخل کیا ہے چھہ ہین۔

ایک[۱] وہ روایت ہے جو شافی مین بیان کی گئی ہے اور جسکو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم بن میمون سے اور اونھون نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور اونھون نے اپنے باپ سے اور اونھون نے اپنے دادا سے اور اونھون نے اپنے پردادا سے نقل کی ہے جس مین یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی کیا اور ابوبکر صدیقؓ نے اونھین سند بھی لکھدی مگر عمر فاروقؓ نے اوسے چاک کر دیا۔

دوسری[۲]۔ جو شافی مین عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے جسکو محمد بن زکریا غلابی نے اپنے شیوخ سے اور اونھون نے ابوالمقدام ہشام بن زیاد سے روایت کیا ہے۔

تیسری[۳]۔ وہ روایت ہے جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن ولید سے بیان کی گئی ہے جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور رد فدک آل فاطمہ پر کرنیکا بیان ہے۔

چوتھی[۴]۔ وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور

[۱] دیکھو صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۲ سے صفحہ ۱۱۹ سطر ۱۲ تک
[۲] دیکھو صفحہ ۱۱۹ سطر ۱۳ سے صفحہ ۱۲۰ سطر ۱۲ تک
[۳] دیکھو صفحہ ۱۲۰ سطر ۱۳ سے صفحہ ۱۲۱ سطر ۱۲ تک

کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفے اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جسکو حافظ ابن شبہ نے روایت کیا ہے اور جسمین زید بن علی سے فدک کے متعلق سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے۔

پانچوین[۱] - روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور جسکو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جسمین یہ بیان ہے کہ حضرت سیدہؑ نے ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ پیغمبر خدا نے اون کو فدک عطا کیا تھا۔

چھٹی[۲] - وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن مین طبقات کبری سے نقل کی ہے اور جسکو محمد بن عمر نے ہشام بن سعد سے اور اونھون نے زید بن اسلم سے اور اونھون نے اپنے باپ سے بیان کی ہے - اور جس مین یہ بیان ہے کہ جناب سیدہؑ مع امیر المومنینؑ کے ابو بکرؓ کے پاس آئین اور اول اپنے میراث کا اور آخر مین ہبہ کا دعوی کیا اور فرمایا کہ ام ایمن نے مجھسے کہا تھا کہ رسولؐ خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔

یہ چھہ روایتین ہین جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعون کی کتابونمین بیان کی گئی ہین اور جنمین مسلسل یا منقطع سلسلہ راویون کا بیان کیا گیا ہے - اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ کہان تک اعتبار کے لائق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہین کہ انمین سے ایک روایت بھی ایسی نہین ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جسکے جھوٹ ہونے مین کچھ بھی شبہ ہو۔

پہلی روایت کی نسبت اول تو یہی معلوم نہین کہ شافی مین کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت سنیون کی ہے یا شیعون کی - لیکن اگر فرض کیا جاے کہ یہ سنیون کی کسی کتاب سے لی گئی ہے تب بھی بلحاظ راویون کے اعتبار کے لائق نہین ہے بلکہ شیعون کی روایت ہے - اسلیے کہ ابراہیم بن محمد ثقفی مجہولین سے ہین اور اونکی کوئی حدیث صحیح نہین ہے میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے ابراھیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم ھو مجھول وقال البخاری لم یصح حدیثہ

[۱] دیکھو صفحہ ۱۲۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ [۲] دیکھو صفحہ ۱۲۲ ۱۲ منہ

اور انھون نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے۔ اور **ابراہیم بن میمون** کا حال ہم ذکر ہبۂ فدک اور شان نزول آیہ وآت ذا القربی حقہ مین جہان کنز العمال کی روایت سے جو عماد الاسلام مین ہے بحث کی ہے لکھ چکے ہین کہ وہ اجلاے شیعہ سے ہین اور منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو معتبر کتاب شیعون کی ہے اونکی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہین کہ وہ قابل اعتماد ہین۔

اور ابراہیم بن میمون نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے **عیسی بن عبداللہ** کی نسبت میزان الاعتدال مین ہے قال الدارقطنی متروک الحدیث وقال ابن حبان یروی عن اٰبائہ اشیاء موضوعۃ کہ دارقطنی کہتے ہین کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ وہ اپنے باپ دادا سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے۔ پس کیا اسمین شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ روایت شیعون کی نہین ہے یا کوئی بھی اسے روایت سنیون کی کہہ سکتا ہے۔ جسکے راوی باقرار علماے امامیہ اجلاے شیعہ سے ہون اور جنکی نسبت اونکی اسماء الرجال کی کتاب مین لکھا ہو وھو معتمد علیہ وفاقا للجمع دوسری روایت جو شافی مین منقول ہے اوسکے اول راوی محمد بن زکریا غلابی ہین اور یہ ضعیف اور حدیث کے وضع کرنے والون مین سے ہین جیسا کہ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے وھو ضعیف وقال الدارقطنی یضع الحدیث۔

اور انھون نے **ابو المقدام ہشام بن زیاد** سے روایت کی ہے۔ جنکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے ھشام بن زیاد ابو المقدام البصری ضعفہ احمد وغیرہ قال النسائی متروک وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابوداؤد کان غیر ثقۃ وقال البخاری یتکلمون فیہ کہ امام احمد وغیرہ نے انکو ضعیفون مین لکھا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہین۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ موضوع حدیثین ثقات کے نام سے روایت کرتے ہین اور ابوداود کہتے ہین کہ یہ ثقہ

نہین ہین - اور بخاری نے کہا کہ لوگ انکی نسبت کلام کرتے ہین - انتہی - جب ایسے ضعیف اور متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنے والے راوی ہون تو اوس حدیث کے جھوٹ اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی تصریح نکرے تاہم اوسکی صحت کیونکر مانی جاسکتی ہے اور اونکی خبر کسطرح شہادت مین پیش ہوسکتی ہے - اور اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی اور صحیح بھی تب بھی اس مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبۂ فدک کا دعوی کیا تھا البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخین رضؓ نے کیا وہ ٹھیک نہ تھا - اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلون مین سے ثبوت مین دعوی ہبۂ فدک کے خیال نہین کیا - اسلئے کہ قاضی عبدالجبار نے مغنی مین لکھا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز کا فعل یعنی فدک آل فاطمہؑ پر رد کرنا ہبۂ فدک کے دعوی کو ثابت نہین کرتا اسلیے کہ اونکے فعل سے یہ بات نہین ثابت ہوتی کہ عمر بن عبدالعزیز نے اوسے علی سبیل النحل یعنی ہبہ کے طور پر رد کیا ہو بلکہ اونھون نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطاب رضؓ نے کیا تھا کہ حضرت امیرالمومنین رضؑ کے ہاتھ مین دیدیا تھا تاکہ وہ اوسکے غلے کو اوسی موقع پر صرف کرین جہان پیغمبر خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایسا ہی ایک مدت تک جناب امیرالمومنین رضؑ نے کیا پھر حضرت عمر رضؓ نے اپنی خلافت کے اخیر سال مین واپس لے لیا - اسی طرح سے عمر بن عبدالعزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو کہ عمر بن عبدالعزیز نے خلاف سلف کے کیا تو اونکا فعل قابل سند نہوگا - اسکے جواب مین جناب علم الہدی شافی مین لکھتے ہین کہ اولاً تو ہم عمر بن عبدالعزیز کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت نہین کرتے کیونکہ اونکا فعل کچھ حجت نہین ہے - اور اگر ہم اس قسم کی باتون سے احتجاج کرین اور اسی طرح کی حجتین اور دلیلین لاوین تو ہم مامون کے فعل کو بھی پیش کرسکتے ہین کیونکہ خلیفہ مامون نے بھی ایک مجلس قائم کرکے اور مباحثہ کراکے فدک کو واپس کیا تھا - سوائے اسکے صاحب مغنی عمر بن عبدالعزیز کے اوس فعل کا انکار کرتے ہین جو کہ اہل نقل مین بلا اختلاف معروف و مشہور ہے فقط - اور اسپر اونھون نے روایت محمد بن زکریا غلابی کی پیش کی ہے -

جس سے ہم بحث کر رہے ہین۔

اسی قصے کو عمر بن عبد العزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح اور تشیید المطاعن مین بھی نقل کیا ہے اور ان تمام روایتون کا ماحصل بھی صرف یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اوس سے کہین یہ نہین ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے کیا تھا اسلیے یہ جتنی روایتین پیش کی گئی ہین وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہین ہین بلکہ برخلاف اسکے جیسا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے مشکوۃ سے بروایت ابو داؤد لکھا ہے عمر بن عبد العزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے فاطمہؑ کو منع کیا تھا مین کب اوسکا مستحق ہو سکتا ہون اسلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوسکو اوسی حال پر لوٹاتا ہون جس حال پر کہ وہ رسول اللہ اور ابو بکر و عمرؓ کے زمانے مین تھا چنانچہ اصل روایت متعلق اسکے تحفہ مین منقول ہے من شاء فلیرجع الیہ۔

تیسری روایت جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ مین بحث کرنے اور آخر کار ایک رسالہ لکھکر موسم حج مین شائع کرنیکا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹی اور شیعونکی بنائی ہوئی ہے اسلیے کہ اسکے راوی واقدی اور بشر بن غیاث ہین جنمین سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیہ وآت ذا القربی حقہ کی بحث مین لکھ چکے ہین کہ واقدی کذابین اور وضاعین حدیث مین سے ہین۔ اور بشر بن غیاث زنادقہ مین سے۔ اور اسی روایت کو عماد الاسلام مین مولانا ولدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح مین اوسکا ترجمہ لکھا ہے اور ان دونو مجتہدون سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور وضاعین حدیث اور زندیقین کی روایتین پیش کر کے اپنے دعوی کو ثابت کرنا چاہتے ہین اور اونکی روایتون کو اہل سنت کے اخبار صحاح مین سے بیان کرتے ہین۔ اور اسکا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعوی ہبہ کے

متعلق ہے نہین اسلیے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتون کو جو جھوٹون اور حدیث کے بنانیوالون اور زندیقون نے اسلام مین رخنہ ڈالنے کے لیے مشہور کر رکھی تھین طرح طرح سے پیش کرتی ہین کبھی کچھ سند کا حوالہ دیکر کبھی کسی کتاب کا نام لیکر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر۔ مگر اونکا جھوٹ کسی طرح چھپ نہین سکتا اور جس رنگ مین وہ اوسے دکھائین اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش کہ من آن جلوۂ قدمی شناسم

چوتھی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین سید سمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام سے ہم اوپر نقل کر چکے ہین۔ اسمین دو راویون کے نام لکھے ہین ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان باقی راویون کے نام مذکور نہین ہین۔ دیگر راویون کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیے ہون یا حضرات مجتہدین نے نقل کرنے مین تخفیف فرمائی ہو۔ مگر پتا چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا اصل ماخذ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اوسے ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن ابی الحدید فرماتے ہین قال ابو بکر اخبرنا ابو زید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری (غالباً نمیر ہوگا) بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا اریدان اھجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع فدک من فاطمۃ فقال ان ابا بکر الخ باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام مین نقل کی گئی ہے اور جسکے آخر الفاظ جو اونھون نے چھوڑ دیے تھے اوسے ہمنے اوسکے بعد نقل کر دیے ہین۔ اس روایت مین اتنی باتین غور طلب ہین اول تو ابن ابی الحدید اسکے ناقل ہین اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہین گو شیعون نے اونکو علماے اہل سنت سے بیان کیا ہے۔ اور غرض اوس سے یہ ہے کہ لوگون کو دھوکا ہو اور اونھین علماے اہل سنت سے سمجھکر اونکی بیان کی ہوئی روایتون سے لوگ شبہ مین پڑین مگر معتزلی ہونا اونکا تو ایسا کھلا ہوا ہے کہ اوس سے کوئی انکار ہی

نہین کرسکتا اور اونکے شیعہ ہونے یا کم سے کم شیعون کے سے عقائد رکھنے پر اونکی کتاب شرح نہج البلاغت شاہد ہے - دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے - اور یہ کتاب کہ آیا ابو بکر جوہری کی ہے یا نہین یا کوئی کتاب اس نام کی ہے بھی یا نہین خود معرض بحث مین ہے اور سوائے ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے نہ اوسکا ذکر کیا ہے نہ کسی مشہور کتاب مین اوس سے کچھ لیا گیا ہے اسلیے ایسی گمنام کتاب کی روایت کب قابل اعتنا اور لائق توجہ ہے - ہمکو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے محجاج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ تا حال نام این کتاب بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ و بکتاب مجہول کہ مصنف آن نیز مجہول ست احتجاج و استدلال نتوان نمود چہ مستبعد ست کہ نام کتاب را خود ش بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلہ آن اگر کسی بگوید کہ در اعوجاج الہالکین شخصے از مردم بخارا نوشتہ کہ ابو بکر اعتراف بکفر خود کردہ می تواند گفت و بالفرض اگر کتابی مسمی باین اسم از کتب شیعہ بودہ باشد و این روایت دران مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد و این ناصب و خواجۂ او نہ دیدہ یا دیدہ و دانستہ غدر و فریب تا سیاہ روئی در ہر دو عالم نمودہ باشند انتہی صفحہ ۵۲ صوارم - اور سید محمد صاحب نے طعن الرماح مین خطبہ بنت ابی جہل کی روایت کی نسبت سید مرتضی علم الہدی کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہین ھذا الخبر باطل موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اھل النقل و انما ذکرہ الکربیسی طاعنا بہ علی امیر المومنین و معارضا بذکرہ لبعض شیعتہ من الاخبار فی اعدائہ و ھیہات ان یشتبہ الحق بالباطل بعد ازان کلامی کہ فرمودہ ست محصل آن این ست کہ اگر امری دیگر درین روایت نبودہ باشد پس ہمین کہ راوی آن کرابیسی ست و او معلن بعداوت اہل بیت و ناصبی شقی بودہ کافی ست در توہین و تکذیب آن صفحہ ۳۹ طعن الرماح - ہم امید کرتے ہین کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدون نے فرمایا اوسی کو ہماری طرف سے سمجھین گے

اور بہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش و دلسے سنکر اوسے تسلیم کرین گے۔ اور ایسی روایتون کے جھوٹے ہونے مین شبہ نفرمائین گے۔ تیسرے ابوبکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ اونھون نے یہ روایت ابوزید سے لی ہے۔ اور ابوزید کنیت ہے عمر بن شبہ کی جیسا کہ تقریب مین بیان کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدہ بن زید النمیری ابوزید" اور گو عمر بن شبہ معتبرین سے ہین مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت مین ابوبکر جوہری نے جو روایت اوسسے بیان کی ہے اور ابوبکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین جہان عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والونکا نام ہے وہان ابوبکر جوہری کا نام ہم اون مشاہیر مین سے نہین پاتے جنھون نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی لکھتے ہین عمر بن شبۃ بن عبیدۃ ابی زید الحافظ العلامۃ الاخباری ابوزید النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیۃ الی قولہ وعنہ ابن ماجۃ وابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد بن مخلد وخلق فقط اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ مشاہیر مین سے نہین ہین اور اسی لیے ابوبکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور اونکا حال ہمنے کسی کتاب مین نہین دیکھا البتہ ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روایتین کین ہین اور اوس مین جوہری کی روایتین عمر بن شبہ بلکہ صرف اونھین سے پائی جاتی ہین مگر اونکو مشاہیر محدثین اور ائمہ مین سے کہنا سراسر غلط ہے۔ اور ابوالفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علماے شیعہ نے باوجود زیدیہ ہونے کے اوسے علماے شیعہ مین شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر بن حاجی زین العابدین موسوی نے جنکو زبدۃ المجتہدین اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۴۷۰ مطبوعہ ایران ۱۳۰۶ ہجری مین اس طور پر لکھا ہے۔ علی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔ ذکرہ مولنا العلامۃ الحلی فی خلاصتہ فی القسم الثانی فقال انہ شیعی زیدی واورد صاحب الامل ایضا فی عداد علمائنا الشیعۃ

وکان عالما روی عن کثیر من العلماء وکان شیعیا خبیرا بالاغانی والآثار والاحادیث المشهورة والمغازی انتہی وکان اشتہار تشیعہ بین جماعة من اصحابنا من جہة مداناة مذہب الشیعة مع الزیدیة ومشارکتہا فی القول بان الامامة غیر خارجة عن الفاطمیة - چوتھے ابو زید نے اسکو **محمد بن عبد اللہ بن الزبیر** سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیسا کہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال العجلی کوفی ثقة یتشیع وقال ابو حاتم لہ اوہام اور اونھون نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے - اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ وآت ذا القربی حقہ مین مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ پکے شیعہ تھے - اور انھون نے نمیر بن حسان سے روایت کی ہے مگر اسمین غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی - اسلیے کہ عماد الاسلام اور لطف الرماح مین انکا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید مین البختری بن حسان - مگر ہمکو ان دونو نامونمین سے کوئی نام تقریب اور تہذیب اور تذہیب اور میزان الاعتدال مین نہین ملا - بہرحال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جبکہ اس روایت مین فضیل بن مرزوق داخل ہین تو یہ روایت بجز اسکے کہ یہ روایت شیعونکی سمجھی جاے اور کچھ نہین خیال کیجا سکتی - اگر سارے سلسلہ مین ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے - اور علاوہ اسکے اخیر راوی اسکے خواہ نمیر بن حسان ہون یا بختری بن حسان خود اونکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بڑے کٹے شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اسلیے کہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس سے ابو بکرؓ کے فعل پر عیب لگاؤن - اور اوسکی برائی کرون - اسلیے کہ اسنے اہجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور تہجین کے معنی منتہی الارب مین ہین زشت وعیب ناک گردانیدن اور قاموس مین ہے الہجنة من الکلام مایعیبہ والہجین اللئیم والتہجین التقبیح **پانچوین** روایت جو تشیید المطاعن مین ریاض النضرہ سے نقل کی ہے اوسکے راوی عبد اللہ بن ابو بکر بن عمرو بن حزم ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے - اسمین بھی وہی عایت کا

نہ سر ہے نہ دم اسلیے کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ عبداللہ بن ابی بکر سے کس نے یہ روایت کی ہے اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جبتک کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نکیے جائین اس قسم کی روایتون پر اعتبار نہین ہوسکتا۔

چھٹی وہ روایت ہے جو تشیید المطاعن مین طبقات کبریٰ سے نقل کی ہے اوسکے راوی محمد بن عمر ہین اور اونھون نے ہشام بن سعد سے اور ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے اور اونھون نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اسمین راوی اول محمد بن عمر ہین اور یہ وہ ہین جو واقدی کے نام سے مشہور ہین اسلیے کہ یہی ہشام بن سعد ہین اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہین جیسا کہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے۔ اور واقدی کا حال اور اونکے تمام صفات ہم اوپر آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی بحث مین مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ حدیثون کے بنانے والونمین سے ہین۔ اور کسی بات مین اونکی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز مین بھی قابل اعتبار نہین ہے۔ اور ایسے متروک الحدیث ہین کہ تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکی نسبت لم اسق ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ کہکر اونکا ترجمہ نہین لکھا۔ دوسرے راوی ہشام بن سعد ہین انکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے کان یحیی بن القطان لایحدث عنہ وقال النسائی ضعیف اور تقریب مین لکھا ہے لہ اوھام وری بالتشیع اور تہذیب مین ہے قال ابوحاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ

قسم اول کی روایتون کا حال اب ہم بیان کرچکے اور اونکے راویون کا غیر معتبر اور جھوٹا ہونا ثابت کردیا۔ اور اسلیے ان روایتون پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہے کہ خبر غیر صحیح چون گوز شترست۔ اب باقی رہین اور اقسام کی روایتین اونکی نسبت اگرچہ ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ ہم تفصیل چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے بیان کرچکے ہین کہ ایسے واقعات کے متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان وہ واقعہ کی صحت اور تصدیق کے لیے کافی نہین ہے گو اوسکا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہو اور

گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم مین بڑا ماہر اور نامی ہو۔ ان واقعات کی تصدیق کے لیے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیے۔ اگر ہزار عالم غلطی یا بی خبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کرین کہ اوس سے اوس واقعہ کی تصدیق بظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لیے کچھ مفید نہین ہے۔ بیش ازین نیست کہ یہ خیال کیا جاے کہ اوس عالم نے اس خبر کی تحقیق اور تنقیح نہین کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اوسے لکھدیا۔ خصوصاً متکلمین کہ جو اعتراضون کے جواب دینے مین بہت کچھ رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہین اور جواب دینے کے خیال مین پڑجاتے ہین اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہین جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دھوکا دینے کے لیے پرزور تقریرون مین ظاہر کرتے ہین یہی حال اون اقوال کا ہے جو علماے امامیہ نے اس باب مین نقل کیے ہین۔ اور نہونا مسلسل روایت کا اوسکے عدم صحت کے ثبوت مین کافی ہے۔ مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لیے اون اقوال سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ یا ناقلین کی بے اعتباری یا اونکی عدم واقفیت یا اونکا فن حدیث سے ماہر نہونا معلوم ہوجاے کہ یہی وجوہ ہین جن سے اس قسم کی روایتین کتابون مین درج ہوگئین اور علماے امامیہ کو عوام کے مغالطے مین ڈالنے کا موقع ملا۔

اس قسم کی روایتین شافی سے لیکر طعن الرماح کے زمانے تک جو کچھ بیان کی گئی ہین وہ اوپر ہم نقل کرچکے۔ اب ہم اونکا مختصر حال لکھتے ہین وہ روایتین یہ ہین۔

(۱) واقدی کی روایت جو علامہ حلی نے کتاب کشف الحق مین نقل کی ہے اور جسکا یہ خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے دعوی پر اونھین سند لکھدینے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر رضؓ مانع ہوے۔

(۲) معجم البلدان کی روایت جسکو احقاق الحق مین بیان کیا ہے۔ اور جسمین خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا حال ہے۔

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق مین نقل کی گئی ہے اور جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابو بکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ نے ابو بکر صدیق رضہ سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔

(۵) صواعق محرقہ کی روایت متعلق دعوی ہبہ کے ہے جسکو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین نقل کیا ہے۔

(۶) ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت ہے جسمین دعوی ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) معارج النبوت اور مقصد اقصی اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتون کا حال سنیے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہین۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہین کہ ہر شخص اوسکی روایت کو جھوٹی سمجھیگا اور اوس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کریگا۔

معجم البلدان کی روایت جس مین عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا ذکر ہے اوسکی پوری بحث ہم طرائف کی روایت مین کر چکے ہین اور مامون کے رد فدک کی حقیقت ہمنے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی کہ اوسکے غلط ہونے مین یقینا کسیکو شبہ نرہے گا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا مین متعلق فدک صرف ایک روایت ہے احوال عمر بن عبد العزیز مین حاصل اوسکا یہ ہے کہ مغیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان سے کہا کہ فدک آنحضرت صلعم کا تھا اوس سے بنی ہاشم کے بچون کی اور بیوا ؤن کی اعانت کرتے تھے فاطمہ رضہ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا۔ اوسیطرح ابو بکر و عمر کے زمانے مین ہا مروان نے اوسکو جاگیر بنا لیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ مین فدک کو اوسطرح کرتا ہون جیسا کہ زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین تھا انتہی ملخصا۔

چونکہ تاریخ الخلفا مین سوائے اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہین ہے۔ اور یہ روایت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہؑ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا۔ اور فدک کی آمدنی آنحضرت صلعم جس مصرف مین صرف فرماتے تھے شیخینؓ بھی اوسی مصرف مین اوسے خرچ کرتے تھے جس سے ہبۂ فدک و دعوی ہبۂ فدک بیخ و بن سے منہدم ہوگیا۔ لہذا ہبۂ فدک یا دعوی ہبۂ فدک پر تاریخ الخلفا سے سند پیش کرنیکی نسبت سوائے اسکے کیا کہا جاے کہ یہ ارباب علم بلکہ اصحاب حیا کی شان سے بعید ہے۔ علاوہ اسکے تاریخ الخلفا مین بیان حال یا غیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہین ہے لہذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اوس سے استدلال نہین کر سکتا ہے۔

ابوبکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح مین نقل کی ہے اوسمین جناب مجتہد صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نہ ملے مگر اصل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اوسکے راوی ہشام بن محمد کلبی ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغت جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۹ مین اصل روایت یون لکھی ہے قال ابوبکر و روی ھشام بن محمد عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان ام ایمن تشھد لی الخ (باقی عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے مشہور ہین اور اونکے باپ بھی اسی لقب سے معروف۔ اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے چنانچہ انکے باپ کا حال جو ابوہشام کلبی سے بھی مشہور ہین بحث آیہ وآت ذا القربی حصہ مین اوپر ہم لکھ چکے ہین انکی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت زرارہ اور احول اور مومن الطاق کی روایتون کا پیش کرنا۔ اگر زرارہ اور احول کی روایتین سنیون پر حجت ہو سکتی ہین تو ہشام بن محمد کلبی اور ابوہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹون کی روایتین بھی شیعون مین پیش کیجا سکتی ہین۔

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جسمین زید بن علی سے سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے اوسکی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے۔ دوسرے ایک مقام پر اونھون نے ہبہ کے دعوی کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہین تھا۔ اسمین صاحب صواعق محرقہ نے ہبہ کے دعوی کی روایت سے بحث نہین کی صرف علی سبیل التسلیم والفرض اوسکا جواب دیا ہے۔ اور یہ عادت متکلمین کی ہے۔ اسمین اونھون نے یہ نہین بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جسطرح پر کہ اونھون نے اوسکی تکذیب بھی نہین کی غایت مافی الباب یہ ہے کہ اونھون نے اس روایت کی اصلیت نہین تحقیق کی اور اسطور پر جواب دیا ہے جس سے ضمنا اس دعوی کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ امر اس بات کو ثابت نہین کرتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح ہو۔ روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویون کی تنقیح پر منحصر ہے۔ اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے۔

ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف کے قولون کو نقل کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہین۔ اسلیے کہ ملل ونحل مین شہرستانی نے کسی روایت کا بیان نہین کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہین کہ تیسرا اختلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا صلعم کے ارث مین اور فاطمہ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ تارۃ وراثتا وتملیکا اخیری کچھ اصل روایت کو ثابت نہین کرتے۔ بلکہ غور کرنے سے تملیکا اخیری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ اگر خلاف تھا تو توریث مین یعنی اس مسئلہ مین کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ مین میراث جاری ہوسکتی ہے یا نہین۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ نہین تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض ہوسکتا ہے یا نہین اسلیے اس موقع پر الفاظ دعوی فاطمہ وراثۃ وتملیکا اخیری مہمل اور بے معنی ہین۔ سوائے اسکے جو دلیل بیان کی ہے حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اوس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجہ دعوی کے سننے جانیکی حدیث نحن معاشر الانبیا ہے۔ اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق بہبہ وتملیک۔ تملیکا اخیری کے دعوی کے ثابت کرنے کے لیے یہ بھی لکھنا ضرور تھا کہ اسوجہ سے یہ دعوی نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہین ہوئی۔ بہرحال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ

الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہین - علاوہ برین ملل ونحل کے لکھنے والے شہرستانی اون بزرگونمین سے ہین جو خود عقائد مین متہم ہین جیساکہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ مین لکھا ہے بل یمیل الشہرستانی کثیرا الی اشیاء من امورھم بل یذکر احیانا اشیاء من کلام الاسماعیلیۃ الباطنیۃ منھم ویوجھہ ولھذا اتھمہ بعض الناس بانہ من الاسماعیلیۃ.... وقد یقال ھو مع الشیعۃ بوجہ ومع اصحاب الاشعری بوجہ... وبالجملۃ فالشہرستانی یظھر المیل الی الشیعۃ.... ولا یحتج بہ الا من ھو جاھل وان ھذا الرجل یعنی الشہرستانی کان لہ بالشیعۃ المام و اتصال وانہ دخل فی اھواءھم باذکرہ فی ھذا الکتاب یعنی الملل والنحل یعنی شہرستانی اکثر شیعونکی باتون کیطرف میل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی شیعون کے فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر کرتا ہے پھر اوسکی توجیہ بیان کرتا ہے اس سے بعض لوگون نے اوسکو اسماعیلیون مین متہم کیا ہے - اور کبھی لوگ یون بھی کہتے ہین کہ وہ ایک طرح سے شیعون کے ساتھ ہے اور ایک طرح سے اہل سنت کے ہم خیال ہے - غرضکہ شہرستانی کا میل شیعون کیطرف ظاہر ہوتا ہے - اور اس سے جاہل شخص ہی احتجاج کرسکتا ہے - اس شہرستانی کو شیعون کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور اونکے خیالات فاسدہ مین سرشار -

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کیے گئے ہین وہ خود اوس قول کی تضعیف کرتے ہین اسلیے کہ اوسنے فان قیل کے لفظون سے شروع کیا ہے - اور طالب علم تک اس بات کو جانتے ہین کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر مین استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض والتقدیر اور علی سبیل التسلیم جواب دینے کے مقام مین - علاوہ برین صاحب مواقف اور اوسکے شارح بلاشبہ علماے متکلمین اہل سنت سے ہین - مگر حدیث وخبر مین مجرد اونکا قول قابل سند نہین ہے غایۃ مافی الباب ان عالمون کا درجہ سنیون مین ایسا سمجھ لینا چاہیے جیساکہ خواجہ نصیر الدین طوسی کا شیعون مین ہے صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتون اور حدیثون کو کوئی عالم علماے

شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہین مانیگا - جبتک کہ وہ حدیث نقل نکرے یا کسی حدیث صحیح پر اونکا قول مبنی نہو - گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی اور متکلم تھے - اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح ام ابین اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہین بلکہ اس بات پر دال ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس جھوٹی روایت کے بنانیوالیکا لفظ ام کلثوم نہین ہے بلکہ اوس ذات والاصفات کا لفظ بجاے ام کلثوم کے ام ابین ہے نہ ام کلثوم اسلیے اونھون نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ والصحیح ام ابین - اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ علماے شیعہ نے ام ابین کا نام لکھا ہے یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اول شیعہ تھے اور بعد اوسکے سنی ہوے اسلیے اونکو ان روایات پر خوب اطلاع تھی اونکو یہ غلطی بادی النظر مین معلوم ہوگئی اور اوسکی اصلاح کردی - اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اونھون نے کل روایت کی صحت ثابت کی اور اگر وہ اپنے نزدیک اس روایت کو صحیح سمجھکر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جاے کہ اونھون نے اسی لیے بیان کیا ہے تو وہ اونکا خیال ہے اور اوس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال اونکا غلط تھا اسلیے کہ یہ چیزین قیاسی نہین ہین بلکہ خبر سے متعلق ہین اور خبر کے لیے اوسکی تصدیق ضرور ہے - واذلیس فلیس -

امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اسمین بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوی کی نہین کی اور نہ تصحیح اس بات کی کہ روایت جس مین ذکر ہبہ کا ہے شیعونکی ہے یا سنیون کی اور اسطرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہین آتا - کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب ہے کہ اونھون نے اپنی تفسیر مین بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشیید المطاعن مین دیا ہے بحث و ثابت سے نہین کی اور اوسکی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہین ہوے - اور اوسکا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی تھی اور ایسے مباحث مین معقولی متکلمین کسی طرح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اعتراض

کو مانا ہوا تسلیم کرکے اوس کا جواب دیتے ہین وہ اون محدثین اور محققین مین سے نہین ہین
جن کا قول اخبار اور احادیث مین سند ہو اور خصوصا ایسی حالت مین جبکہ ضمنا اون کے
جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اوس روایت کی تکذیب پر متوجہ نہین ہوے
اور ہم از روے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کر چکے ہین کہ اخبار و احادیث مین
کسی کا قول معتبر نہین ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیون نہو بلکہ اصل
خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویون سے وہ بیان کی گئی ہے اونکے
حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہون اور اون پر کوئی الزام لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق
لحاظ کے ہے۔ اور پھر اوسمین یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احاد مین سے ہے یا مشہور
اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتون کے متناقض ہے کہ نہین اور یہ کام محققین
اور اہل فن کا ہے۔ اسلیے چند عالمون کی کتابون مین سے چند عبارتین نقل کر دینے
سے مدعا ثابت نہین ہوتا۔

اگر کوئی حضرات امامیہ مین سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالمون کی روایتون کے
نہ ماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہین باب مناظرہ ہی بند ہوا جاتا ہے اور
صرف یہ جواب ہے کہ وہ حدیث مین ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے اونسے
خطا ہو گئی یا اونھون نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اوسے چاہیے کہ اس
کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اوس سے اوسکو اس قسم کے خیالات کا کافی
اور تسلی بخش جواب ملیگا۔

جو شہادت ہمنے یہان کی کتابون سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت
کرنے کے لیے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی فدک کے ہبہ کا دعوی کیا تھا پیش کی تھی اوسکی
حقیقت کہ وہ کہان تک قابل ماننے کے ہے یہ تفصیل ہمنے بیان کر دی۔ اب ہم اس بات
کو دکھاتے ہین کہ خود شیعون کی روایتین متعلق اس دعوی کے ایسی متناقض اور مختلف ہین

کہ اونکا باہمی تناقض اور اختلاف اون کے دعوی کو باطل کرتا ہے۔

تناقض اور اختلاف جو شیعونکی اون روایتون مین ہے جسمین ہبۂ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا ہے

تناقض ثابت کرنے کے لیے ضرور ہے کہ اول ہم شیعون کی روایتین جو متعلق دعوی ہبۂ فدک کے ہین بیان کرین پھر اونکا تناقض دکھائین مفصلۂ ذیل روایتین شیعون نے اسکے متعلق بیان کی ہین۔

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیرالمومنینؑ علی ابی بکر وعمر لما منع فاطمۃ الزہراؑ فدک بالکتاب والسنۃ مین بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوے اور تمام مہاجرین وانصار پر پوری طور سے اونکی حکومت قائم ہوگئی تو اونھون نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اوسنے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو نکالدیا تب حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور فرمایا کیون تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیون میرے وکیل کو فدک سے نکالدیا اسپر اونھون نے اون سے گواہ مانگے۔ اور اسی روایت مین بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو سند لکھدی اور عمر نے اوسے چاک کردیا اور فاطمہؑ روتی ہوئی چلی گئین فلما کان بعد ذلک جاء علیؑ الی ابی بکر وھو فی المسجد وحوله المهاجرون والانصار اسکے بعد حضرت علی ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اونکے پاس مسجد مین مہاجر وانصار جمع تھے۔ اور علیؑ نے آکر کہا کہ کیون تم فاطمہؑ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی مین اوسکی مالک تھین۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانون کا ہے اگر وہ گواہ پیش کرین تو اونکو ملیگا ورنہ اونکا کچھ حق نہین اوسپر امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا تم ہمارے حق مین خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کروگے اونھون نے کہا نہین تو آپنے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے قبضے مین ہو اور وہ اوسکے مالک ہون اور مین اوسپر دعوی

کرون تو تم کس سے گواہ مانگوگے اونھون نے کہا تم سے - کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہؑ سے گواہ مانگتے ہو اوس چیز کے متعلق جو اونکے قبضے مین ہے - اور جسکی وہ پیغمبر خدا کی زندگی مین اور اوسکے بعد مالک تھین اور مسلمانون سے تم گواہ نہین مانگتے کہ وہ اوسکا دعوی کرتے ہین یہ سنکر ابوبکر چپ ہوگئے تب عمر نے کہا کہ اے علی یہ باتین جانے دو کہ ہم تمھاری حجتون پر غالب نہین آسکتے اگر تم گواہ عادل پیش کروگے تو خیر ورنہ یہ مال مسلمانون کا ہے نہ تمھارا حق ہے نہ فاطمہؑ کا - پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتون کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھکر لوگ غصے مین آئے اور بعض نے اس بات کو بہت برا جانا اور کہا کہ واللہ علیؑ سچ کہتے ہین اور علی اپنے گھر چلے آئے اور فاطمہؑ مسجد نبوی مین تشریف لیگئین اور اپنے آپ کو باپ کی قبر پر گرادیا اور یہ اشعار پڑھنے لگین ؎ قل کان بعدک انباء ھنبثۃ الخ بعد اسکے اس روایت مین یہ بیان ہے کہ ابوبکر و عمر نے یہ حالت دیکھکر اور آیندہ کا خوف کرکے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرادین اور اسکے لیے خالد کو تجویز کیا - اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کرین گے -

(۲) علل الشرائع والاحکام تالیف شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی کی باب صد و پنجاہ و یکم مطبوعہ ایران صفحہ ۸۶ مین ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اونھون نے ابن عمیر سے اور اونھون نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادقؑ کی بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے روکا اور اونکے وکیل کو نکالدیا حضرت علی مسجد مین آئے اور ابوبکر وہان بیٹھے ہوے تھے اور اونکے گرد مہاجرین و انصار جمع تھے تو آپنے فرمایا کہ اے ابوبکر تمنے کیون فاطمہؑ کو روکا اوس چیز سے جو رسول اللہ نے اونکو دیدی تھی اور اونکا وکیل اوسپر برسون سے قابض تھا - ابوبکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانونکے لئے فئے ہے اگر وہ شاہد عادل لاوین تو خیر ورنہ فاطمہؑ کا اسمین کچھ حق نہین ہے - علی نے فرمایا کہ کیا ہمارے لیے برخلاف اوسکے جو اور مسلمانون کے لیے تم حکم دیتے حکم دوگے تو اونھون نے کہا کہ نہین تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے ہاتھ مین ہو اور مین دعوی کرون تو تم کس سے

گواہ مانگوگے - ابوبکر نے کہا تم سے - علی نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ مین ہو اور مسلمان اوسپر دعوی کرین تو تم مجھسے گواہ مانگوگے - ابوبکر یہ سنکر چپ ہوگئے عمر نے کہا کہ یہ مال مسلمانون کا ہے اور ہم تمھارے جھگڑے کی باتین نہین سنتے - پھر اسپر اور باتین اونکے آپس مین ہوئین جسے سنکر لوگ رونے لگے اور بالصلاح عمر کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جسکی تفصیل اس روایت مین ہے اور اوسکو ہم اپنے موقع پر بیان کرین گے -

(۳) روایت یہ کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس گئین اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتون کے ابوبکر قائل ہوے اور فدک کی سند فاطمہؑ کے لیے لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی ہوئی حضرت فاطمہؑ اوس سند کو لیکر باہر نکلین عمر اونکو ملے اور پوچھا کہ آپ کہان سے آتی ہین حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا کہ ابوبکر کے پاس سے اور سند لکھدینے کا بھی ذکر کیا - عمر نے کہا ذرا مجھے دکھایئے آپ نے وہ کاغذ عمر کو دیدیا عمر نے اوسپر تھوک دیا اور اوسکو مٹادیا پھر علیؑ فاطمہؑ کو ملے اور پوچھا کہ اے بنت رسول اللہ کیون تم غصے مین ہو فاطمہؑ نے بیان کیا جو کچھ عمر نے کیا تھا - تب حضرت علی نے فرمایا ما رکبوا منی و من ابیک اعظم من هذا کہ ان لوگون نے میرے حق مین اور تمھارے باپ کے حق مین اس سے بڑھکر دوسری بات نہین کی - الی آخر القصہ - بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار -

(۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ مین کتاب الاختصاص سے بسند عبداللہ بن سنان کے امام جعفر صادق عسے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابوبکر خلیفہ ہوے تو اونھون نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالدیا تب حضرت فاطمہؑ آئین اور کہا کہ تم دعوی کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہوا اور اونکے مقام پر بیٹھے ہو تمنے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے فدک دیگئے ہین میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسکے میرے پاس گواہ موجود ہین - ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا یہ سنکر حضرت فاطمہؑ علیؑ کے پاس گئین اور اون سے یہ سب حال کہا حضرت علی نے اونکو صلاح دی

کہ تم پھر ابوبکر کے پاس جاؤ اور اون سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ سلیمان داود کے اور یحیی زکریا کے وارث ہوے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون - عمر نے فاطمہؑ سے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے - فاطمہؑ نے کہا گو مین سکھلائی گئی ہون مگر کسنے مجھے سکھایا ہے میرے ابن عم علی نے - ابوبکر نے کہا کہ عائشہ اور عمرو دونو گواہی دیتے ہین کہ اونھون نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ النبی لا یورث فاطمہؑ نے کہا کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے جو اسلام مین دی گئی - تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور مین اسپر گواہ بھی رکھتی ہون تو ابوبکر نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علی کو لائین - ابوبکر نے کہا کہ ای ام ایمن کیا تمنے پیغمبر خدا سے سنا ہے جو فاطمہؑ کہتی ہین اونھون نے کہا ہان مین نے سنا ہے اور کیا تمنے نہین سنا کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ سیدہ زنان جنت ہین تو کیا جو سیدہ نسا سے جنت ہو وہ اوس چیز کا دعوی کریگی جو اوسکی نہو اور مین ایک عورت اہل جنت سے ہون کیا مین وہ گواہی دونگی جو مین نے پیغمبرؐ سے نہ سنا ہو - ہم نے کہا کہ یہ باتین چھوڑو اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن نے کہا کہ مین حضرت فاطمہؑ کے گھر مین بیٹھی ہوئی تھی اور آنحضرتؐ بھی وہان تشریف فرما تھے کہ اتنے مین جبرئیل آئے اور کہا ای محمدؐ اوٹھو تاکہ بموجب حکم خدا کے مین فدک کی حدبندی اپنے پرون سے کردون - آپ اوٹھے اور جبرئیل آپ کے ہمراہ ہوے کچھ دیر نہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لاے فاطمہؑ نے پوچھا کہ آپ کہان تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا جبرئیل نے فدک کے حدود بتاے اور اوسپر خط کھینچدیا - تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدك فصدق بها علی فقال هی صدقة علیك فقبضتها کہ ای میرے باپ مین افلاس اور محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہون یہ فدک مجھے دیدیجیے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمھارے لیے عطیہ ہے اور فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا - پھر آنحضرتؐ نے ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو اسی روایت مین پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علی فاطمہؑ کو سوا کرا کے چالیس دن رات مہاجرین و

انصار کے گھر بھیجے اور کسی نے ہمدردی نکی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئین اور اون سے مدد چاہی اونھون نے بھی انکار کیا اور کہا کہ مین تنہا ہون پس فاطمہؑ اون سے خفا ہوکر چلی آئین - الی آخر القصہ -

(۵) ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار مین ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل بن عمر سے نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ میرے آقا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوے تو عمرؓ نے کہا کہ آدمی دنیا کے دل دادہ ہین اسلیے علیؓ اور اہل بیت سے خمس اور فئے اور فدک کو روک دو کیونکہ جب اونکے یا یہ امر جان جائین گے تو علیؓ کو چھوڑ دین گے اور دنیا لینے کی غرض سے ہماری طرف رجوع کرین گے - ابوبکر نے ایسا ہی کیا - پھر جب ابوبکرؓ نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آے کہ مین اوسکو ادا کرونگا - اور جابر اور رجریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا - تو علیؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جاکر فدک کا ذکر کرو - فاطمہؑ نے اونسے فدک اور فئے اور خمس کا ذکر کیا - ابوبکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ - فاطمہؑ نے کہا کہ فدک کو تو خداوند تعالی قرآن مین فرماتا ہے کہ اوسکو مجھے اور میری اولاد کو دیدو یعنی یہ آیت وات ذا القربی حقہ مین اور میری اولاد رسول اللہ کی سب سے زیادہ اقرب تھے تو آپ نے مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا - جبریل نے پھر اسکے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا تو آپ نے پوچھا کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ تعالی نے آیہ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ نازل کی پھر خمس کے پانچ حصہ کیے اور یہ فرمایا مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ الخ جو اللہ کے لیے ہے وہ اوسکے رسول کا ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ ہم قرابت والون کے لیے ہے - اللہ تعالی فرماتا ہے قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ابوبکرؓ نے عمر کیطرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو - عمرؓ نے پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہین - فاطمہؑ نے کہا کہ یتیم وہ ہین جو اللہ اور رسول

اور ذی القربے سے یتیم ہون۔ اور مساکین وہ ہین جو اونکے ساتھ دنیا اور آخرت مین رہے ہون اور ابن سبیل وہ ہے جو انکا طریق چلتا ہو۔ عمرؓ نے کہا تو خمس اور فئے سب تمھارا اور تمھارے احباب اور شیعون کا ہوا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچون کے لیے کر دیا ہے اور میرے احباب اور شیعون کا کچھ حق نہین۔ اور خمس کو ہم مین اور ہمارے احباب مین تقسیم کیا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اور تمام مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کے لیے کیا ہوگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ اگر وہ ہمارے احباب مین سے ہین تو اونکے لیے وہ صدقات ہین جنکی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس آیت مین اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ عمرؓ نے کہا کہ فدک تو تمھارا خاص ہوا اور فئے تمھارا اور تمھارے احباب کا ہوا مین نہین سمجھتا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہونگے فاطمہؑ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اسپر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اسکی تقسیم کی ہے نہ عداوت اور مخالفت پر۔ جو ہمسے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ خدا کا مخالف ہے اور جو خدا کا مخالف ہے تو وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت مین مستحق ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ تم جس کا دعوی کرتی ہو اوسکے گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے کہا کہ تمنے جابر اور جریر کی تصدیق کی اور اونسے گواہ نہ طلب کیے۔ اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ جابر اور جریر نے تو تھوڑی سی شی کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعوی پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین و انصار تم ہو جائین گے۔ فاطمہؑ نے کہا کہ جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ ہین تو اونھون نے تو اونکے دین کی طرف ہجرت کی ہے۔ اور انصار وہ ہین جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہین اور ذوالقربی کے ساتھ احسان کرین۔ تو ہجرت بھی ہمارے لیے ہوئی اور نصرت بھی اور اتباع باحسان بھی بے ہمارے نہین ہو سکتا۔ اور جو ہمسے مرتد ہو جاے تو وہ جاہلیت مین جاے عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتین چھوڑو اور گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے علی و حسنین و ام ایمنؓ و اسما کو بلوا بھیجا ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی۔ عمرؓ نے کہا کہ علیؑ تو فاطمہؑ کے زوج ہین اور

حسنین بیٹے ہین اور ام ایمن اونکی محب ہین اور اسما پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو بنی ہاشم ہی کی گواہی دیگی اور اب فاطمہؑ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہین۔ علیؑ نے کہا کہ فاطمہؑ تو ایک جزو رسول اللہ ہین جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہؐ کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حسنینؑ رسول اللہؐ کے نواسے ہین اور جوانان جنت کے سردار ہین جو انکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اہل جنت صادق ہوتے ہین۔ اور میری شان مین رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تو مجھسے ہے اور مین تجھسے۔ اور تو میرا دنیا اور آخرت مین بھائی ہے۔ جو تجھپر رد کرتا ہے وہ مجھپر رد کرتا ہے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور ام ایمن کے بارہ مین رسول اللہ صلعم نے جنت کی گواہی دی ہے اور اسماؑ اور اوسکی اولاد کے لیے آپ نے دعا دی ہے۔ عمر نے کہا کہ جو تعریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن جار کی شہادت مقبول نہین ہوتی۔ علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہین جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہین کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیے مقبول نہین اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہمنے اپنے لیے دعوی کیا تو تم ہمسے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہین کہ وہ گواہی دے۔ اور تم لوگون نے اللہ کے سلطان پر جست کی اور اوسکو اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکالا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابون مین شیعونکی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ فاطمہ زہراؑ کے نام سے مشہور ہے اور جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو جب خبر ہوئی کہ ابوبکر نے فدک سے محروم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو وہ مسجد نبوی مین ابوبکر کے پاس آئین اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا جسمین اونکے ظلمون کی شکایت کی اور آیات قرآنی اور دیگر حجتون سے ابوبکر کو ملامت کی اور اپنے حق ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ سعی کا اوٹھا نرکھا۔ اس خطبہ کو چونکہ بہت بڑا ہے

ہم آیندہ موقع پر بیان کرین گے۔ مگر اسمین کچھ ذکر ہبۂ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اور سبر نہین فرمایا۔ جو کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اوس تقریر مین آپ نے فرمایا افحکم الجاھلیۃ تبغون ... یا ابن ابی قحافۃ فی کتاب اللہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔ افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذتموہ وراء ظھورکم اذ یقول ووررث سلیمان داؤد الخ کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہمکو میراث نہین مل سکتی کیا جاہلیت کا حکم چلاتے ہو۔ اے ابو بکر کیا خدا کی کتاب مین یہ ہے کہ تم اپنے باپ کے وارث ہوا ور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے۔ کیا جان بوجھکر تمنے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اوسے پس پشت پھینکدیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمانؑ وارث ہوے اپنے باپ داؤدؑ کے۔ اور زکریا نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوبؑ کی وارث ہو۔ باوجود اسکے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے .... خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تمکو معلوم ہوجاے گا۔

(۷) بحار الانوار کے صفحہ ۱۰۴ مین یہ لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ فاطمہؑ ابو بکر کے پاس آئین اور پوچھا کہ تمھارا کون وارث ہوگا۔ اونھون نے کہا میری اہل اور اولاد۔ آپنے فرمایا کہ پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ تب اونھون نے جواب دیا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا لیکن مین اوسے اوسی کام مین صرف کرونگا جسمین پیغمبر خدا خرچ کرتے تھے اور اونھین کو دون گا جنکو پیغمبر خدا دیا کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی مین جب تک زندہ رہونگی ایک بات بھی تم سے نکرونگی اور پھر جب تک زندہ رہین اونھون نے ابو بکر سے بات چیت نکی۔

(۸) بحار الانوار مین لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاطمہؑ ابو بکر کے پاس آئین اور میراث کا مطالبہ کیا۔ ابو بکر نے کہا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائین۔ علی نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمانؑ داؤدؑ کے کیون وارث ہوے زکریا نے کیون کہا کہ خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

مگر او نھون نے نہ سنا۔

(۹) بحار الانوار مین جابر بن عبد اللہ انصاری نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کرو اسپر حضرت فاطمہؑ ابو بکر کے پاس آئین اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو۔ او نھون نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث نہین ہوے۔ اسپر ابو بکر خفا ہوے اور کہا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہین ہوتا تب فاطمہؑ نے کہا کیا زکریاؑ نے یہ نہین کہا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اسپر بھی او نھون نے یہی جواب دیا کہ النبی لا یورث پھر فاطمہؑ نے کہا کہ کیا خدا نے نہین کہا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ اسپر بھی او نھون نے یہی کہا کہ النبی لا یورث۔

(۱۰) بحار الانوار مین لکھا ہے کہ ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ بعد پیغمبرؐ کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لیے آئین ابو بکر نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تم سوائے سچ کے کچھ نکہو گی لیکن گواہ لاؤ اسپر وہ علی کو لیگئین اور او نھون نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لیگئین او نھون نے بھی شہادت دی اسپر ابو بکر نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اولاؤ تو مین فدک کی سند لکھدون۔

(۱۱) احتجاج طبرسی مین لکھا ہے کہ جب حضرت علی کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابو بکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے او نکو یہ خط لکھا۔ شُقُّوا مِنَ الظُّلُمَاتِ أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِحِيَازِيمِ سُفُنِ النَّجَاةِ وَحُطُّوا تِيجَانَ أَهْلِ الْفَخْرِ بِجُمَعِ أَهْلِ الْغَدْرِ وَاسْتَضَاءُوا بِنُورِ الْأَنْوَارِ وَاقْتَسِمُوا مَوَارِيثَ الطَّاهِرَاتِ الْأَبْرَارِ وَاحْتَقِبُوا أَثْقَلَ الْأَوْزَارِ بِعَضِيهِمْ نَخْلَةَ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ فَكَأَيِّ بِكُمْ تَتَرَدَّدُونَ فِي الْعَمَا كَمَا يَتَرَدَّدُ الْبَعِيرُ فِي الطَّاحُونَةِ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أَذِنَ لِي بِمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ لَحَصَدْتُ رُؤُسَكُمْ عَنْ أَجْسَادِكُمْ كَحَبِّ الْحَصِيدِ بِقَوَاضِبَ مِنْ حَدِيدٍ وَلَفَلَقْتُ مِنْ جَمَاجِمِكُمْ ثَمَرَ أَفْئِدَتِكُمْ مَا أُفْرِحُ بِهِ أَمَاقِلَكُمْ وَأُوحِشُ بِهِ بَحَاقِلَكُمْ فَإِنِّي مِنْ عَرَفَكُمْ مُونِي

مُرْدِی الْعَسَاکِرِ وَمُفْنِی الْجَحَافِلِ وَمُبِیْدُ خَضْرَاءِکُمْ وَمُجْدِلُ ضَوْضَاءِکُمْ
وَجَرَّ اللّٰہُ الدَّوَابِرَ اِذْ اَنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ مُعْتَکِفُوْنَ وَاِنِّیْ لَصَاحِبُکُمْ بِالْاَمْسِ
لَعَمْرُ اَبِیْ لَنْ تَحُبُّوْا اَنْ تَکُوْنَ فِیْنَا الْخِلَافَۃُ وَالنُّبُوَّۃُ وَاَنْتُمْ تَذْکُرُوْنَ اَحْقَادَ بَدْرٍ
وَثَارَاتِ اُحُدٍ اَمَا وَاللّٰہِ لَوْ قُلْتُ مَا سَبَقَ مِنَ اللّٰہِ فِیْکُمْ لَتَدَاخَلَتْ اَضْلَاعُکُمْ
فِیْ اَجْوَافِکُمْ لَتَدَاخُلَ اَسْنَانِ دَوَّارَۃِ الرَّحٰی فَاِنْ نَطَقْتُ تَقُوْلُوْنَ حَسَدَ وَاِنْ
سَکَتُّ فَیُقَالُ جَزِعَ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ مِنَ الْمَوْتِ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ اَنَا السَّاعَۃُ
یُقَالُ لِیْ هٰذَا وَاَنَا الْمَوْتُ الْمُمِیْتُ خَوَّاضُ الْمَنِیَّاتِ جَوْفَ لَیْلٍ
خَامِدٍ حَامِلُ السَّیْفَیْنِ الثَّقِیْلَیْنِ وَالرُّمْحَیْنِ الطَّوِیْلَیْنِ وَمُکْسِرُ الرَّایَاتِ
فِیْ غُطَامِطِ الْغَمَرَاتِ وَمُفَرِّجُ الْکُرُبَاتِ عَنْ وَجْهِ خَیْرِ الْبَرِیَّاتِ اَهْنَوَاهُ
فَوَاللّٰہِ لِابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اٰنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ اِلٰی مَحَالِبِ اُمِّهٖ هَبَلَتْکُمُ
الْهَوَابِلُ لَوْ بَحَثْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْکُمْ فِیْ کِتَابِهٖ لَاضْطَرَبْتُمْ اِضْطِرَابَ
الْاَرْشِیَۃِ فِی الطَّوِیِّ الْبَعِیْدَۃِ وَلَخَرَجْتُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمْ هَارِبِیْنَ وَعَلٰی وُجُوْهِکُمْ
هَائِمِیْنَ وَلٰکِنِّیْ اَهُوْنُ وَجْدِیْ حَتّٰی اَلْقٰی رَبِّیْ بِیَدٍ جَرَّاءَ صَفْرَاءَ
مِنْ لَذَّاتِکُمْ خَلْوَۃٍ مِنْ طُحْنَاتِکُمْ فَمَا مَثَلُ دُنْیَاکُمْ عِنْدِیْ اِلَّا کَمَثَلِ
غَلِیْمٍ عَلَا فَاسْتَعْلٰی ثُمَّ اسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی ثُمَّ تَمَرَّقَ فَانْجَلٰی رُوَیْدًا فَعَنْ
قَلِیْلٍ یَنْجَلِیْ بِکُمُ الْقَسْطَلُ فَتَجِدُوْنَ ثَمَرَ فِعْلِکُمْ مُرًّا اَمْ تَحْصُدُوْنَ غِرْسَ
اَیْدِیْکُمْ دُعَافًا مُمِرًّا وَسَمًّا قَاتِلًا وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَکَمًا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ خَصِیْمًا
وَبِالْقِیَامَۃِ مَوْقِفًا وَلَا اَبْعَدُ اللّٰہُ فِیْهَا سِوَاکُمْ وَلَا اَنْعَسَ فِیْهَا غَیْرَکُمْ وَالسَّلَامُ
عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی یعنی پہلے تو تم فتنون سے بچے اور فخر وغرور کو چھوڑ دیا اور نور نبوت
کی روشنی مین آے لیکن بالآخر تمنے اہل بیت پاک کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کا عطیہ چھین کر
بارگناہ سر پر لیا۔ مین دیکھ رہا ہون کہ تم گمراہی مین اسطرح ٹکراتے پھرتے ہو جسطرح اونٹ چکی مین

پھرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجکو اجازت ہوتی تو مین تمھارے سر اسطرح اوڑا دیتا جسطرح کھیتی کا ٹکڑہ ڈھیر کر دیتے ہین۔ اور تمھارے بہادرون کو اسقدر قتل کرتا کہ تمھاری آنکھین پھوٹ جاتین۔ اور تمھارے گھر وحشتناک ہوجاتے۔ تم ابتدا سے مجکو جانتے ہو کہ مین نے فوجین غارت کردی ہین لشکرون کو تباہ کردیا ہے تمھاری سرسبز زمینین تباہ کردی ہین تمھارے ہنگامون کو دبا دیا ہے۔ تمھارے بہادرون کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہین۔ اوسوقت تم اپنے گھرون مین دبکے بیٹھے تھے۔ کل تمنے مجکو اپنا سردار مان لیا تھا۔ لیکن قسم ہے کہ تمنے دل سے کبھی نہین چاہا کہ ہمارے گھر مین خلافت اور نبوت دونو رہنے پائین۔ کیونکہ تمکو بدر کے کینے اور احد کے خون بہا کبھی نہین بھولے۔ بخدا اگر مین خدا کے فیصلے کو جو تمھارے متعلق وہ کرچکا ہے ظاہر کردون تو تمھاری ہڈیان پسلیان اس طرح آپس مین ٹکرا جائین جسطرح چکی کے دونو پاٹون کے دندانے مل جاتے ہین۔ مین کچھ کہتا ہون تو تم کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہون اور چپ رہتا ہون تو لوگ کہتے ہین کہ ابوطالب کا بیٹا موت سے ڈرگیا افسوس افسوس مین خود موت ہون اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ مین مرگ کشندہ ہون۔ مین اندھیری راتون مین معرکونمین گھس جانے والا ہون مین تیغ وسنان کا حامل ہون۔ مین لڑائی کے ہنگامے مین نیزون کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہون۔ مین نے رسول اللہ کے سامنے سے مشکلین بتادی ہین۔ ذرا ٹھہرو۔ خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ ماں کی چھاتی سے۔ تمپر موت آئے خدا نے جو کچھ تمھاری شان مین کہا ہے اگر مین ظاہر کردون تو تم رسی کیطرح بل کھاؤ اور گھر چھوڑ کر بھاگو ادھر اودھر ٹکرائے پھرو۔ لیکن مین اپنے جوش کو دباتا ہون اوسوقت تک کہ اپنے خدا سے اس حال مین ملون کہ میرے ہاتھ دنیا کی لذتون سے (جسکو تم محبوب رکھتے ہو) خالی ہون۔ کیونکہ تمھاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے جو بلند ہوا پھر دلدار ہوکر ہر طرف چھاگیا پھر پھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر مین غبار صاف ہوجائے گا اور تم اپنے کیے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا۔ یا اپنے ہاتون کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے جو سم قاتل ہوگی۔ اور کافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدان قیامت کا

عدالت کا ہونا - خدا اوس دن کسی کو تمھارے سوا اپنی رحمت سے دور نرکھے - اور تمھارے سوا کسی کو ہلاک نکرے اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اوسپر سلام ہو - انتہی -

(۱۲) بحرالجواہر مصنفہ سید محمد باقر بن سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲۳ مین جابر جعفی سے یہ روایت ہے کہ ابوبکر نے اشجع بن مرادم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اوس کا بھائی علیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا - اوسنے اہل بیت کی املاک کو ضبط کرلیا اور اونکی رعایا پر ظلم شروع کیا - اون لوگون نے حضرت علیؓ کو خبر دی اور اوسکے ظلم وستم کا استغاثہ کیا - یہ سنتے ہی حضرت علیؓ بعجلت سوار ہوے اور عمامہ سیاہ سر پر رکھا اور دو تلوارین باندھین اور امام حسنین اور عمار اور فضل اور عبداللہ پسران حضرت عباس اور عبداللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اوس گاؤن کے پاس جو مسجد تھی وہان ٹھہرے - اور امام حسینؓ کو بھیجا کہ ابوبکر کے متولی کو بلا لاؤ - آپ گئے اور اوس سے کہا کہ امیرالمومنینؓ تجھے بلاتے ہین اوسنے کہا کہ کون امیرالمومنین آپ نے فرمایا علی بن ابی طالبؓ - اوسنے جواب دیا کہ امیرالمومنین تو ابوبکرؓ ہین جو خلیفہ ہین - اسپر امام حسینؓ نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالبؓ بلاتے ہین اونکے پاس چلو - اسپر اشجع نے کہا کہ مین سلطان ہون اور علی عوام مین سے ہین اور اونکو مجھسے کام ہے تو خود اونکو میرے پاس آنا چاہیے - اسپر امام حسینؓ نے جواب دیا کہ افسوس ہو تجھپر کیا میرے والد جیسا عوام مین سے ہوا اور تو سلطان اوسنے کہا ہان بیشک - تمھارے باپ نے ابوبکرؓ کی بیعت نہین کی مگر بجبر واکراہ - اور تیرے اوسکی بیعت خوشی سے کی ہے - یہ سنکر امام حسین واپس آے اور حضرت علیؓ کو اوسکی خبر دی تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ تم اوسکے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مثل خانہ کعبہ کے ہین کہ اوسکے پاس لوگ آتے ہین نہ یہ کہ وہ لوگون کے پاس جاے عمار اشجع کے پاس گئے اور اوس سے سخت گفتگو کی - یہان تک کہ نوبت اسکی پہونچی کہ عمار نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا - اسکی خبر حضرت علیؓ کو پہونچی آپ نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ اشجع کو جاکر پکڑ لاؤ - اسپر آپ کے اہل بیت جو آپ کے ہمراہ تھے گئے اور اشجع سے کہا کہ آج تو علیؓ کے ہاتھ سے

مارا جا لمبنے اور اوسے پکڑ لایا۔ اوسے دیکھکر آپ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تو نے اہل بیت کا مال لے لیا اور اوسپر اپنا قبضہ کیا۔ اوسنے جواب دیا کہ کیا سبب ہے کہ تمنے آدمیون کا خون بہایا۔ اور مین ابوبکر صدیقؓ کے فرمان و مرضی کو تمھاری موافقت اور اتباع سے بہتر جانتا ہون آپ نے فرمایا کہ مین کوئی اپنا گناہ نہین سمجھتا سوا اسکے کہ مین نے تیرے بھائی کو مارا ہے اور وہ باعث انتقام نہین ہوسکتا خدا تجھے ذلیل کرے۔ اوسنے بھی ایسا ہی سخت جواب علیؓ کو دیا اور کہا کہ خلفا کے حسد مین تم ہلاک ہوگے۔ اسپر فضل کو غصہ آیا اور اوسکا سر اوڑا دیا اسپر اشجع کے ہمراہیون نے فضل پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر حضرت علیؓ نے ذوالفقار میان سے نکالی جبکہ اشجع کے ہمراہیون نے علی کی چمکتی ہوئی آنکھین اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتیار پھینکدیے اور کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہین۔ علیؓ نے اون سے کہا کہ اس اپنے چھوٹے صاحب کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لیجاؤ چنانچہ اوسکے ہمراہی اشجع کا سر لیگئے اور اوسکو ابوبکرؓ کے سامنے ڈالدیا۔ یہ حالت دیکھکر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوے اوسوقت ابوبکرؓ نے کہا کہ تمھارے بھائی ثقفی نے خدا اور اوسکے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور مین نے اوسے صدقات مدینہ پر متولی کیا۔ اور اب علیؓ نے اوسے اس بری طرح سے مارا اور قتل کیا اب چاہیے کہ تم مین سے جو شجاع ہین وہ جائین اور اس کا تدارک کرین۔ سب اسے سنکر سکتہ مین رہگئے اور نقش بدیوار ہوگئے۔ ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ زبان نہین رکھتے اور کچھ بولتے نہین۔ اسپر ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہین۔ اور دوسرے نے کہا کہ ملک الموت کا دیکھنا بہتر ہے علی کے دیکھنے سے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ تم علیؓ سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب دیتے ہو۔ اسپر عمر متوجہ ہوے اور کہا کہ یہ کام سوائے خالد کے کسی سے نہین ہوسکتا۔ تب ابوبکرؓ نے خالد سے کہا کہ یا ابا سلیمان تم سیف اللہ ہو اور خدا کی تلوار۔ تم ایک فوج لیکر جاؤ کہ علی نے ہمارے رفقا مین سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت مین بے نظیر ہے قتل کیا ہے۔ علی کو لے آؤ اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمھاری خطا معاف ہوگی اور اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہون تو اونکو زندہ پکڑ لے آؤ

لشکر خالد پانچسو مردان کا رزار لیکر روانہ ہوے۔ فضل نے اونکو آتا دیکھکر علیؓ کو خبر کی۔ آپنے فرمایا کہ تمام صنادید قریش اور سواران ہوازن جمع ہون تب بھی مین اونسے نہین ڈرتا۔ خالد وہان پہونچے اور علی سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تمنے کی اور کیون بھبی ہوئی آگ کو مشتعل کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابوبکرؓ سے ڈراتے ہو اور مجھے مالک نویرہ جانتے ہو کہ جسکو تمنے مارا اور اوسکی بی بی کو اپنے نکاح مین لاے۔ مین اپنے قاتل کو خود جانتا ہون اور شہادت کی امید رکھتا ہون اور اگر مین چاہون تو تمہین ابھی اس مسجد کے صحن مین مار کر گرا دون۔ اسپر خالد غصہ مین آئے۔ اور آپ نے ذوالفقار نکالی۔ جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے۔ حضرتؓ نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے یہ حالت دیکھکر ابن صباح نے کہا ایک مرد عاقل تھا کہا کہ بخدا ای علیؓ ہم کچھ براہ عداوت نہین آئے۔ تم شمشیر غضب الٰہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہین اسپر حضرت امیر المومنینؓ نرم پڑے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بے خود تھے۔ آپ نے فرمایا ای خالد تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمہاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تمنے ناکثین اور خائنین کی بیعت کرلی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کرکے لیجاؤ۔ کیا تم حالت عمر بن عبدوُد اور مرحب اور جنگ خیبر کی بھول گئے۔ اسپر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہین وہ مین جانتا ہون لیکن عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمنے ابوبکر کی بیعت صرف اونکی نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی امید پر کی ہے۔

ان روایتون مین جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اوسمین تاویل کی کچھ گنجائش نہین ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کل روایات متنا قضہ کی صحت تسلیم کیجاے اور تسلیم صحت کے بعد دعوی ہبہ کا زبان پر لایا جاے ہم اون اختلافات مین سے بعض ضروری اور ظاہری اختلاف اب بیان کرتے ہین۔

پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب

حضرت فاطمہؑ کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا تو وہ خود ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئین اور اون سے سوال کیا کہ کیون میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت مین جو علل الشرائع سے ہمنے لکھی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تو حضرت علیؑ مسجد مین آئے اور ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیون تمنے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ اونکے پاس آئین۔ شاید حضرات امامیہ اس کا یہ جواب دین کہ ایک دفعہ حضرتؑ علی آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہؑ آئین۔ مگر پہلی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے جسمین حضرت فاطمہؑ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس سے لوٹین اور گھر پونہچین تو وہان حضرت علیؑ بیٹھے ہوے اونکا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے پہونچتے ہی اون پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت دردانگیز اور غضب آمیز الفاظ مین فرمایا کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان یا خائفان در خانہ گریختہ و بعد از انکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی و معقب این نامردان گردیدہ۔ پس ابو قحافہ معیشت فرزندانم را می گیرد و تو از جای خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ نے گھر مین سے قدم بھی باہر نہ نکالا تھا اور اس معاملہ مین ابوبکرؓ کے پاس جانا اور اون سے مطالبہ کرنا اور اونکو ملامت کرنا یک طرف فاطمہؑ کی کچھ بھی مدد نکی تھی۔ اگر حضرت علی تشریف لیگئے ہوتے اور مہاجرین و انصار کے سامنے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے وکیل نکال دینے پر اونھین قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؑ باوجود عصمت و طہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سند الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الفجرہ تھے کیون ایسے درشت اور سخت کلمے فرماتین اور اونکے گھر مین چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتین۔

چوتھی روایت جو بحوالہ کتاب الاختصاص بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے اوس مین ایک ایسی بات لکھی ہے جو دونو روایات مذکورۂ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؑ کے دعوی کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا تو اسے سنکر حضرت فاطمہؑ علی کے پاس گئین اور اون سے یہ سب حال کہا۔ حضرت علیؑ نے اونکو صلاح دی کہ تم پھر ابو بکر کے پاس جاؤ اور اونسے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ سلیمانؑ داودؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اسپر آپ نے جواب دیا کہ گو مین سکھلائی گئی ہون مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علیؑ نے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰؑ خود اس معاملے مین ابو بکرؓ سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لیے تشریف نہین لے گئے۔ اور نہ حضرت فاطمہؑ کے خیال مین یہ حجت آئی تھی کہ سلیمانؑ داودؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوے۔ اور نہ اپنی طرف سے یہ دلیل اونھون نے پیش کی بلکہ حضرت علی کے فرمانے اور بتانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہؑ دوبارہ دعوی کرنے کے لیے ابو بکر صدیق کے پاس تشریف لیگئی تھین۔ اگر حضرت علیؑ خود تشریف لیگئے ہوتے یا حضرت فاطمہؑ نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اوس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جسکو ہمنے چوتھی روایت مین احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے تو حضرت فاطمہؑ کے بھیجنے اور اس حجت کے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علیؑ کا جانا ابو بکر صدیقؓ کے پاس اور اون کا اس باب مین بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارھوین روایت جو ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کردیا تو آپ بہت غصہ مین آئے اور ایک بہت سخت خط ابو بکرؓ کو لکھا جسکے آغاز ان الفاظ سے ہے۔ شقوا متلاطمات امواج الفتن اور جسمین کوئی دقیقہ اپنی مردانگی اور شجاعت کے اظہار

اور مہاجرین وانصار کی گمراہی وضلال کا باقی نہین رکھا اور اوس عذاب سے جو اونکے لیے خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے سے بھی تامل نہین فرمایا۔ اگر درحقیقت حضرت علیؑ بذات خود ابوبکرؓ کے پاس تشریف لیگئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اون سے کہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہان شاید یہ کہا جاے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ رکارڈ یعنی دفتر مین ایک تحریری سند صحابہ کے ملامت کی موجود رہے۔ یا اول یہ خط لکھا ہو اور بعد اوسکے جاکر بالمشافہ گفتگو فرمائی ہو۔ مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کردیا تب آپ نے یہ خط لکھا۔ اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لیگئے ہون حضرت فاطمہؑ کے اوس غصہ سے جو آپ کے گھر مین بیٹھ رہنے اور مدد نکرنے پر فرمایا صحیح نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ جب حضرت علیؑ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھہرا چکے تھے اور جو سزا خدا نے اونکے لیے رکھی ہے اوسے بھی ایک طرح سے بیان کردیا تھا اور اگر وصیت پیغمبر مانع نہوتی تو اونکے سر اوڑا دینے کی بھی دھمکی دیدی تھی تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہؑ آپ کی مدد نکرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہوجانے پر غصہ فرماتین اور ایسے کلمات سخت سے آپ کو خطاب کرین۔

پھر چوتھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض اور تخالف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ علی کے فرمانے سے حضرت فاطمہؑ آیہ ورث سلیمان داؤد سے حجت کرنے کے لیے ابوبکرؓ کے پاس آئین اور اسپر بھی جب ابوبکرؓ نے شہادت طلب کی تو فاطمہؑ ام ایمن اور علیؑ کو لیگئین اور گو علی کی شہادت کا کہ کیا اونھون نے دی کچھ ذکر نہین ہے مگر ام ایمن کی شہادت رد کی گئی۔ اور عمرؓ نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی گواہی کافی نہین اور علیؑ اپنا فائدہ چاہتے ہین اسپر فاطمہؑ کھڑی ہوگئین اور رخصت ہوکر ابوبکرؓ و عمرؓ کو

بد دعا دینے لگین اور چلی گئین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے سامنے شہادت دینے کے لیے آئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا سبب نہین معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت موقع اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علی رضؓ نے ابوبکر سے جو کہنا تھا کیون نہ کہا اور فاطمہؓ کو خفا دیکھکر بھی کچھ ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جاکر خط لکھایا دوسرے وقت آکر ابوبکر سے بحث کی۔ اتنا تو بہرحال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرنے کے وقت تک حضرت علی رضؓ نے زبان مبارک سے کچھ نہین فرمایا تھا۔ اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے کو اختیار کیا تھا۔ مگر اسی روایت مین پھر یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ چالیس دن تک حضرت فاطمہؓ کو سوار کراے مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیے پھرے اور فاطمہؓ ایک ایک سے فریاد اور استغاثہ کرتی رہین۔ یہان تک کہ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور اون سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئین۔ اس واقعہ کے بعد جس مین اس روایت کے موافق کم سے کم چالیس روز گذرے ہون گے پھر حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم تنہا ابوبکرؓ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ دوسرے کی بہ نسبت زیادہ نرم دل ہین اور یون کہو کہ اگر فدک تمھارا ہی ہوتا تب بھی اوسکا دینا میرے مانگنے پر تمپر واجب ہے چنانچہ اسکے موافق فاطمہؓ آئین اور یہی بات کہی اوسپر ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتی ہین کاغذ منگا کر فدک کی سند لکھدی اور جسکو راہ مین عمر نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کی تعلیم سے ابوبکر کے پاس نہین گئی تھین بلکہ دو مرتبہ پہلے وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابوبکر سے مانگنے کے لیے۔ اور دوسری مرتبہ جہان تک کہ ابوبکرؓ سے تعلق تھا اس روایت کے موافق وہ کامیاب بھی ہوئین۔ پس یہ روایت صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے کبھی خود ابوبکر کے پاس جانے اور اون سے بحث کرنے یا اونکو ملامت فرمانے کا ارادہ نہین کیا۔ بلکہ حضرت فاطمہؓ کو سکھا کر بھیجدینے ہی پر کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لیے وہ فاطمہ رضؓ کے ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اوسوقت کچھ ارشاد نہین فرمایا۔ اور سکوت ہی اختیار کیا۔

پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؑ کو مہاجرین وانصار کے یہان لیے لیے پھرے۔ اس زمانہ مین کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہین فرمائی۔ اور جب معاذ بن جبل رضؓ سے گفتگو کرکے اور اون سے خفا ہوکر فاطمہؑ چلی آئین تب پھر آپ نے اونھین ابوبکر کے پاس بھیجا اور وہان فاطمہؑ کی یہ حالت ہوئی کہ عمر رضؓ نے ابوبکر رضؓ کی لکھی ہوئی سند چاک کردی اور فاطمہؑ کے شکم مبارک پر تازیانہ مارا جس سے محسن ساقط ہوگئے اور اوسکے بعد پچھتر دن تک فاطمہؑ بیمار رہین اور بعد اوسکے وفات فرماگئین۔ اس سے ظاہر ہے کہ بعد معاذ بن جبل رضؓ کی گفتگو کے اور فاطمہ رضؓ کے دوبارہ تعلیم پاکر ابوبکر رضؓ کے پاس جانیکا کوئی موقع باقی نرہا تھا کہ فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانیکی خبر سنکر حضرت علی رضؓ ابوبکر رضؓ کے پاس جاتے اور اون سے سوال وجواب کرتے کیونکہ اسوقت تو حالت پہلے سے بدتر ہوگئی تھی اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جسکے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہین رکھتا۔ یعنی حضرت فاطمہ رضؓ پر عمر رضؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم وستم ہونا کہ جسے دیکھکر کسی آدمی کی غیرت و حمیت گوارا نہین کرسکتی کہ اوسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت انگیز اور ذلیل کن ظلم کو دیکھتا رہے اور اوسکا بدلہ نلے۔ یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش مین آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکالتے اور بنت رسول پر جو ظلم وستم ہوا تھا اوسکا بدلہ عمر سے لیتے۔ تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرماوین اور بنت رسول کی یہ ذلت اپنی آنکھ سے دیکھین اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالین۔ تو اونکے صبر واستقلال سے جس کا ثبوت شیعون کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہوگا کون امید اور خیال کرسکتا ہے کہ وہ ایک وکیل کے نکال دینے پر غصہ مین آتے اور سوال وجواب کرنے کے لیے مہاجرین وانصار کے مجمع مین جاتے اور ابوبکر سے مقابلہ کرتے یا اونکو ایسا سخت خط لکھتے اور اون کو ظالم اور غاصب بتاتے۔

اس روایت کو بارھوین روایت سے ملاکر دیکھنے سے غالبا ہر شخص کو ایک حیرت ہوگی اور سوائے اسکے کہ امامون کے اسرار اور اونکے بھید ہم لوگون کی سمجھ سے باہر ہین کوئی بات

زبان سے نہ نکل سکیگی نہ کوئی وجہ سمجھ مین آئیگی کہ کبھی تو شیر خدا ذرا سی بات پر ایسے غضب ناک ہو جائین کہ سر اوڑانے مین بھی دریغ نکرین اور کبھی ایسا سکوت اختیار کرین کہ بڑے سے بڑے صدمہ پر بھی جس کا بدلہ لینا شرعاً و عقلاً جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائین۔ شاید مظہر العجائب والغرائب کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتین سرزد ہون جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے خارج ہون۔ اس چوتھی روایت مین یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؑ سے سند لیکر عمر نے چاک کردی اور طمانچہ لگائے اور لاتین ماری یہان تک کہ حمل ساقط ہو گیا مگر حضرت علیؑ نے اف تک نہ کی۔ اور بارھوین روایت مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اطلاع ہوئی کہ اشجع بن مراحم نے جسے ابوبکر نے فدک کے انتظام کے لیے مقرر کیا تھا رعایا پر ظلم شروع کیا ہے تو آپ کو تاب نہ رہی اس خبر کے سنتے ہی عزیز و اقارب و خدام و ملازمین کو لیکر موقع پر پہونچے اور اشجع کو پکڑ بلوایا اور گھر کیان سنائین اور اسی پر کفایت نکی بلکہ اوسکا سر اوڑا دیا اور اوسوقت آپ ایسے جوش مین تھے اور آپ کی آنکھین ایسی چمکتی اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکتی تھی کہ سب تھر تھرانے لگے اور اشجع کے ہمراہی سب ہتیار پھینک کر بھاگ گئے۔ اور پھر جب اشجع کے قتل کے بعد خالد اونکے پاس آئے تو آپ نے اون سے غصہ مین فرمایا کہ کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے ہو اور اسپر جب خالد غصہ مین آئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جسکی چمک دیکھکر وہ گھوڑ گھوڑانے لگے اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ اس روایت سے شان حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد اللہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین و آسمان سے آپ کی شجاعت و حمیت پر مرحبا اور تحسین کی آوازین آتی ہین اور لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر و حجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام حالت حیرت اور تعجب سے بدل جاتی ہے جبکہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ یہ اسد اللہی شان اوسوقت کیون نہ دکھائی گئی جبکہ عمر نے جو بقول شیعون کے ایک نامرد اور ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے بنت رسول کو صدمہ پہونچایا۔ اونکو طمانچہ لگائے اونکو لاتین ماریں اونکا حمل گرادیا۔ اس موقع پر کیون ذوالفقار علی نیام مین رکھ لیگئی اور کیون

حیدری صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر و شکیبائی غالب آگئی - حالانکہ شرعاً و عقلاً یہ موقع نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا - بلکہ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ کے موافق کم سے کم اسکا بدلا عمر کو دینا تھا تاکہ بنت رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے شیر کے ہاتھ سے پاتے - افسوس ہے کہ ان روایتوں سے حضرات شیعہ کا یہ مطلب تو حاصل نہوا کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فساد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتوں سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے جھوٹے داغ لگا دیے گئے اور وہ باتیں جس سے اونکی شان ارفع و اعلیٰ تھی بلکہ جنکے خدام اور نام لیوا بھی اوس سے مبرا اور منزہ تھے اونکی طرف منسوب کر دی گئیں - اور مخالفین اسلام کے لیے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جسکے دیکھنے سے نہ صرف اونکو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام پر وہ شک اور ربانی اسلام اور اوسکے خاندان کے چلن پر شبہ کرنے لگیں - افسوس ایسی محبت پر تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا -

چوتھی روایت میں جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اس کے کہ علی مرتضیٰ فاطمہؓ کو چالیس دن تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیکر پھرے اور کسی نے مدد نکی معاذ بن جبلؓ سے دوبدو فاطمہؓ سے گفتگو ہوئی وہ اون سے خفا ہو کر چلی آئیں تو علی مرتضیٰؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابوبکر نرم دل ہیں اون سے جا کر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھکر دیدیں چنانچہ وہ گئیں اور اون کے اسطرح مانگنے سے ابوبکر نے فدک کی سند لکھدی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کچھ سوال و جواب نہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہؓ کے مانگنے پر ابوبکر نے اونھیں سند لکھدی تھی لیکن تیسری روایت میں جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے اوسمیں فدک کے سند لکھدینے کا بیان دوسرا ہے اور اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ کی حجت پیش ہونے پر قائل ہوئے اور فاطمہؓ کے دلائل سنکر مجبور تب فدک کی سند فاطمہؓ کو لکھدی اور اوسپر علی اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی - اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ سند لکھنے کا سبب ابوبکر کا فاطمہؑ کی حجتون سے قائل ہو جانا تھا۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہؑ تنہا تشریف نہ لیگئین تھین بلکہ علی اور ام ایمن بھی اونکے ساتھ تھے ورنہ اونکی گواہی اوس سند پر جو ابوبکر نے لکھی کیونکر ہوتی اور پھر اوس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راہ مین عمر فاطمہؑ کو ملے اور اون سے پوچھا کہ آپ کہان سے آتی ہین اونھون نے کہا ابوبکر کے پاس سے آتی ہون اور اونھون نے مجھے سند بھی فدک کی لکھدی ہے۔ عمر نے کہا اوسے ذرا مجھے تو دکھایئے آپ نے دیدی۔ عمر نے اوسپر تھوکا اور اوسے مٹا دیا جب آگے بڑھین تو علی ملے تو اونھون نے فاطمہؑ سے پوچھا کہ آپ اسوقت اتنی خفا کیون ہین تب اونھون نے بیان کیا کہ عمر نے اونکے ساتھ کیا کیا اوسپر حضرت علیؑ نے فرمایا ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من هذا فرضت کہ ان لوگون نے اس سے بڑھکر میرے اور تمھارے باپ کے حق مین اور دوسری بات نہین کی۔ اور پھر آپ بیمار ہوگئین۔ اس مین ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند لکھنے کے وقت تو علی اور ام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہؑ کے ساتھ گھر تک کیون نہین آسے کیا وہ وہان رہگئے یا اور کہین چلے گئے اور فاطمہؑ کو تنہا روانہ کردیا۔ دوسری امر یہ ذکر نہین ہے کہ عمر نے فاطمہؑ کو طمانچے مارے اور لاتین لگائین اور محسن ساقط ہوگئے کیونکہ علی نے صرف اون کو غصہ مین پایا اور ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من هذا کہکر چپ ہوگئے۔ اس سے تکذیب اوس ظلم وستم کی ہوتی ہے جو فاطمہؑ کی نسبت عمر کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابل غور ہے اور اوس سے ہیئہ فدک کے دعوی کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اسکے کہ خود اس روایت کو جھوٹا کہا جاے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جاے دوسرا جواب کوئی بن نہین پڑتا۔ اور اسی واسطے علماے امامیہ کو اسمین بہت دقت پیش آئی ہے اور نہایت حیران وششدر ہوکر اوسکے متعلق ایسی باتین بنائی ہین کہ جنکو کوئی شخص مان نہین سکتا۔ اس روایت کی تکذیب تو علماے امامیہ کر نہین سکتے اسلیے کہ اول تو وہ نہایت صحیح روایتون

سے ہے۔ دوسرے اوس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم وستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈھی جاتی ہے۔

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعون کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علماے امامیہ نے اوسکی صحت کی نسبت بہت بڑے دعوی کیے ہین اور نہ صرف اپنی روایتون سے اوسے بیان کیا ہے بلکہ سنیون کی کتابون سے بھی اوسکے ثابت ہونیکی بہت کوشش کی ہے۔ ملا باقر مجلسی اوسکی نسبت فرماتے ہین اعلم ان ھذہ الخطبۃ من الخطب المشھورۃ التی رووتھا الخاصۃ والعامۃ باسانید متظافرۃ کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہور ترین خطبون مین سے ہے جسکو شیعہ اور سنی دونونے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے۔ اور کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مین جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لیے لکھی گئی ہے اور ایران مین چھپی ہے اوسکے صفحہ ۱۲۸ مین لکھا ہے والاحتجاج المشھور کالنور علی الطور المسطور فی کتاب مسطور فی رق منشور المعروف بخطبۃ تظلم الزھراء التی مقصودنا من ھذا الکتاب شرحھا وکل ما ذکر الی ھنا کان مقدمۃ بالنسبۃ الیھا ونحن نشرع الان فی ایراد تلک الخطبۃ الشریفۃ المشتملۃ علی الایات البینات والبراھین الساطعات والحجج الواضحات والدلائل القاطعات.... الی قولہ بالجملۃ لا اشکال ولا شبھۃ فی کون الخطبۃ من فاطمۃ الزھراء وان مشائخ ال ابی طالب کانوا یروونھم عن ابائھم ویعلمونھا ابنائھم ومشائخ الشیعۃ کانوا یتدارسونھا بینھم ویتداولونھا بایدیھم والسنتھم اور پھر اسکی فصاحت کی نسبت لکھتے ہین تلک الخطبۃ الغراء الساطعۃ عن سیدۃ النساء التی تحیر من العجب منھا والاعجاب بھا احلام الفصحاء والبلغاء خلاصہ اس کا یہ ہے کہ منجملہ ان حجتون کے جو حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کین ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طور کی روشنی ہے اور لوح محفوظ مین لکھا ہے یعنی وہ خطبہ جو تظلم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جسکی

شرح ہم اس کتاب مین لکھنا چاہتے ہین - اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیون اور روشن دلیلون اور واضح حجتون اور قطعی برہانون پر - اور جسکی صحت مین کچھ بھی شبہ نہین ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اوسے اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھلاتے چلے آئے ہین اور مشائخ شیعہ کے درس مین وہ رہا ہے اور وہ ہمیشہ اوسے اپنے ہاتون اور زبانون مین رکھتے چلے آئے ہین -

جبکہ یہ خطبہ شیعون کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالنور علی الطور سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اوس سے ثابت ہو کہ فاطمہؑ نے اوسمین یہ بیان کیا اور فلان چیز کا دعوی فرمایا اوسی کو موافق شیعون کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جس کا اوسمین ذکر نہو اوسکو غلط جاننا چاہیے - اسلیے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصًا علماے امامیہ سے امید کرتے ہین کہ اسپر غور فرمائین کہ سارے خطبہ مین کہین اس بات کا ذکر نہین ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا ہو کہ تمنے فدک مجھسے چھین لیا - یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا - یا وہ میرے قبضہ مین تھا نہ صراحۃً نہ اشارۃً ہبہ کا نام اسمین آیا ہے جو کچھ اسمین بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم وستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہین دیا گیا - اور جو حجتین اور دلیلین اسمین حضرت سیدۃ النسا نے بیان کی ہین مثل وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وغیرہ کے وہ سب متعلق میراث کے ہین - اگر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپ کے قبضہ مین ہوتا اور ابوبکر صدیق نے آپ کا قبضہ اوٹھاکر اوسپر اپنا قبضہ کرلیا ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ اسمین اوسکا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحۃً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوتی اوسکا اظہار مہاجرین وانصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نکیا جاتا -

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہؑ نے بیان فرمایا طول مین دو جزو سے کم نہین ہے اور فصاحت اور بلاغت مین ہم پلہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم وستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور

اوس وقت یہ فرمایا گیا ہے جبکہ تمام مہاجرین وانصار اور اصحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے۔ اور ایسے دردانگیز لفظون مین بیان کیا گیا کہ سننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پر حضرت فاطمہؑ اوسی چیز کو بیان فرماتین جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے بڑھکر اونکی مظلومیت اور خلیفہ وقت کے ظلم کو ثابت کرنیوالی تھی۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ مین ہبہ کا ذکر کیا گیا اسلیے علماے امامیہ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور اونھون نے بھی اس امر کو ضروری سمجھکر اسکے جواب کی فکر کی اور بعضون نے الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اوسکے جواب مین کہا وہ سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی بھی نہین مان سکتا۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار مین اسی خطبہ کی شرح مین ایک مقام پر فرماتے ہین اعلم انہ قد ورد ت الروایات المتظافرۃ کما ستعرف فی انہاء ادعت فدکا کانت نحلۃ لہا من رسول اللہ ص فلعل عدم تعرضہا ء فی ھذہ الخطبۃ لتلک الدعوی لیاسہا عن قبولہم ایاھا اذ کانت الخطبۃ بعد ما رد ابوبکر شہادۃ امیر المومنین ومن شہد معہ وقد کانت المنافقون الحاضرون معتقدین بصدقہ فتمسک بحدیث المیراث لکونہ من ضروریات الدین یعنی روایات مستند جیسا کہ تمکو عنقریب معلوم ہوگا اس باب مین وارد ہوئی ہین کہ حضرت فاطمہؑ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوی کیا تھا۔ پس آپ کا اس خطبہ مین دعوی ہبہ فدک سے تعرض نکرنا شاید اس خیال سے ہوگا کہ آپ اوس دعوی کے قبول ہونے سے مایوس ہوگئی ہونگی۔ اسلیے کہ یہ خطبہ بعد رد کرنے ابوبکر کی شہادت امیر المومنین کو مع اور شاہدون کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اوسوقت موجود تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اسلیے حضرت فاطمہؑ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

یہ جواب جیسا کہ اسکے لفظون سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب لکھنے والے اور

اون کے ہم مذہب دل سے اوسے قبول نکرتے ہون گے اور جو روایتین ہم اوپر نقل کر چکے اکثر اونمین سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتے ہین - اس جواب مین جو یہ لکھا ہے کہ یہ خطبہ حضرت سیدہ نے اوسوقت بیان کیا جبکہ امیر المومنین اور دیگر گواہون کی شہادت ابوبکر نے رد کردی تھی یہ صحیح نہین ہے - اسلیے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ بعد تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو - بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہمنے بیان کی اوسکے ابتدائی الفاظ یہ ہین روی عبد اللہ الحسن باسنادہ عن ابائہ انہ لما اجمع ابوبکر علی منع فاطمۃ فدک وبلغہا ذلک لاثت خمارہا الخ کہ جب ابوبکر نے ارادہ کرلیا کہ فدک سے فاطمہ کو محروم کرین اور یہ خبر حضرت فاطمہ کو پہونچی تو اونھون نے اوڑھنی اوڑھی اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکرون اور قوم کی عورتون کو ساتھ لیکر ابوبکر کے پاس آئین - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اوس کا باعث صرف اوس خبر کا پہونچنا تھا جو اونکو ابوبکر کے ارادہ کی پہونچی کہ وہ فدک نہین دینا چاہتے - یا اوسپر تصرف کرنے سے مانع آتے ہین - اور چونکہ اس روایت مین اس بات کی تصریح نہین ہے کہ یہ خبر کیونکر پہونچی اسلیے ظاہر ہے کہ جواب مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعد تردید شہادت کے حضرت فاطمہ تشریف لیگئین صرف قیاسی ہے - مگر یہ قیاس صحیح نہین معلوم ہوتا اسلیے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی جب یہ خبر فاطمہ کو پہونچی اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ اس سے پیشتر حضرت فاطمہ کو کچھ خبر نہ تھی - اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علی اور ام ایمن وغیرہ کی بغیر اونکی اطلاع کے بلکہ بغیر اونکی طلب کے نہین ہوئی - جیسا کہ دوسری روایت مین جو ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہ فدک مانگنے کے لیے ابوبکر کے پاس آئین اونھون نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تم سولے سچ کے کچھ نہ کہوگی لیکن گواہ لاؤ - اوسپر وہ علی کو لیگئین اور پھر ام ایمن کو - اور چوتھی روایت سے جو ہم نے کتاب الاختصاص سے بحوالہ البحار الانوار نقل کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت فاطمہ نے

ابو بکرؓ کے پاس آئین اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابو بکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائین۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو سلیمانؑ داود کے کیون وارث ہوے اور اوسی کتاب الاختصاص کی روایت مین یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو خبر ہوئی کہ اونکے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب وہ ابو بکرؓ کے پاس آئین اور اون سے کہا کہ تمنے میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسپر میرے گواہ موجود ہین۔ پس یہ سب روایتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ایک مرتبہ بلکہ دو مرتبہ اس کے پہلے ہوا ہوگا اور اس مین تو کچھ شبہ ہی نہین کہ شہادت خود اونھون نے پیش کی اور اونکے سامنے ابو بکرؓ نے اوسے رد کیا اور اسپر وہ خفا ہوئین۔ تو یہی وقت تھا کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرماتین اور جو کچھ ملامت کرنی تھی وہ شیخین اور اصحاب پر کرتین۔ اوس واقعہ کی نسبت جو اونکے سامنے ہوا یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اوسکی خبر فاطمہؓ کو پہونچی اور وہ ابو بکر کے پاس گئین اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اوسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر اونکی اطلاع کے یا اونکے پیچھے ہوئی ہوتی اور اونکی غیبت مین ابو بکرؓ نے اوسے رد کیا ہوتا۔ اور پھر اسکی خبر کسی نے حضرت فاطمہؓ کو دی ہوتی اور اوسے سنکر اونھین جوش آیا ہوتا اور وہ ابو بکرؓ کے پاس تشریف لیگئی ہوتین اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا واذ لیس فلیس۔

علاوہ اسکے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہمنے بیان کی اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئین اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتون کے ابو بکر نے قائل ہو کر فدک کی سند لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی بھی ہوئی۔ مگر جب حضرت فاطمہؓ باہر تشریف لائین تو عمرؓ نے لیکر اوسے چاک کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہان تک معاملہ کا تعلق حضرت ابو بکرؓ سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہؓ کے طی ہو گیا تھا اور اونھون نے سند بھی لکھکر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمرؓ کی طرف سے ہوا۔ ایسی حالت مین قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو وہ ابو بکرؓ کے پاس نہ

تشریف لائین اور فرمائین کہ تمنے میری حجتین سنکر میرے دعوی کو تسلیم کیا اور مجھے سند بھی لکھدی مگر تمھارے رفیق نے اوسے چاک کردیا۔ غرضکہ جو کچھ شکایت کرتین وہ عمر کی کرتین اور اگر ابوبکر نہ سنتے تو صحابہ سے شکایت کرتین اور اون سے فرماتین کہ دیکھو جنکو تمنے خلیفہ کیا ہے اور جو مسلمانون کے سردار بنے ہین اونکی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند فدک کی لکھدی اور اون کے رفیق نے اوسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ اوسکے ساتھ ہوگئے اور اوسکے کیے کو تسلیم کرلیا یہ کیسا ظلم ہے اور یہ کیسے خلیفہ ہین۔ اگر ایسا فرماتین تو ضرور اصحاب نبی کو جوش آتا اور ابوبکر پر اعتراض کرتے اور عمر کو برا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نکرتے تو کم سے کم وہ لوگ جو رفقاے علی مین سے تھے اور ظاہرا یا باطنا اہل بیت کے طرف دار اونکو موقع ملتا اور فاطمہ کی تائید مین بہت کچھ کہتے اور ابوبکر و عمر پر ملامت کرتے۔ یہ باتین جو قرین قیاس ہین وہ تو چھوڑ دی گئین اور ہوا تو یہ ہوا کہ حضرت فاطمہ پھر ابوبکر کے پاس گئین اور اون سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش کی تو صرف نزکہ کے متعلق۔ ان واقعات مین سے کسی واقعہ کا ذکر نکیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کا جانا ابوبکر کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع کے جو اونکو اول سے ملی ہو نہ تھا۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب اونکو ملی تو وہ غصہ مین آئین اور نہایت غیظ و غضب کی حالت مین مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لیگئین اور صرف میراث کے ندینے پر فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

علاوہ اسکے پانچوین روایت جو مفضل ابن عمر نے امام جعفر صادق سے بیان کی ہے اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کرچکے ہین ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے اسلیے اوسمین فاطمہ کا ابوبکر کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہین کیا گیا بلکہ حضرت علی کے فرمانے سے کیونکہ اوس روایت مین لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ مین اوسکو ادا کرونگا اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا تو علی نے فاطمہ سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جاکر فدک کا ذکر کرو فاطمہ نے اوسسے

فدک اور خمس اور رفیے کا ذکر کیا ابو بکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ اسپر اول تو فاطمہؓ نے بہت کچھ دلیلین پیش کین اور قرآن کی آیتین اپنے دعوی کی تصدیق مین بیان فرمائین مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتین چھوڑو اور گواہ لاؤ۔ اوسپر آپ نے علیؑ اور حسنینؑ اور ام ایمن اور اسما کو بلوا بھیجا اور ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی جب وہ شہادتین رد کی گئین تو اوسوقت علیؑ نے فرمایا کہ فاطمہؑ ایک جزو رسول کی ہین جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے۔ اسپر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن اون لوگون کی شہادت جسمین اونکا فائدہ ہو مقبول نہین تو علیؑ نے کہا کہ جب ہم ایسے مین جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہین کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیے مقبول نہین تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پھر اسی پر قناعت نہین فرمائی بلکہ جناب امیرؑ نے اونکو برا بھلا بھی کہا اور یہ فرمایا کہ تم لوگون نے خدا اور اوسکے رسول کی سلطنت پر حجت کی اور اوسے اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکال دیا۔ قریب ہے کہ ظالمون کو اپنے ظلم کا بدلہ معلوم ہو جاے اور یہ آیت پڑھی وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیرؑ اور حضرت سیدہؑ کے سامنے گذرا اور دونو سے حجتین ہوئین اور دونونے قرآنی دلائل پیش کیے اور دونونے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جبکہ اونکا دعوی نہ سنا گیا اور اونکی دلیلین رد کردی گئین اور اونکی شہادتین جھٹلائی گئین تو خود جناب امیرؑ نے جناب سیدہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا۔ وھو خیر الحاکمین۔ تو اسکے بعد کونسا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؑ دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لاتین اور میراث کے دعوی پر دلائل پیش کرتین اور صحابہ کو برا بھلا کہتین۔ اور کیونکر یہ بات سچ ہو سکتی ہے کہ جب اونکو خبر ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فدک سے اون کو محروم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تب وہ تشریف لاتین اور خطبہ مین بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کے مواجہہ مین حضرت علی کر چکے تھے اور ابو بکر و عمرؓ کو

ظالم اور خدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنیوالا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے۔ اوس جلسہ مین کونسی بات تھی جو اوٹھا رکھی گئی تھی جسکے لیے حضرت فاطمہؑ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکی ضرورت باقی رہگئی تھی۔

پانچوین روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئین۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پاکر کہ اونکا وکیل فدک سے نکال دیا گیا۔ دوسرے مرتبہ حضرت علیؑ کے فرمانے سے آیہ وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے۔ اور تیسرے مرتبہ پھر حضرت امیرؑ کے کہنے پر کہ جب ابوبکر تنہا ہون تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہین پس جو کچھ حضرت سیدہؑ کو فرمانا تھا وہ انھین تین موقعون مین سے کسی موقع پر فرمانا چاہیے تھا مگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہین ہوسکتا۔ اسلیے کہ ابوبکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا سنکر خود حضرت سیدہؑ کے خیال مین نہین آیا کہ اسکا کیا جواب دین بلکہ وہ سیدھی جناب امیرؑ کے پاس چلی آئین اور اون سے سارا حال کہا اور اونھون نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی دلیل پیش کرو۔ تو یہ دلیل جسکا خطبہ مین ذکر ہے ابتدائی تقریر مین بیان کیا جانا اوسکا ثابت نہین ہوسکتا۔ اسلیے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہؑ کے خیال مبارک مین نہ آئی تھی بلکہ حضرت علیؑ نے سکھائی تھی اور اونکی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لیگئین تھین۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے اسلیے کہ اوسوقت اور اوسی جلسہ مین بعد وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کے پیش کرنے کے ابوبکر نے شہادت مانگی۔ اور حضرت سیدہؑ نے علیؑ اور ام ایمن کو بلاکر شہادت دلائی۔ اور جو کچھ اوسکے بعد ہوا وہ سب مقابلہ مین حضرت امیرؑ اور جناب سیدہؑ کے ہوا۔ اور اخیر مین حضرت فاطمہؑ کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہین ہوسکتی اور علیؑ نہ شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہین غصہ مین آکر اوٹھ کھڑی ہوئین اور یہ کہکر اللھم انھما ظلمانا بتتنا نبیک صلی اللہ علیہ وآلہ حقنا فاشدد وطأتک علیھما ثم خرجت کہ الٰہی ان دونون نے تیرے نبی کی

بیٹی پر ظلم کیا اور اوس کا حق چھین لیا تو ان پر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اور پھر جلی گئین۔ اگر خطبہ فرمانے کے لیے اسکے بعد تشریف لانا بیان کیا جاے تو وہ ہو نہین سکتا اسلیے کہ اسی روایت مین یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد حضرت علیؓ چالیس روز تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر فاطمہؓ کو لیے پھرے اور معاذ بن جبلؓ سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی نے مدد نکی تب علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم ابوبکر کے پاس جاؤ جبکہ وہ تنہا ہون۔ اور یہ گویا تیسرا موقع تھا جبکہ فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئین۔ اسمین اوس فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکا کوئی محل ہی نہ تھا اسلیے کہ اس موقع پر ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کی رضی کے موافق سند لکھدی تھی۔ اور اسکے بعد چوتھا موقع جانے کا اور اس فصیح خطبہ کے پڑھنے کا باقی ہی نرہا تھا۔ اسلیے کہ جناب سیدہ رضؓ اوس ضرب شدید کیوجہ سے کہ عمرؓ نے ماری اور جس سے حمل ساقط ہو گیا ایسی بیمار ہو گئین کہ اوسی مین انتقال فرمایا۔

غرضکہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتون کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملائے اوسے اس بات کے تصفیہ کرنے مین کچھ شبہ نہین رہسکتا کہ ہبہ کا دعوی چونکہ اسی خطبہ مین بیان نہین کیا گیا اسلیے وہ دعوی جھوٹا ہے۔ اسلیے کہ حضرات امامیہ اس خطبہ کے جھوٹا ہونیکا اقرار نکرین گے اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانین تو ہبہ کے دعوی کے غلط ہونے مین کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب مین کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ مین کیون نہین ہوا یہ بھی فرماتے ہین کہ جو منافق حاضر تھے وہ ابوبکرؓ کے صدق کے معتقد تھے اسلیے فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا۔ یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اسلیے کہ اگر حدیث میراث سے تمسک کرنا صرف اسلیے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اوسکا اثر ہوتا تو ہبہ کا دعوی اوس سے زیادہ اہم اور القبض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات دین سے نہ تھی۔ بلکہ میراث کے دعوی پر تو ابوبکرؓ کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنی کر دیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابوبکرؓ کے صدق کے معتقد اونھون نے اس روایت مین اونھین سچا جانکر اونکی کارروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر حضرت فاطمہؓ

ہبہ کا دعوی فرماتین اور القبض دلیل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتین تو اسکا کوئی جواب ابوبکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہو سکتا تھا اور سامعین اونکے ظلم وستم کے قائل ہوجاتے۔ اور حضرت سیدہؑ کے دعوی کی تصدیق کرتے۔ اور سب چلا اوٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض دلیل الملک ضروریات دین سے ہے۔ اور فاطمہؑ کا قبضہ اوٹھ دینا اور اونکے وکیل کو نکالدینا صریح ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابوبکر کے ساتھ شریک ہونیکی وجہ سے بظاہر ایسا نکرتے تو ابوبکرؓ کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہوجاتی۔

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھرمین واپس جانے کے واقع ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جسکا اثر نہ صرف فدک کے دعوی پر پڑتا ہے بلکہ اصل اصول شیعون کے مذہب کا درہم وبرہم ہوجاتا ہے۔ یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہؑ کی عصمت کے دعوی پر بہت کچھ موثر ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اوسمین ایسے حیران ہین کہ نہ کچھ اوس کا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لیے اونکے خیال مین آتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ یہ خطبہ ارشاد فرماکر مایوس ہوئین تو اون پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لیگئین اور وہان جاکر بہت کچھ بین کیا اور درد انگیز اشعار پڑھے اور بہت روئین۔ اور پھر وہان سے گھر کو لوٹین حضرت امیرالمومنینؑ اون کے انتظار مین بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جسطرح بچہ ماں کے پیٹ مین پوشیدہ ہوتا ہے اوسی طرح تم پردہ نشین ہوگئے ہو اور مثل ڈرے ہوئے تہمت زدون کے گھر مین بیٹھ رہے ہو۔ اور بعد اسکے کہ زمانہ کے شجاعون کو ہلاک کیا اور اون کے کثرت کی پروا نکی اور اون کی شوکت کو خاک مین ملایا اب ان نامردون اور ذلیلون سے مغلوب ہوگئے ہو۔ ابوقحافہ کا بیٹا ظلم وجبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹون کی معاش مجھسے چھینے لیتا ہے۔ اور باآواز بلند مجھسے جھگڑا کرتا ہے۔ انصار میری مدد نہین کرتے اور مہاجرین نے اپنے آپ کو علحدہ کرلیا ہے۔ اور تمام آدمیون نے آنکھین بند کرلی ہین نہ اونکا کوئی دفع کرنیوالا ہے نہ میرا مددگار

خشمناک مین باہر گئی اور غمناک واپس آئی - تمنے اپنے آپ کو ذلیل کیا - بھیڑیے پھاٹک مین اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہین - کاش اس ذلت وخواری سے پہلے مین مرگئی ہوتی - افسوس میرے حال پر جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور میرا مددگار سست ہوگیا اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون اور میری فریاد خدا سے ہے فقط -

اس بیان سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنین نے کچھ بھی آپ کی مدد نہین فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت مین آپ گھر مین پیچھے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہ نے خود ہی کیا وہی دعوی کرنے کے لیے تشریف لیگئین اونھین نے سوال وجواب کیے اونھین نے جو کچھ سنانا تھا سنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا - اور جیسا کہ فرماتی ہین خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی - اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کرلیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنالیا - بھیڑیون نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے - اور حضرت علیؑ کے اسطرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہؑ کو وہ صدمہ پہونچا کہ جسپر فرمانے لگین کہ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے مین مرگئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگین اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نکرنے اور اس کارروائی مین کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر اون سے نرہا گیا اور حضرت علیؑ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار سست ہوگیا مین اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون -

جناب سیدہؑ کی اس دردانگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتین جن مین بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین ابوبکرؓ کے پاس گئے اور اون سے مباحثہ کیا اور فاطمہؑ کے وکیل کے نکال دینے پر ابوبکر صدیقؓ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلون سے اونکا ظلم وستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہین - خصوصاً وہ روایتین جنمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے مواجہہ مین جناب امیر نے شیخینؓ سے مباحثہ کیا اور ملامت کی - اور جب اونھون نے کچھ نہ سنا تو یہ کہکر کہ خدا تمھین اسکا بدلہ دیگا اور آیہ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ سناکر

رنج اور غصہ مین اوٹھ کر چلے آئے جھوٹی اور بے بنیاد ہین - اسلیے کہ اگر حضرت علی نے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکر و عمر سے حجتین کی ہوتین تو کیون حضرت فاطمہؑ ابوبکر کی مجلس سے واپس آکر حضرت علیؑ پر اپنا رنج و غصہ ظاہر کرتین اور باوجود عصمت و طہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتین جنکا معمولی آدمیون کی زبان سے نکلنا بھی متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے - کیا حضرت علیؑ کی اون کوششون کا جو انھون نے فدک کے معاملہ مین کین اور اون مدلل تقریرون کا اور اون لاجواب مباحثون کا جو انھون نے ابوبکر و عمر سے کیے اگر سچ مانین جائین یہی نتیجہ ہوتا کہ حضرت سیدہؑ گھر مین آکر ایسے وقت مین جبکہ کوئی سوائے علیؑ رضؓ کے سننے والا نہو اون سے یہ فرمائین کہ "مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان در خانہ گریختہ و بعد ازان کہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدہ اینک پسر ابوقحافہ بظلم و جبر بخشیدہ پدر مرا و عیشت فرزندانم را از من می گیرد و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بپناہ کشیدہ اند نہ دافعی دارم و نہ یاوری و نہ شافعی خشمناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی گرگان میدرند و می برند و تو از جای خود حرکت نمیکنی کاش پیش ازین مذلت و خواری مردہ بودم"

اگرچہ درصورت اسکے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین سوال و جواب کرنے کے لیے تشریف لیگئے ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہؑ کا تعجب انگیز ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا آپنے غصہ اور رنج مین حضرت علی سے وہ فرمایا جو صحیح نہین تھا یا جناب امیر کی کوششین آپکے نزدیک کافی نہین مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھکر حیرت انگیز ہے - اسلیے کہ درصورت صحیح ہونے اون روایتون کے جنمین حضرت علیؑ کے جانیکا ذکر ہے آپ کو اسطرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ تم اسوقت غصہ اور رنج مین واقعات کا خیال نہین کرتین اور میری کوششون کی کافی قدر نہین کرتین مین نے کونسا دقیقہ اوٹھا رکھا ہے اور کونسی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے تمھارے وکیل کے بکال دینے کی خبر سنتے ہی مین ابوبکر و عمر کے پاس گیا اور مین المہاجرین و الانصار اون سے لڑا اور تمام حجتین اونکے سامنے پیش کین اور ہر طرح سے اونھین قائل کیا - اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئین کہ آپ کے سامنے شہادت دینے کے بعد مین نے اون سے کیسی مدلل گفتگو کی اور جب اونھون نے نہ سنا تو مین نے

بر ملا اونھین ظالم و گنہگار ٹھہرایا اور خدا کے عذاب سے بھی اونھین ڈرایا اور تھین اپنے ساتھ لیکر اپنے گھر چلا آیا۔ اس سے زیادہ مین اور کیا کر سکتا تھا مگر بجاے اسکے کہ ان واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا کہ صبر کرو۔ تمھارا اور تمھاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالی نے آخرت مین جو تمھارے لیے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختون نے تمسے چھین لیا۔

اب سنیے کہ اسکا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہین اور اس مشکل سے نکلنے مین کیسے کچھ ہاتھ پاؤن مارتے ہین۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۳ مین فرماتے ہین کہ اب ہم اس مشکل کو دفع کرتے ہین جو غالبا لوگون کے دلونمین اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوئی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہ کا جناب امیر المؤمنین پر کہ اونھون نے اونکی مدد نکی اور حضرت سیدہ کا جناب امیر کو خطاوار ٹھہرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہین اور واجب الاتباع اور معصوم اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ اونھون نے کوئی کام نہین کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیت رسول کے جو حضرت سیدہ کی عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرما کر ملا صاحب اسکا یہ جواب دیتے ہین فاقول یمکن ان یجاب عنہ کہ ممکن ہے کہ اسکا یون جواب دیا جاے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرماے وہ خود اس بات کو بتاتے ہین کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل تسلی و شفی نہین سمجھتے تھے۔ پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہین بان ھذہ الکلمات صدرت منھا البعض المصالح الخ یعنی یہ باتین جو آپ نے بیان فرمائین وہ صرف بعض مصلحتون کی وجہ سے تھین ورنہ حقیقت مین کچھ آپ جناب امیر کے کامون سے خفا نہ تھین بلکہ راضی تھین اور اس کہنے سے غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگون کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی شناعت معلوم ہو جاے اور جناب امیر کا سکوت اسلیے نہ تھا کہ آپ ان لوگون کی باتون کو پسند کرتے ہون یا اس سے راضی ہون اور اسطرح کی باتین مصلحتا کہنا عادات اور محاورات مین درست ہین جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص پر کسی معاملہ مین جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگون پر معلوم ہو جاے۔ اور مثال

اسکی حضرت موسیٰ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنے قوم کیطرف غصہ مین لوٹے اور تختیان پھینک دین اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑکے اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض اونکی ہارون پر عتاب ظاہر کرنا نہین تھا بلکہ لوگون کو بتانا کہ وہ سمجھ جائین کہ اونکی خطا کیسی عظیم ہے۔ اور اونکا جرم کیسا شدید ہے۔ آپ کا غصہ اور رنج کی شدت مین جناب امیرؑ سے اس قسم کی باتین کرنا باوجودیکہ آپ جناب امیر کی کارروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھین کچھ آپکی عصمت اور عظمت کے خلاف نہین ہے جسکے ادراک سے بندون کے ذہن عاجز ہین۔

اسی جواب کو حق الیقین مین ان لفظون سے بیان کیا ہے مؤلف گوید کہ درین مقام تحقیق بعضی از امور ضرورست۔ اول دفع شبۂ چند کہ ممکن ست در خاطر ہا خطور کند۔ اگر کسی گوید کہ اعتراض فاطمہؑ بر حضرت امیرؑ با وجود عصمت ہر دو چہ صورت دارد جواب گوئیم کہ این معارضہ محمول بر مصلحت ست از برای آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؑ ترک خلافت برضای خود نکردہ و بغصب قدرت اضی نبودہ و در قرآن بسیاری از معاملات با حضرت سول شدہ و غرض تہدید و تادیب دیگران ست و ازین قبیل ست آنچہ از حضرت موسیٰ صادر شد در وقتیکہ بسوی قوم برگشت و ایشان عبادت گوسالہ کردہ بودند از انداختن الواح و سر و ریش ہارون اگر فتند بہ پیش کشیدند با آنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تا آنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشان۔ و مانند عتابی کہ حق تعالیٰ بہ حضرت عیسیٰ خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادرم را دو خدا بدانید با آنکہ میداند کہ او نگفتہ ست و مثل این بسیار ست۔

اور صاحب لمعۃ البیضا بھی قریب قریب اسکی تاویل کرتے ہین کما یقول وما فعلت بالنسبۃ الی علی تلک الجرأۃ والجسارۃ مع علمها بانه امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثله هذه المخاطبۃ من مثلها الا لابداء شناعۃ ما فعله ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ واثبات کفر العمرین کما فعل موسیٰ باخیه من الاخذ بلحیته والضرب علی راسه حتی یعلم القوم شناعۃ عبادۃ العجل صفحہ ۳۹۳۔

اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال وجواب کے متعلق یہ فرماتے ہین۔ کمشوف باد کہ اسرار اہل بیت مستور ست از مدرکات امثال ما مردم۔ بلکہ مقداد و ابوذر و سلمانؓ با منزلت السلمان منا اہل البیت بیرون ادب کام نزنند و در سعی ای خاطر تمنای این طلب نہ کنند۔ و تفتی نمیدانم کجا دیدہ ام کہ سلمان در خدمت

امیرالمومنین از غصب خلافت و تقاعد آنحضرت اظہار ضجرتی کرد۔ علی فرمود کہ ای سلمان میخواہی از اسرار اہل بیت آگاہی بدہم کہ بیان ہمہ آنست کہ بیرون اہل بیت ہیچ آفریدہ را توانائی حمل این بار گران نیست ہمانا علم کہ شد بود و بحکم احادیث صحیحہ بعلم کان و مایکون عالم بود لاجرم از ان پیش کہ رسول خدا وداع جہان گوید حوادث با مت از زوال گرداند مخالفت امت را در خلافت و ضبط فدک و عوالی آگاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف موہبت یزدانی ست جز بحکم خدا و قضای علی مرتضی سخنی نمی فرمود سخن او سخن عمل عمران بود و کلمہ او ودیعہ خداوند رحمن و مناجات ملائک از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد۔ و چہ بسیار وقت حسنین را گریہ می خواہانید و بلغہ یک شبہ ایشان را بسائل می سانید ملکت دنیا در چشم او بار ذبانی بہ میزان نمی رفت فدک و عوالی چیست و حاصل عوالی را چہ مست۔ اگر کوئی این خطاب و خطبہ چہ بود و این ہمہ فزع و شکوہ چہ واجب می نمود پس در حضرت امیرالمومنین اظہار جہالت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بمنونت داشت۔ پاسخ این سخن را بدین گونہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستورست پیش حق کہ سطور انشاد والا آنکہ گوئیم بحکم مدرکات عقول ناقصہ خود آنحضرت ہمی خواست کہ ظالم را از اعمال و حق را از باطل باز نماید تا آنکہ خمیر مایہ فطرت ایشان از ترشحات زلال ولایت بہرہ یافتہ از طریق ضلالت و غوایت باز شوند و بہ شاہراہ شریعت و ہدایت روند۔ انتہی صفحہ ۹۱

ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنیکی نہیں دیکھتے اسلیے کہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود ان جوابات سے اوسکی وقعت کا اندازہ کرسکے گا۔ اور اوسے یقین ہوجائیگا کہ بجز اسکے کہ یہ معاملات اسرار امامت سے سمجھے جائین انسانی فہم سے خارج ہین مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہین۔

بحار الانوار مین جو جواب ملا باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مصلحتاً حضرت سیدہ نے حضرت امیرالمومنین سے ایسی باتین فرمائین۔ اور غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگون کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی شناعت ظاہر ہوجاے۔ غالباً ہر شخص اس جواب کو تعجب و تاسف کی نظر سے دیکھے گا۔ اور سمجھ لیگا کہ جب کچھ جواب نہ بنا تو مجبوری بفحوائے الفریق یتشبث بکل حشیش یہ سمجھکر کہ کچھ کچھ تو کہنا ہی چاہیے ملا صاحب نے جو لمین آیا وہ لکھدیا مگر اتنا خیال نفرمایا کہ یہ باتین جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائین وہ گھر مین کہین تھین یا جہان سوائے آپ کے یا گھر کے لوگون کے کوئی غیر نہ تھا جنکو سنانا منظور ہو۔ اور غیرون کے سنانے کے لیے

کوئی موقع بھی باقی نہ تھا۔ اسلیے کہ نہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اوٹھا رکھا تھا۔ اور نہ بین المہاجرین والانصار ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم وستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی۔ اور نہ جناب فاطمہؑ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ مین اونکی نسبت جو کچھ کہنا تھا اوسمین سے کچھ اوٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی ہونا تک تو اونکا علی رؤس الاشہاد بیان فرمادیا تھا۔ وہ کونسی بات باقی رہگئی تھی جسے حضرت علیؑ پر رکھکر سناتین ہان ملاصاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتہ ہمدردی کرنے اور تسلی دینے کے لیے آپ کی دولت سرا مین آئے تھے اونکو صحابہ کا کفر ونفاق اور اونکے جور وتعدی سنانی منظور ہوگی۔ اونکے سنانے کے لیے غالبا حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کرکے یہ خطاب فرمایا ہوگا اور حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مثال جو ملاصاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لیے بیان فرمائی۔ ورنہ اوسکو اس سے کیا نسبت اول تو یہ بات تسلیم نہین کی گئی کہ حضرت ہارونؑ پر عتاب لوگون کے کھانے کے لیے کیا گیا تھا۔ سوا اسکے جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے کیا وہ علی رؤس الاشہاد تھا۔ نہ آنکہ گھر مین بیٹھکر اور تنہائی مین جہان کوئی دیکھنے والا سوائے فرشتون کے نہو۔ علاوہ برین جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت خیال کیا تھا جیسا کہ ملاصاحب سمجھتے ہین اوسی مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا۔ اسلیے کہ اسکے جواب مین جو آپ نے فرمایا اوسکے الفاظ یہ ہین فقال لها امیر المؤمنین لاویل لک بل الویل لشانئک ثم نهنهنی عن وجدک یابنت الصفوة وبقیة النبوة فما ونیت عن دینی ولا اخطأت مقدورک فان کنت تریدین البلغة فرزقک مضمون وکفیلک مامون وما اعد لک افضل مما قطع عنک فاحتسبی الله فقالت حسبی الله واسکت اسکا ترجمہ فارسی مین فاضل مجلسی حق الیقین مین اسطرح پر کرتے ہین۔ کہ جناب امیر در جواب ارشاد فرمودند کہ صبر کن و آتش خود را فرو نشان ای دختر برگزیدۂ عالمیان و ای باقی ماندۂ ذریت پیغمبر۔ من سستی در امر دین نہ کردم و آنچہ از جانب خدا ما مور بودم بعمل آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود دران تقصیر نکردم۔ و روزی ترا و اولاد ترا خدا ضامن ست۔ اس جواب سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی نے اوس خطاب کو جو حضرت فاطمہؑ کے اپنی ذات پر محمول نہین فرمایا تھا اور اون کے غصہ کو اپنی نسبت نہین خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیون یہ فرماتے کہ مین نے کچھ کوتاہی نہین کی

اور جہان تک مجھسے ہوسکتا تھا اوسمین دریغ نہین کیا۔ بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً حضرت سیدہ کو اونکی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا۔ اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہین کیون آپ مجھے خفا ہوتی ہین اور کیون مجھے ایسی سخت سست باتین کہتی ہین اور کیون مجھے مثل جنین کے پردہ نشین ٹھہراتی ہین مین نے آپ کی مدد مین کوتاہی نہین کی مین نے آپ کے دعوی کی تائید کی آپکے سامنے صحابہ سے جھگڑا کیا۔ اور جہان تک ممکن تھا اونکو ملامت کی۔ اونکا ظلم و ستم ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ سب باتین مینے آپکے سامنے کین پھر بھی آپ مجھپر خفا ہوتی ہین اور مجھے بزدل اور خائف ٹھہراتی ہین یہ آپ کی شان سے بعید ہے۔ اور چونکہ یہ وہ باتین ہین جو شیعون کی روایتون مین بتفصیل منقول ہین اس سے وہ حضرت سیدہ کی عصمت مین خلل پیدا کرتے اور بمقتضاے بشریت آپ کو بیجا غصہ کرنیوالا قرار دیتے ہین۔ سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہین اور بے بنیاد اور غلط بات کے ثابت کرنے مین قصر اہمل فرماتے ہین۔ ہر موقع کے لیے اونھون نے ایک روایت بنائی۔ اور ہر اعتراض کے لیے حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گڑھا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا۔ کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی دقت پیش نہ آتی۔ اور ایسی فضیحت نہ ہوتی۔ مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہمکو جواب دینے کی محنت سے بچالیا۔ اور اوس تناقض اور اختلاف نے جو اونکی روایتون اور بیانون مین ہے اونکے دعوے کو ایسا باطل کردیا کہ کسی عدالت مین اونکے دعوے کی ڈگری ہوسکتی ہے۔ نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت پیش کرنیکے الزام سے وہ بچ سکتے ہین

تقریظ دلپذیر و تحریر بی نظیر از تازہ افکار طبع نازک خیال نکتہ فہم جادو مقال ناثر عدیم المثل ناظم اکمل مولوی محمد مجیب اللہ صاحب وکیل درجۂ اول حیدرآباد دکن المتخلص بمجیب

حامداً و مصلیاً خاکپاے انام محمد مجیب اللہ براے نام۔ ناظرین کی خدمت مین عرض پیرا ہے کہ مین نے آیات بینات کا دوسرا حصہ سمیت فدک کا بیان ہی اول سے آخر تک دیکھا مصنف نے بڑی محنت و دقت و لطافت کے پیرایہ مین پہلے فدک کی حقیقت من بعد اوسکی پیداوار اور حدود اربعہ اور یہ امر کہ زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مین اوسکی آمدنی کس مصرف مین خرچ کیجاتی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اوسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا آیا وہی حالت اوسکی

یہی جو پیغمبر صاحب کی حیات مین تھی یا اوسمین کچھ تغیر و تبدل ہوا خصوصًا جناب لایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی خلافت مین وہ کسکے قبضہ مین رہا اور اوسے اہلبیت کو حوالہ کیا یا مثل زمانۂ سابق یہی عمل پیرا ہوئے اسکے بعد مصنف نے
حضرات شیعہ کے تمام اعتراضات جو فدک کی نسبت وارد کرتے ہین نقل کرکے ہر ایک کا جواب بڑے شرح و بسط سے مہذبانہ
الفاظ مین فریقین کی کتب سے ادا کیا ہی جس سے ہر معترض ساکت ہو جاتا ہی پھر اوسے کوئی موقع طعن و تشنیع کا ہاتھ نہین
آتا ہی اسکے پہلے بھی بعض متکلمین نے حضرات شیعہ کو جواب دیے ہین وہ بہت ہی مختصر اور شرح طلب ہین اور بعض کی
تو ایسی عبارت دقیق و مغلق ہے جسکے سمجھنے کے لیے کتب لغات و مصطلحات کی معاینہ کی ضرورت پڑتی ہی بنا علیہ ایسی
تحریر کی ضرورت تھی جسکے الفاظ شستہ معانی و مضمون نیز مون جسکی توضیح معاینۂ آیات بینات کے دوسرے حصے
مصنفۂ عمدۃ المتکلمین زبدۃ المحدثین جامع معقول و منقول حاوی فرع و اصول ملاذ انام مولوی سید محمد مہدی علی خان
دام اللہ ظلہ القوی سے ہوتی ہی اس کتاب کے حصۂ اولی کو ثانیہ کے ساتھ ایسی مناسبت ہی جیسے کھانے کو
نمک سے۔ عروس کو زیور سے۔ دعا کو اجابت سے۔ سچ تو یہ ہی کہ مصنف کی تحریر و تقریر اس زور و شور کی ہی گویا ایک
بحر زخار ہی جو جوش مارتا ہی طبیعت مین وہ اُمنگ ہی کہ دفتر کے دفتر لکھڈالین تب بھی مضمون آفرینی کم نہو بلکہ
نئے مضامین اور جدید تقریر ہو۔ ہر دعوی کی دلیل قطعی ہر حجت پر براہین ساطعہ قائم کیے ہین مخالف کو اوسکی دلیل
سے قائل کیا ہی حق و باطل کا فوٹو کھینچکر سامنے رکھدیا ہی ناظر دیکھتے ہی بلا تامل و غور حق و باطل کی تمیز کرلیتا ہی
اس کتاب کی جسقدر تعریف کیجاے وہ کم ہی قلم مین اسقدر طاقت نہین کہ اوسکی تعریف لکھ سکے زبان مین اتنی
گویائی کہان جو اوسکا وصف بیان کرسکے ؎

تحقیق وصف کس سے ہو تقریب کے سوا	منطق نہین حساب یہ جذر اصم کا ہے

اسکا حصۂ اولی جو زمانۂ گذشتہ مین دو ٹکڑون مین طبع ہوا تھا وہ کثرت خریدارون کیوجہ سے ہاتون ہاتھ فروخت ہوا تھا اب اوسکے دوبارہ چھپنے کی ضرورت
ہر ہر مشتاق کو اوسکے لینے کی حاجت ہی اوسی طرح سے اللہ تعالی اس حصہ کو بھی مقبول خاص و عام و مآل
اور مصنف کے روز بروز مراتب بڑھائے مصنف ممدوح نے اس حصہ کے طبع کرنے کی اجازت جناب خلافت
والاشان رفیع المکان حافظ عبد الواحد خان سلمہ اللسان مالک مطبع مصطفائی کو عطا فرمائی ہی جناب خلافت
نے وقت طبع بڑا اہتمام فرمایا ہی کتاب بھر مین ایک حرف بھی غلط نہین آنے پایا ہی جو اوسکے دیکھنے کے مشتاق

بسبب تمام ہونے کتاب مذکور کے اونکے دل پژمردہ ہو گئے تھے از سر نو اسکی سیر سے اونکے غنچۂ خاطر شگفتہ ہو گئے اس ہیچمدان کج مج زبان نے قطعات طبع موزون کیے ہین وہ ذیل مین درج ہین قطعہ لرقمہ

طبع گردید حصۂ دوم ا	نیز آیات بینات سانیک	سال طبعش مجیب از سر پیدا	زد رقم قصہای باغ فدک ۱۳ ۱۳ ھ

ولہ

رہ تحقیق حصۂ دوم ی	چھپا آیات بینات کا جب	مین نے بھی ای مجیب سے سر جید	لکھدیا نفی ادعائے غصب ۱۳ ۱۰ ھ

ولہ

آیات بینات کا جب حصہ دوسرا		چھپتے سنا مجیب نے بس ہو کے فرحناک
بے اختیار اوٹھا کے قلم صاف لکھدیا		تاریخ طبع پاک ہے تاریخ طبع پاک ۱۳ ھ

ولہ

آیات بینات کا حصہ یہ دوسرا		لکھا بھی خوب واقعی چھاپا بھی خوب ہی
انصاف سے جو دیکھو تو تمنے بھی ای مجیب		تاریخ اوسکی حجت اثبات کیا لکھی ۱۳ ۱۵ ھ

ولہ

چھپتی ہے جلد ثانی آیات بینات		تاریخ اوسکی لکھنی ہے اس بات کی ہے فکر
کلک مجیب دیکھکے پاے ادب بڑھا		لکھ مذہبی مباحثہ کس بات کی ہے فکر ۱۳ ۱۳ ھ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی لطفہ العظیم و احسانہ الفخیم کہ کتاب آیات بینات کی دوسری جلد جو بحث فدک مین ہے مؤلفہ جناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خانصاحب بہادر زاد اللہ لہ الاجلال والتفاخر حسب اجازت جناب مؤلف ممدوح پہلی جلد کے دو سو ٹکڑون کے طبع سے حافظ محمد عبد الواجد خان نے اپنے مطبع مصطفائی واقع لکھنؤ محلہ محمد نگر مین تاریخ (۲۷) شوال المعظم ۱۳۱۵ ہجری مین چھپوا یا باقی ٹکڑے اس جلد کے بھی مینکے جلد دگر چھپوائے جائینگے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی واللہ الموفق والمعین والمستعان وعلیہ التکلان ۱۲

اس کتاب کا ہر حصہ بموجب قانون ۲۵ ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء کے جس کی رو سے کتابون کی دو کاپیان مفت مہیا کرنی لازم ہین بلا اجازت مؤلف محفوظ ہے